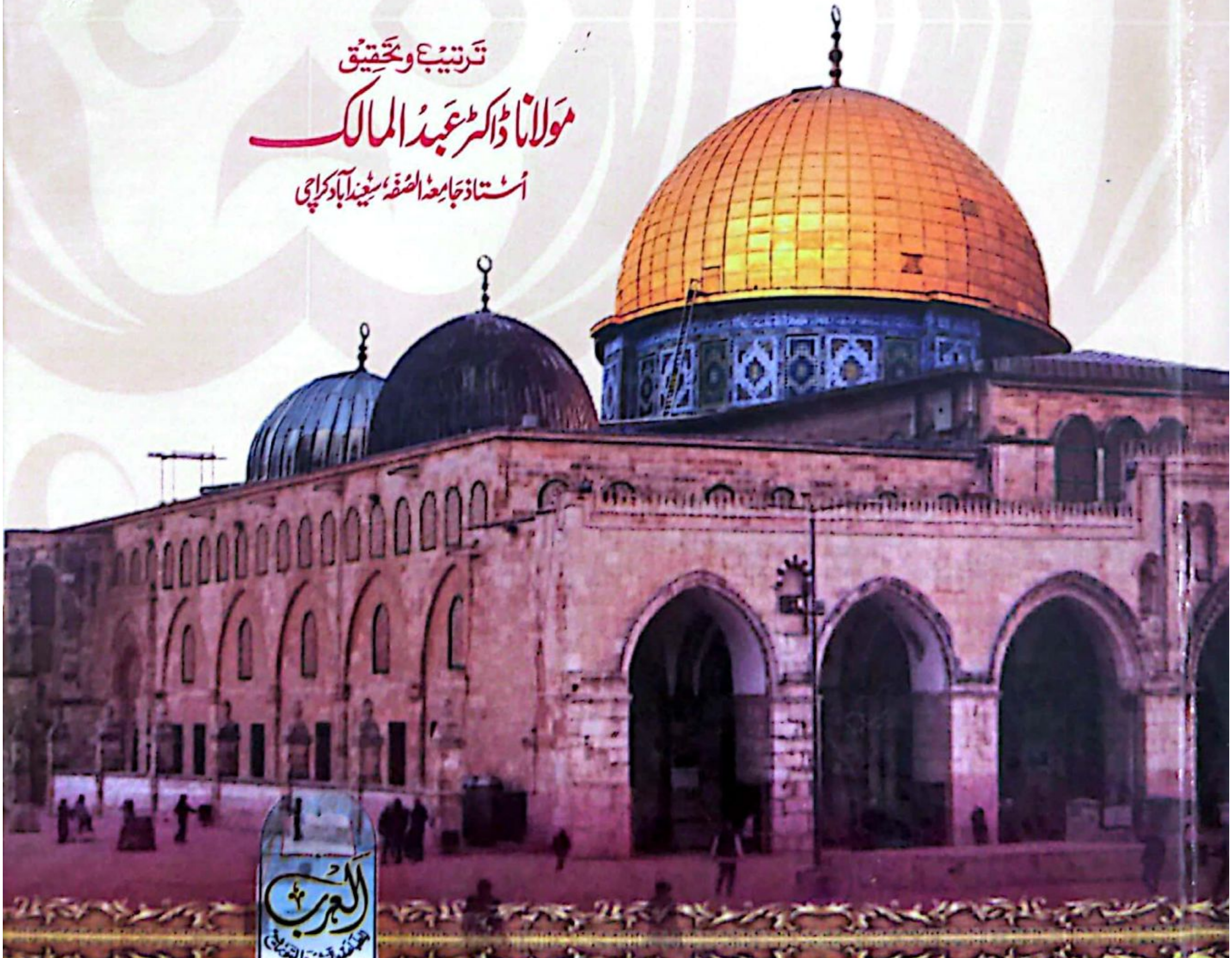
نقوش سیرت سیریز نمبر 7

فلسطین عہدِ رسالت ﷺ میں

......سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارضیاتی مطالعہ......

ارضِ قدس فلسطین میں اِمام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے معالم، نقوش وآثار کے تذکرہ پر مشتمل ایک دلچسپ، تحقیقی اور عاشقانہ تحریر......رنگین تصاویر اور نقشے

ترتیب وتحقیق
مولانا ڈاکٹر عبد المالک
استاذ جامعۃ الصفہ، سعید آباد کراچی



العرب
0333-0505200

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فلسطین

عہدِ رسالت ﷺ میں

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارضیاتی مطالعہ

فلسطین
عہدِ رسالت ﷺ میں

اکتوبر 2023ء

ترتیب و تحقیق

مولانا ڈاکٹر عبد المالک

استاذ جامعۃ المصطفیٰ سعید آباد کراچی

abuumama315@gmail.com

+92-333-3424401

naqoosheseerat.com

facebook.com/Abdulmalik333

https://youtube.com/@naqoosheseerat

مکتبۃ العرب

نزد بلال مسجد دکان نمبر 9 --- 24 مارکیٹ سعید آباد کراچی

0333-0505200

https://www.facebook.com/MaktabaAlArab

alarab24@gmail.com

[ان مکتبوں پر کتاب دستیاب ہے۔ بذریعہ VP مکتبۃ العرب سے بھی منگوا سکتے ہیں]

- ✦ ۔۔۔ دار الاشاعت، اردو بازار کراچی 2631861 -0213-2213768
- ✦ ۔۔۔ مکتبہ بیت السلام ڈیفنس 4 خیابان جامی کراچی 021 35313228
- ✦ ۔۔۔ مکتبہ لدھیانوی سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی 021 34125590
- ✦ ۔۔۔ دار الکتب العلمیہ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی 03122438530
- ✦ ۔۔۔ الخلیل پبلشنگ ہاؤس، داؤد پلازہ اقبال روڈ راولپنڈی 0515553248
- ✦ ۔۔۔ کتاب گھر کمیٹی چوک، راولپنڈی 051 5552929
- ✦ ۔۔۔ المصباح۔ بک لینڈ، ۱۶ اردو بازار لاہور 7124656 -0423-7223210
- ✦ ۔۔۔ مکتبہ الازہر دکان نمبر 108 بانو بازار رحیم یار خان 0321-9675060
- ✦ ۔۔۔ علمی کتب خانہ نزد تبلیغی مرکز مدنی مسجد عائشہ منزل کراچی 03212359105
- ✦ ۔۔۔ مدنی کتب خانہ، اتفاق پلازہ، کمرہ نمبر 3 آرچر روڈ کوئٹہ 0321-8045069
- ✦ ۔۔۔ ممتاز کتب خانہ عبد الغنی پلازہ، دکان نمبر A7 محلہ جنگی لنڈی قصہ خوانی پشاور 0314-9696344-091,2580331
- ✦ ۔۔۔ ادارۃ المعارف احاطہ دار العلوم کراچی 021 35123161
- ✦ ۔۔۔ مکتبہ انعامیہ قاسم سینٹر اردو بازار کراچی 0343-2288277
- ✦ ۔۔۔ مکتبۃ القرآن علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 021 34856701
- ✦ ۔۔۔ مکتبہ معارف القرآن احاطہ دار العلوم کراچی 02135031565
- ✦ ۔۔۔ مکتبہ شہید اسلام، لال مسجد اسلام آباد 0321-518061
- ✦ ۔۔۔ مکتبہ سید احمد شہید لاہور 0323-8444353
- ✦ ۔۔۔ اسلامی کتاب گھر چنیوٹ بازار فیصل آباد 0323-2000921
- ✦ ۔۔۔ قاسمی نیوز بہاولپور 0321-6367755
- ✦ ۔۔۔ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان 0300-7301239
- ✦ ۔۔۔ کتب خانہ سیرت بک مال اردو بازار کراچی 0333-3114696

المخزن پرنٹرز کراچی: 021-32631063

اُن مبارک رُوحوں کے نام!

جنہوں نے اپنے مقدس لہو سے، داعیانہ گفتگو سے، عاشقانہ تحریر سے

القدس کے تحفظ، دفاع اور آزادی کے لیے جدوجہد کی۔

بالخصوص اُن ننھی کلیوں اور معصوم پھولوں کے نام!!

جو محبتِ قدس اور تحفّظِ اقصیٰ کی خاطر خون میں نہلا دیے گئے۔

اجمالی خاکہ

بابِ اوّل..... تاریخ فلسطین، اجمالی خاکہ (۱۷ تا ۷۰)

باب دوم...... فلسطین، عہدِ رسالت ﷺ میں (۷۱تا۱۹۲)

باب سوم......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فلسطین میں (۱۹۳ تا ۲۱۵)

خاتمہ..... حوالہ جات و مراجع

''اقصیٰ''

محبتوں کا محور، عقیدتوں کا مرکز

رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ''اگر کسی مومن کو بیت المقدس کی سرزمین پر گھوڑے کی ایک رسی جتنی جگہ بھی مل جائے کہ جس کی بدولت وہ مسجد اقصیٰ کی زیارت سے مستفید ہوتا رہے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے''...... یہ مسجد اقصیٰ والقدس کی فضیلت کا بیان ہے۔ اس طرح کے فضائل کو دیکھتے ہوئے بیت المقدس سیرت کے آغاز سے ہی مسلمانوں کی توجہات کا محور اور آرزوؤں کا مرکز رہا ہے۔ مسجد تو کہیں بھی ہو، مقدس گوشہ ہے، سجدہ گاہ تو کسی جگہ ہو مؤمن کے لئے اس سے بڑھ کر مبارک بقعہ نہیں ہوسکتا۔ پھر وہ مسجد جہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام اجمعین سربسجود ہوئے ......سب کی پیشانیاں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر پر جھکی ہوں...... جہاں امامت کرانے کے لئے امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کی سواری پر لایا گیا ہو...... جہاں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و تعظیم میں انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی عظیم الشان تقریب منعقد کی گئی ہو...... جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش مقدس نفوس کی میراث عالمی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس اُمت کے حوالے کی گئی ہو، اس کی فضیلت اور اس سے اہل ایمان کی محبت کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علمائے حق اور صالحین اُمت نے بیت المقدس کو اپنی دعوتی و عبادتی زندگی کا مرکز بنایا۔ لاتعداد پاکیزہ نفوس نے یہاں زندگی بسر کرنے اور اس سرزمین میں پیوند خاک بننے کو ترجیح دی۔ ہر لحہ اُمت کے دل اس کی محبت سے سرشار رہتے ہیں، اس

پر فدا ہونے اور اس کا دفاع کرنے کے جذبہ سے معمور رہتے ہیں۔اہل ایمان یقیناً سمجھتے ہیں کہ بیت المقدس سے محبت وعقیدت اور اس کی حفاظت ہماری تمام مشکلات سے خلاصی کا ذریعہ ہے۔اس کے مسائل سے دلچسپی لینا ہمارا عقیدہ کا حصہ ہے۔

کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ" بیت المقدس" ایک سیاسی، ریاستی ولسانی مسئلہ ہے۔ کچھ سفیہ واحمق یہ بھی کہتے ہیں کہ" القدس" عیسائی، یہودی اور مسلمان تینوں مذاہب کے لئے یکساں مقدس ومرکزی مذہبی مقام ہے۔لہٰذا" القدس" کے معاملے کو دو[۲] ریاستی، یا کسی اور لچکدارانداز سے سے حل کیا جائے۔واضح رہے کہ" القدس" کوئی سیاسی یا قومی مسئلہ نہیں ہے، یہ ایمان اور حق سے وفاداری کا مسئلہ ہے۔یہ کرۂ ارض کے ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔ہر لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کی ذمہ داری ہے۔اس مبارک مقام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی مرکز بنایا اور اس کی اسلامی شناخت بیان فرمائی۔اسلامی شعائر میں سے یہ وہ مقدس امانت ووراثت ہے کہ اس ورثہ کی کنجیاں وصول کرنے کے لئے خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سینکڑوں میل کا سفر کر کے مدینہ منورہ سے القدس پہنچے۔

اب مسلمان اس امانت سے دستبردار ہو جائیں اور اس مبارک امانت کو ذلیل ورسوا اور گمراہ قوم کے حوالے کر دیں؟ ایسا نہیں ہوسکتا۔مسجد اقصیٰ اور سرزمین القدس کے ایک چپہ چپہ کو آزاد کرانا اہل ایمان کا فریضہ ہے۔اس مقدس مقام پر کسی دوسری قوم یا کسی دوسرے اہل مذہب کا مذہبی، قومی، سیاسی اور جغرافیائی اعتبار سے کوئی حق نہیں ہے۔

الحمد للہ ہر دور میں مسلمان ہر طرح سے القدس کا دفاع کرر ہے ہیں۔جان ومال کی قربانی دے کر، خاک وخون میں لت پت ہوکر، گھروں سے بے گھر، فدا وقربان ہوکر القدس کے ذرے ذرے کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔بہت سے عاشقان قدس عالمی سطح پر، میڈیا پر، اپنی آواز، قلم اور تحریر کے ذریعے بھی اس ایمانی فریضہ کو انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ

اقصیٰ کے مجاہدین، محافظین، دفاع کرنے والوں کو کامیاب وسرخرو فرمائے۔ شہدائے کرام کو اُن کی قربانیوں پر اللہ کریم درجات عالیہ عطا فرمائے اور اُن پر اپنا خصوصی فضل وکرم فرمائے، آمین

القدس کی حفاظت ونگہداشت ہر صاحب ایمان پر ایسا حق ہے جو واجب الاداء ہے۔ اِسی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر اس عاجز کو "القدس" کی محبت ویاد میں کچھ لکھنے کا خیال آیا اور حقیقت یہ ہے اس تحریر کے محرک ہمارے محترم دوست حافظ محمد عارف گھانچی صاحب حفظہ اللہ ہیں، جو سیرت سے خصوصی شغف اور عشق رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے توجہ دلائی کہ فلسطین اور القدس کے عنوان پر بہت کچھ تحریر ہو چکا، البتہ "خطہ فلسطین" کا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تعلق ہے۔ اس خطہ مبارکہ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش، آثار ومعالم کی تفصیل، اس موضوع پر کچھ تحریر کیا جائے۔ یوں اُن کی تحریک سے یہ تحریر تکمیل کو پہنچی۔

تحریر کا مقصد یہ ہے کہ ایک سچے مومن کے دل میں بیت المقدس کی کس قدر عظمت ہونی چاہئے اور مسلمانوں کو اس بارے میں کس قدر بیدار مغز اور حساس ہونا چاہئے۔ بعض اولیائے کرام کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء معمول کے طور پر مانگا کرتے تھے: اے اللہ! اگر آپ نے ہمارے جسموں کے لیے بیت المقدس کی فتح میں شرکت مقدر نہیں کی، تو ہماری روحوں کے لیے بیت المقدس کی فتح میں شرکت مقدر فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ہی جذبہ وعقیدت نصیب فرمائے، آمین۔

یہ تحریر میرے اساتذہ اور والدین کی دعاؤں وشفقتوں، میرے احباب کی محبتوں اور میرے تلامذہ کی کاوشوں سے پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس مشترکہ کاوش کو قبول فرمائے۔ اس تحریر میں ہر طرح سے معاونت کرنے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

مادرِ علمی اور جائے تصنیف جامعہ الصفہ سعید آباد کراچی اور جامع صدیق اکبرنئی آبادی کراچی کو اللہ تعالیٰ خوب ترقی عطا فرمائے اور عالم اسلام میں دین کی نشرواشاعت کا مرکز بنائے۔ جامعہ کے مؤسس ومدیر استاذی ومکرمی حضرت شیخ الحدیث مولانا قاری حق نواز صاحب دامت برکاتہم کے اس فیضان کو اللہ تعالیٰ تاقیامت آبادوشادر کھے۔آمین ثم آمین

عبدالمالک

جامعہ الصفہ سعید آباد کراچی

استدعا

اس عاجز کی عادت ہے کہ کسی کتاب یا تحریر سے استفادہ کرتا ہوں تو صاحبِ کتاب، صاحبِ تحریر کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ ہمارے محسن ہیں،ہم اُن کی محنت ومشقت سے تیار کی گئی تحریر سے فیض یاب ہورہے ہیں۔کبھی کبھی تو مطالعہ روک کر قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھ کر یا کچھ ذکراذکار کرکے اُن کے لئے ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔ مجھے بھی قارئین سے یہی اُمید ہے۔ تمام قارئین سے استدعا ہے کہ مطالعہ کرکے دعا ضرور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری، میرے اساتذہ، میرے والدین،اہل وعیال اور تمام اہل ایمان کی مغفرت فرمائے،آمین ثم آمین۔ کچھ منٹ نکال کر میرے لئے چند نیکیوں کا ایصالِ ثواب بھی ضرور کردیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر بہت عمدہ اجر عطا فرمائیں گے۔فجزاکم اللہ تعالیٰ۔

يدومُ الخط في القرطاس دهراً وَكاتبهُ رَميم في التراب

کاغذ پر لکھی ہوئی تحریز مانوں تک باقی رہتی ہے،مگر اُس کو لکھنے والا مٹی میں بوسیدہ ہو جاتا ہے۔

باب اوّل

تاریخ فلسطین، اجمالی خاکہ

تخلیق ارض قدس

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی ہے کہ: مکہ مکرمہ (خانہ کعبہ) وہ شہر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عظمت وحرمت بخشی ہے۔ زمین میں ابھی کچھ نہیں تخلیق ہوا تھا کہ فرشتوں نے اس (خانہ کعبہ، مکہ مکرمہ) کو گھیر لیا۔ پھر بیت اللہ کو مدینہ منورہ سے ملا دیا اور پھر مدینہ منورہ سے بیت المقدس کو ملا دیا۔ تقریباً ایک ہزار سال بعد باقی زمین کو تخلیق کیا گیا۔(۱)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس (حجاز و فلسطین) ابتدائے تخلیق سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ پھر جب زمین پر انسان بسیرا کرتا ہے تو بھی دونوں مقامات ایک دوسرے سے قریب قریب نظر آتے ہیں۔

تاریخی اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سرزمین ھند میں جنت سے نازل ہونے کے بعد مختلف اسفار میں مکہ مکرمہ اور بیت المقدس آتے جاتے رہے ہیں۔ مصطفیٰ مراد الدباغ نے ''بلادنا فلسطین'' کتاب میں سیدنا آدم علیہ السلام سے منسوب کئی مقامات ''خطہ فلسطین'' میں ذکر کیے ہیں:

''نابلس'' تعارف کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہاں ایک مقام ''مصلیٰ آدم'' سے مشہور ہے، یاقوت حموی نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ جبل نابلس پر ایک مقام ہے جس کے بارے میں مذکور ہے کہ یہاں آدم علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ نابلسی سیاح نے ۱۱۰۱ھ میں اس مقام کی زیارت کی ہے۔(۲)

فلسطین کے ساحلی شہر ''عکا'' میں بھی سیدنا آدم علیہ السلام سے منسوب ایک

چشمہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس چشمہ تک پہنچنے کے لئے ستائیس [۲۷] سیڑھیاں نیچے اُترنا پڑتا ہے۔ چشمہ کا نام ''عین البقر'' ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے یہ کنواں کھودا تھا اور اس کنویں سے ان کی گائے پانی پیتی تھی۔ اس لئے اس کا نام ''عین البقر'' ہے۔ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام یہاں کھیتی باڑی کرتے تھے۔ (۳)

حضرت آدم علیہ السلام کے مقام تدفین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ مسجد الخیف منیٰ میں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی تدفین بیت المقدس میں ہوئی ہے۔ (۴)

یہ سب تاریخی اقوال بتاتے ہیں کہ ابتداء سے ہی حجاز و فلسطین آپس میں مربوط اور جڑے ہوئے ہیں۔ اس پر کچھ گفتگو باب دوم میں بھی آرہی ہے۔

فلسطین میں انسانی آبادی

فلسطین کی تاریخ میں سب سے پہلے جس مقام پر انسانی آبادی کے آثار ملتے ہیں وہ ''اریحا'' (اس شہر کا تذکرہ آگے آرہا ہے) ہے، جہاں تقریباً سات ہزار قبل مسیح انسان نے قدم رکھا اور رہائش اختیار کی۔ لیکن وہ کون لوگ تھے؟ اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ البتہ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جزیرہ عرب کے شمال سے چند قبائل ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے، جن کو ''کنعانیین'' یا ''اموریین'' کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تقریباً چھ ہزار [۶۰۰۰] سال قبل مسیح یہاں رہائش اختیار کی۔ گویا کہ یہی لوگ اس سرزمین کے اوّلین واصلی باشندے ہیں۔

بعد ازاں مزید چند قبائل نے بحر متوسط کے جزائر خصوصاً ''کریت'' کو بھوک و افلاس اور فقر و فاقہ کی وجہ خیر آباد کہا۔ وہ لوگ ان جزائر سے نکلے، ان کا ارادہ مصر و شام

کے ساحلوں پر قیام کرنے کا تھا۔لیکن ''رمسیس الثالث''یعنی مصری بادشاہ ''رامسس سوم'' نے اُنہیں مصر میں قیام کی اجازت نہ دی، بلکہ انہیں جنوب فلسطین میں ایک علاقہ ''بلست'' کی طرف دھکیل دیا۔یہ لوگ ''بلست'' نام کی وجہ سے بلستینی سے مشہور ہوئے اور پھر یہ ''بلستین'' نام ''فلسطین'' میں تبدیل ہوگیا۔یہ نو وارد لوگ پھر آہستہ آہستہ اس علاقہ کے اصلی اور قدیم باشندوں ''کنعانیوں'' اور ''یبوسیوں'' سے قریب ہوگئے اور یہ سب آپس میں اس قدر گھل مل گئے کہ ان کا نسب وزبان کا کچھ امتیاز نہ رہااور سب ایک ہوگئے۔

آثاروتاریخ کی کتب اور مغربی لٹریچر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ارض فلسطین کے اصلی اور قدیم مالکان کنعانی اور یبوسی ہیں۔یہودیوں کا فلسطین کے اصلی باشندگان کی حیثیت سے کوئی نام ونشان نہیں ہے۔وہ صدیوں بعد یہاں آکر سکونت پذیر ہوئے۔لہٰذا یہودیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلسطین ہمارا اصلی وآبائی وطن ہے، یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔(۵)

فلسطین کے متعدد نام

اگر چہ اس علاقہ کا قدیم واصلی نام کنعانیوں کی نسبت سے ''ارض کنعان'' تھا، تاہم چند اور ناموں کا ذکر بھی ملتا ہے۔تاریخ فلسطین میں ''اسماء ھا'' عنوان سے چند نام لکھے گئے ہیں، ہم اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں:

چونکہ فلسطین یہ سوریا (شام) کا ہی حصہ رہا ہے۔اس لیے اس کا کوئی الگ نام نہیں رہا، البتہ یہاں آباد ہونے والے قبائل یا یہاں کی گھاٹیوں کی مناسبت سے اس

کے مختلف زمانوں میں مختلف نام رہے ہیں:

(۱)......ارض کنعان: یہ فلسطین کا سب سے پہلا رکھا گیا نام ہے۔ یہ کنعانیوں کی مناسبت سے رکھا گیا، جو یہاں سکونت پذیر تھے۔ یہ سامی لوگ تھے۔

(۲)......فلسطین: یونان اور رومان نے یہ نام رکھا۔ یہ نام بھی ان باشندوں کی مناسبت سے رکھا گیا، جنہوں نے یافا اور غزہ کے درمیان ساحل پر سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ اس وقت صرف اسی ٹکڑے کا نام فلسطیا، یا فلسطین تھا۔ بعد میں پورے علاقہ کو فلسطین کا نام دے دیا گیا۔

(۳)......ارض المیعاد: یہ نام یہودیوں نے مشہور کیا۔ ''میعاد'' وعدہ سے ہے۔ یہودیوں کا نظریہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں ہم سے اس زمین کا وعدہ فرمایا تھا کہ یہ زمین ہمیں ملے گی۔

(۴)......ارض المقدسہ: یہ نام مغرب کے مسیحی لوگوں نے مشہور کیا، کیونکہ یہ مقدس ہستیوں کی ولادت گاہ ہے۔ انبیاء ورسل اور مصلحین بھی اس خطہ کی زیارت کے لیے آتے رہے۔ مسلمانوں نے بھی اس کو ''ایلیاء القدس'' اور ''بیت المقدس'' کہا، کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مہد ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسراء (معراج) میں یہاں تشریف لائے۔(٦)

قدیم شام

''بلادِ شام'' جسے احادیثِ نبویہ میں شام کہا گیا ہے دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک بابرکت اور مقدس سرزمین ہے۔ احادیث مبارکہ میں جس خطہ ارضی کو

کے ساحلوں پر قیام کرنے کا تھا۔ لیکن ''رمسیس الثالث''، یعنی مصری بادشاہ ''رامسس سوم'' نے اُنہیں مصر میں قیام کی اجازت نہ دی، بلکہ انہیں جنوب فلسطین میں ایک علاقہ ''بلست'' کی طرف دھکیل دیا۔ یہ لوگ ''بلست'' نام کی وجہ سے بلستینی سے مشہور ہوئے اور پھر یہ ''بلستین'' نام ''فلسطین'' میں تبدیل ہوگیا۔ یہ نو وارد لوگ پھر آہستہ آہستہ اس علاقہ کے اصلی اور قدیم باشندوں ''کنعانیوں'' اور ''یبوسیوں'' سے قریب ہوگئے اور یہ سب آپس میں اس قدر گھل مل گئے کہ ان کا نسب وزبان کا کچھ امتیاز نہ رہا اور سب ایک ہوگئے۔

آثار و تاریخ کی کتب اور مغربی لٹریچر سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ارض فلسطین کے اصلی اور قدیم مالکان کنعانی اور یبوسی ہیں۔ یہودیوں کا فلسطین کے اصلی باشندگان کی حیثیت سے کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ وہ صدیوں بعد یہاں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ لہٰذا یہودیوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلسطین ہمارا اصلی وآبائی وطن ہے، یہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ (۵)

فلسطین کے متعدد نام

اگر چہ اس علاقہ کا قدیم واصلی نام کنعانیوں کی نسبت سے ''ارض کنعان'' تھا، تاہم چند اور ناموں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ تاریخ فلسطین میں ''اسماء ھا'' عنوان سے چند نام لکھے گئے ہیں، ہم اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں:

چونکہ فلسطین یہ سوریا (شام) کا ہی حصہ رہا ہے۔ اس لیے اس کا کوئی الگ نام نہیں رہا، البتہ یہاں آباد ہونے والے قبائل یا یہاں کی گھاٹیوں کی مناسبت سے اس

کے مختلف زمانوں میں مختلف نام رہے ہیں:

(۱)......ارض کنعان: یہ فلسطین کا سب سے پہلا رکھا گیا نام ہے۔ یہ کنعانیوں کی مناسبت سے رکھا گیا، جو یہاں سکونت پذیر تھے۔ یہ سامی لوگ تھے۔

(۲)......فلسطین: یونان اور رومان نے یہ نام رکھا۔ یہ نام بھی ان باشندوں کی مناسبت سے رکھا گیا، جنہوں نے یافا اور غزہ کے درمیان ساحل پر سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ اس وقت صرف اسی ٹکڑے کا نام فلسطیا، یا فلسطین تھا۔ بعد میں پورے علاقہ کو فلسطین کا نام دے دیا گیا۔

(۳)......ارض المیعاد: یہ نام یہودیوں نے مشہور کیا۔ ''میعاد'' وعدہ سے ہے۔ یہودیوں کا نظریہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں ہم سے اس زمین کا وعدہ فرمایا تھا کہ یہ زمین ہمیں ملے گی۔

(۴)......ارض المقدسہ: یہ نام مغرب کے مسیحی لوگوں نے مشہور کیا، کیونکہ یہ مقدس ہستیوں کی ولادت گاہ ہے۔ انبیاء ورسل اور مصلحین بھی اس خطہ کی زیارت کے لیے آتے رہے۔ مسلمانوں نے بھی اس کو ''ایلیاء القدس'' اور ''بیت المقدس'' کہا، کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مہد ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسراء (معراج) میں یہاں تشریف لائے۔(۶)

قدیم شام

''بلادِ شام'' جسے احادیثِ نبویہ میں شام کہا گیا ہے دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق ایک بابرکت اور مقدس سرزمین ہے۔ احادیث مبارکہ میں جس خطہ ارضی کو

شام کہا گیا ہے اس کی جغرافیائی حدود اس مملکت سے بہت وسیع ہیں جسے معاصر دنیا شام (Syria) کے نام سے جانتی ہے۔ موجودہ شام (Syria) 1946 میں فرانس کے قبضے سے آزاد ہونے کے بعد دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ اس سے پہلے شام کے نام سے موجود خطہ ارضی میں فلسطین، اسرائیل، موجودہ شام، اردن لبنان، سائپرس اور ترکی کا ایک صوبہ شامل تھا۔ اہل علم اور قدیم جغرافیہ دانوں نے ''بلاد شام'' کی حدود یوں بیان کی ہیں: طولاً (یعنی شمالاً جنوباً) فرات سے عریش مصر اور عرضاً (یعنی شرقاً غرباً) جبل طے سے بحیرۂ روم تک ہیں۔

شام و فلسطین میں عربوں کے قبائل

شام و فلسطین میں مختلف قومیں آباد تھیں۔ مثلاً: الآموریۃ، الکنعانیۃ، العربیۃ، آرامیۃ، اسرائیلیۃ (الیہود) کلدانی، رومانی، سوری، (آرامی، السریان) وغیرہ۔

عربوں کے متعدد قبائل شام و فلسطین کے علاقوں میں صدیوں سے آباد تھے۔ اس موضوع پر مصطفیٰ مراد الدباغ نے مکمل عنوان قائم کیا ہے: "القبائل العربیۃ التی استقرت فی فلسطین و مشارفھا قبل الاسلام" ان قبائل میں سے کچھ نے ان علاقوں میں حکومت بھی قائم کی۔

قوم ثمود، جن کا اصل علاقہ ''وادی القریٰ'' تھا، یہ علاقہ حجاز و شام کے درمیان واقع تھا۔ آج کل اس کا نام مدائن صالح ہے۔ ان کی ایک جماعت ۷۲۲ قبل مسیح کے ''السامرۃ، سبسطیۃ'' میں آکر آباد ہوئی۔ بعد کے زمانوں میں ''انباط'' اور ''حمسی'' میں ان کی آبادی رہی ہے۔ یہ علاقہ آج کل اُردن میں ہے۔ الشراۃ کے جنوب سے

حجاز کے شمال تک پھیلا ہوا ہے۔

جذامی قبیلہ کی ریاست ''فلسطین''

قحطانی قبیلہ کے بنو جذام کا ذکر فلسطین اور اس کے نواح میں بکثرت ملتا ہے۔ قوم ثمود کی ہلاکت کے بعد ''بنو جذام'' حسمی اور فلسطین و مصر اور حجاز کے درمیانی علاقوں میں آباد ہوئے۔ ظہور اسلام کے وقت ان کی آبادی معان، أیلۃ، العقبۃ، حسمی، وادی القریٰ، تبوک اور سیناء میں پھیلی ہوئی تھی۔ ان جذامیوں کی ایک اپنی ریاست بھی تھی، جس کے فرماں روا ''فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ'' تھے۔ ان کا تذکرہ باب دوم میں آرہا ہے۔ اس قبیلہ کا وفد مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اسلامی فتوحات میں اس قبیلہ کے متعدد افراد نے شرکت کی۔ جذام قبیلہ کی مختلف جماعتیں فلسطین و شام کے مختلف مقامات پر آباد تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں: عکا، غزہ، بیت جبرین، بیت زماراء، بلقاء، شوبک، اردن، جبارات، بلاد السبع، نابلس، سیناء۔ (۷)

بنولخم، تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قبیلہ

قحطانی قبائل میں سے ''عاملۃ'' بحرمیت کے جنوب مشرق میں آباد تھے۔ اسی طرح ''بنولخم'' یہ بھی جذام و عاملۃ کی طرح قحطانیوں میں سے ہیں۔ یہ شام، عراق اور فلسطین کے متعدد مقامات میں آباد تھے۔ بعد میں ان کے متعدد افراد فلسطین کے جنوب میں بحرمیت کے مغرب میں آکر پھیل گئے۔ ''لخمی'' قبیلہ کی شاخوں میں سے آج کل فلسطین میں متعدد قبائل آباد ہیں۔ ''المساعید'' غور میں، ''بنونبہان'' بئر السبع

میں، ''تمیمیون'' نابلس، الخلیل، بئر السبع اور الکرک میں آباد ہیں۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ ان کا تذکرہ مفصلاً اپنے مقام پر آئے گا۔

بنوکلب، دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا قبیلہ

بلاد شام میں جن عرب قبائل کی آبادی کا تذکرہ ملتا ہے، ان میں ایک نمایاں نام ''بنوکلب'' کا بھی ہے۔ یہ کلب بن وبرہ کی اولاد ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کی آبادی دومۃ الجندل، جوف، تبوک اور شام کے اطراف میں تھی۔ ان میں سے بنو عامر فلسطین کے علاقہ میں آباد تھے۔ نصرانیت کے زمانہ میں بنوکلب کے جو لوگ شام میں آباد تھے، وہ نصرانیت سے متاثر ہوئے۔ ''حارثہ کلبی'' زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا۔ فلسطین کے علاقہ ''بئر السبع'' میں ''عشیرۃ السراحین'' اور علاقہ ''الخلیل'' میں ''الھدیبات'' قبائل کا تعلق بھی بنوکلب سے ہے۔

اس کے علاوہ متعدد قبائل شام و فلسطین کے مختلف مقامات میں آباد تھے۔ چند کے نام یہ ہیں: القین، جرم بن ربان، ذبیان، بنو عذرہ، بنو ضبہ، بنو بہراء۔ صحابی مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا تعلق ''بنو بہراء'' قبیلہ سے تھا۔ (۸)

ظہور اسلام کے بعد فلسطینیوں کی اکثریت مسلمان ہوگئی تھی اور وہاں کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان بھی عربی زبان بن گئی۔ ۱۵ھ سے لے کر تادم تحریر فلسطین کی ایک ہی شناخت اسلام رہی ہے اور تاریخ کے اس طویل ترین عرصے میں اسلام کے علاوہ ان کی اور کوئی شناخت نہیں رہی۔ فلسطین کی مکمل فتح کے بعد کئی عرب

قبائل وہاں پر سکونت پذیر ہو گئے۔ غیر عرب لوگ بتدریج عرب قبائل میں ضم ہو گئے اور کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ خطہ مکمل طور پر ایک عرب علاقہ میں تبدیل ہو گیا۔

جغرافیہ فلسطین

فلسطین کا رقبہ ۲۷۰۰۹ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ مغربی ایشیا میں واقع ہے۔ بلادشام کا جنوبی حصہ ہے۔ اس کے مغرب میں بحرابیض متوسط، شمال میں لبنان، مشرق میں اُردن اور جنوب مغرب میں مصر واقع ہے۔ فلسطین ایک طرف براعظم افریقہ اور ایشیا کے درمیان پل کا کام کرتا ہے تو دوسری طرف براعظم یورپ کے انتہائی قریب واقع ہے۔ فلسطین کے شمالی علاقے جو کہ لبنان اور شام کی سرحدوں سے ملتے ہیں، کوہستانی ہیں اور جس قدر شمال سے جنوب کی طرف جائیں تو پہاڑی سلسلے کا خاتمہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ فلسطین کے جنوب میں ''نقب'' نامی وسیع صحرا ہے جو کہ صحرائے سینا سے متصل ہے۔ مکہ مکرمہ سے اس کا فاصلہ تقریباً تیرہ سو [۱۳۰۰] کلومیٹر ہے۔ (۹)

بیت المقدس، ارض مقدس

اس ارض مقدس کا مشہور اور قدیم شہر ''بیت المقدس'' ہے جسے ''القدس'' اور ''یروشلم'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر دو حصوں میں منقسم ہے: ایک پرانا شہر ہے، دوسرا نیا شہر ہے۔ پرانے شہر کے چاروں طرف اُونچی دیواروں کا احاطہ ہے اور اسی شہر میں تمام مقدس مقامات پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ احادیث میں شام سے مراد بلادِ شام ہے کہ جس میں موجودہ شام کے علاوہ فلسطین اردن اور لبنان بھی شامل ہے لیکن اس پورے خطہ میں فلسطین میں بیت المقدس اور موجودہ شام میں دمشق کی اہمیت وفضیلت نصوص

میں بطور خاص منقول ہے۔

بیت المقدس کا محل وقوع یہ ہے: بحر ابیض متوسط سے ۵۲ کلومیٹر، بحر میت سے ۲۲ کلومیٹر اور بحر احمر سے ۲۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ (۱۰)

بیت المقدس کے متعدد نام ہیں: مدینۃ السلام (Urusalim)، یہ سب سے قدیم نام ہے۔ جو یہاں کے قدیم و اصلی باشندوں "عرب کنعانیوں" نے استعمال کیا۔ اس کی نسبت "سالم"، یا "شالم، شالیم" کی طرف ہے۔ بعد کی آنے والی قوموں نے اس نام میں تغیر کیا: چنانچہ "اکادیوں" نے اس کا نام "اوروسالم (Urusalim)" یہودیوں نے "یروشالایم، اور شلیم (Yerushalayim)" یونانیوں نے (Hierosolyma) اور مغرب نے (Jerusalem) بنا دیا۔ اس کے علاوہ مدینۃ یبوس، مدینۃ داؤد، مدنیۃ ایلیا کا بیتولینا (ایلیا)، القدس، القدس الشریف بھی اس کے نام ہیں۔ (۱۱)

تاریخ اسلامی میں یہ "بیت المقدس" سے متعارف ہے۔ اس کے معنی ہیں: مقدس مکان جو مقدس ہستیوں انبیاء کرام علیہم السلام کا مسکن، جہاں گناہوں سے پاکی حاصل کی جاتی ہے، جہاں شرک، بت پرستی سے طہارت حاصل ہوتی ہے۔ (۱۲)

"ارض قدس" ازل سے مقدس ہے

ارض مقدس سے مراد ارض مطہر "پاک وصاف سرزمین" ہے یعنی یہ شرک و کفر کی نجاست سے پاک ہے۔ سرزمین فلسطین کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے "ارض مقدس" کا وصف دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِيْن. (۱۳)

اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ، جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے، اور اپنی پشت کے بل پیچھے نہ لوٹو، ورنہ پلٹ کر نامراد ہو جاؤ گے۔

اس آیت نے واضح کر دیا کہ ارض قدس کی برکت و تقدس ازل سے ہے، کیونکہ اس تقدس کی بنیاد المسجد الاقصیٰ اور الصخرۃ المشرفۃ (قبلہ اوّل کی چٹان) ہے اور یہ دونوں چیزیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کی ہیں۔ ہیکل کی تعمیر سے پہلے کی ہیں۔ بیت لحم اور اس میں موجود عیسائیوں کے کنیسۃ القیامۃ سے پہلے کی موجود ہیں۔

اس سے یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہو گیا کہ ارض قدس کو ہیکل اور کنیسۃ القیامۃ کی وجہ سے تقدس واحترام حاصل ہوا۔ نیز یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ المسجد الاقصیٰ کے حقیقی وارث اور مستحق اہل ایمان ہیں، نہ کہ یہود و نصاریٰ، کیونکہ ان کے عبادت کے مراکز تو بہت بعد کی تعمیر و ایجاد ہیں۔

سرزمین انبیاء کرام علیہم السلام

بیت المقدس مہبط وحی اور انبیائے کرام کا وطن ہے۔ اسی وجہ سے اس کو انبیاء کی سرزمین کہا جاتا ہے۔ القدس میں سب سے پہلے انسان سیدنا آدم علیہ السلام کی آمد کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً متعدد انبیاء کرام یہاں پیدا ہوئے۔ اسی سرزمین کو اُنہوں نے اپنا مسکن بنایا۔ بہت سے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے علاقوں سے بھی ہجرت کر کے یہاں آ کر مقیم ہوئے۔ جن میں نمایاں نام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا

ہے۔ان کے نام سے منسوب ''الخلیل'' علاقہ ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کو انبیاء کرام علیہم السلام نے بنایا۔انبیاء کرام علیہم السلام نے یہاں سکونت رکھی۔یہاں ایک بالشت جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کسی نبی نے نماز ادا نہ کی ہو یا کسی فرشتہ نے قیام نہ کیا ہو۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیت المقدس کو انبیاء کرام علیہم السلام نے بنایا اور تعمیر کیا۔یہاں بالشت برابر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کسی فرشتہ یا نبی کی پیشانی نہ لگی ہو۔(لہٰذا آپ بھی یہاں سجدہ کریں) ہوسکتا ہے کہ آپ کی پیشانی بھی کسی نبی یا فرشتہ کی پیشانی والے مقام پر لگ جائے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام ارض قدس میں

جب ابراہیم علیہ السلام نے محسوس فرمایا کہ ان کی نصائح سے قوم استفادہ نہیں کررہی، بلکہ قوم ان کے قتل کے درپے ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ارض مبارکہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔اس ہجرت میں ان کے ساتھ ان کے بھتیجے سیدنا لوط علیہ السلام بھی تھے۔اُنہیں ''ارض مبارکہ'' (فلسطین واُردن) کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔

''مصطفیٰ مرادالدباغ'' لکھتے ہیں:

ابراہیم علیہ السلام کا اصلی وطن عراق میں شہر ''آور Ur'' تھا۔وہاں سے اُنہوں نے ہجرت کی۔اس ہجرت کا زمانہ ۱۸۰۵ قبل مسیح ہے۔ان کے ساتھ ان کی اہلیہ سارہ، بھتیجے لوط علیہ السلام اور ان کی اہلیہ تھے۔انہوں نے کچھ عرصہ ''حاران'' میں قیام فرمایا۔یہ دمشق سے شمال مشرق میں ۲۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔وہاں سے چل کر کچھ عرصہ شکیم ''نابلس'' میں ٹھہرے۔بعدازاں فلسطین کے جنوبی حصہ غزہ اور الخلیل

کے درمیان ''بئر السبع'' میں آکر سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں اُنہوں نے کنواں کھودا اور مسجد بنائی۔ جو فلسطین کی قدیم مسجد شمار ہوتی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیت ایل، الخلیل دوسرے مقامات پر بھی مساجد بنائیں۔ یوں فلسطین چار ہزار سال سے توحید کا مرکز رہا ہے اور خلیل اللہ علیہ السلام یہاں دعوت توحید کا پرچار کرتے رہے۔ (۱۴)

سفرِ ہجرت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مصر کے ایک جابر وظالم بادشاہ سے واسطہ پڑا۔ وہ خلیل اللہ علیہ السلام کی اہلیہ سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا پر غلط نیت سے تسلط کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے ذلیل ونا کام کردیا۔ (قصہ تفصیلاً صحیح بخاری میں موجود ہے) تو اس بادشاہ نے ایک باندی ''سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا'' ابراہیم علیہ السلام کو دی۔ اُس نے اسلام قبول کیا اور ابراہیم السلام نے ان سے شادی کرلی۔ اِسی زوجہ کے بطن سے اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے۔

''سدوم'' میں سیدنا لوط علیہ السلام کی بعثت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے بھی ہجرت کی۔ دونوں پیغمبروں کی ارض قدس کی طرف ہجرت کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے:

وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطاً إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ. (۱۵)

ہم نے ان کو (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور حضرت لوط علیہ السلام کو نجات دی ایک ایسی سرزمین کی طرف، جس میں ہم نے تمام جہاں والوں کے لیے برکت رکھ دی ہے۔

اس آیت مبارکہ کے الفاظ ''العالمین'' سے واضح ہوتا ہے کہ سرزمین فلسطین و شام کی برکات کسی خاص جماعت، قوم یا مذہب کے ماننے والوں کے لیے نہیں ہیں،

جیسا کہ یہود کا یہ خیال ہے کہ اس سرزمین کی برکات صرف یہود کے لیے مخصوص ہیں، بلکہ اس سرزمین کی برکت تمام اقوام، مذاہب اور جماعتوں کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو فلسطین سے مشرق میں بحرمیت کے قریب سدوم علاقہ کے لوگوں کو دعوت دینے کے لئے مبعوث فرمایا۔

شہر ''سدوم'' بحیرہ میت کے جنوب میں آباد تھا۔ اس کے قریب ''عامورہ'' نامی ایک بڑا شہر تھا۔ اس علاقے کو کتب سابقہ میں ''موآب'' بھی کہا گیا ہے۔ جبکہ تلمود کے مطابق سدوم اور عمورہ (Sodom and Gomorrah) کے علاوہ اس علاقے میں اور بھی چار بڑے شہر تھے۔ انہی میں سے ایک شہر ''ضُغر'' یا ''ضوغر'' تھا۔ جہاں سیدنا لوط علیہ السلام بعد میں قیام پذیر رہے۔ بائبل میں اس قوم کا صدر مقام ''سدوم'' بتایا گیا ہے۔ قرآن نے اَلْمُؤْتَفِکَاتُ بِالْخَاطِئَةِ (عذاب کے باعث الٹا دیے گئے شہر) کہا ہے۔ بحیرہ مردار کے جنوبی کنارے پر جہاں ''ضُغر'' واقع تھا وہاں آج کل ''غور الصافی'' نامی قصبہ آباد ہے۔ اس سے تقریباً ۳۰ کلومیٹر مشرق میں ''الکرک'' واقع ہے۔ جو صلیبی جنگوں کے زمانے میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ بحرمیت کے مغرب میں فلسطین کا مغربی کنارا اور مشرق میں اردن واقع ہے۔ اس جگہ سے بیت المقدس اٹھارہ بیس میل سے زیادہ نہیں ہے۔ قرآن کریم کی زبان میں یہ علاقہ اس سبیل مقیم عام شاہرہ، جانی پہچانی اور مستعمل گزر پر تھا جہاں سے اہل مکہ اپنے تجارتی قافلے لے کر گزرتے تھے۔ تفسیر طبری میں ہے:

وقد كانت قريش تمر سدوم والبحر الميت في طريقها للتجارة إلى الشام فهي ظاهرة واضحة ولهذا قال سبحانه وتعالىٰ: وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ

عَلَيۡهِم مُّصۡبِحِيۡنَ۔

قریش مکہ سدوم اور بحر میت سے گزرتے ہوئے تجارت کے لئے شام جاتے تھے۔تو یہ مقام اُن کے لئے واضح تھا،اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(اے اہل مکہ!)تم ان (بستیوں) پر سے گزرا کرتے ہو،(کبھی) صبح ہوتے اور (کبھی) رات کے وقت۔(۱۶)

اردن کے شہر''الکرک'' کے قریب قصبہ''غور الصافی'' کے علاقہ میں ایک غار بھی سیدنا لوط علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہ اس غار میں اُنہوں نے پناہ لی تھی۔

سیدنا لوط علیہ السلام کی قبر

''سدوم'' والوں نے پیغمبر خدا کی بات سے انکار کیا تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔قوم پر عذاب نازل ہونے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام اور ان پر ایمان والے اصحاب فلسطین کے علاقہ''الخلیل'' کے مشرق میں''الخلیل'' سے آٹھ[۸] کلومیٹر کی مسافت پر واقع''بنی نعیم (قدیم نام،کفر بریک)''میں سکونت پذیر ہوئے۔یہاں کی مسجد جامع میں لوط علیہ السلام کی قبر مبارک ہے۔(۱۷)

اس مسجد میں اس وقت ایک کتبہ لگا ہوا ہے،جس پر لکھا ہوا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم جدد عمارة مقام النبى لوط عليه السلام السلطان الملك الظاهر برقوق خلد الله ملكه۔

الخلیل سے جنوب مشرق میں تین میل کے فاصلے پر ایک مسجد''مقام یقین'' کے نام سے بھی موجود ہے۔مشہور ہے کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام نے (یا لوط علیہ السلام نے) عذاب شدہ بستیوں کو اُوپر ہوا میں اُلٹ پلٹ ہوتا دیکھا تو فرمانے لگے:اشھد

ان ھـذا ھو الحق الیقین ...... میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حق اور یقین ہے۔ یہاں بعد میں مسجد بنادی گئی، جو ''مسجد الیقین'' یا مسجد الیاقین سے مشہور ہے۔ مسجد کے بانی کا نام ایک قول کے مطابق ابوبکر الصباحی دوسرے قول کے مطابق محمد اسماعیل الصباحی ہے۔ مسجد کی تعمیر ۳۵۲ھ 963ء ہے۔

اسماعیل علیہ السلام فلسطینی کی ولادت

یہ ۱۹۴۷ قبل مسیح کی بات ہے جب ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر کے مختصر افراد کے ساتھ ''الشمیلۃ'' میں مقیم تھے۔ یہ مقام ''عسلوج'' سے جنوب مغرب میں ہے۔ ''عسلوج'' کا محل وقوع ''بئر السبع'' سے ''العوجا'' والے راستے پر اکتیس [۳۱] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی، جو فلسطین اور عرب کے درمیان، فلسطین اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دائمی وسیلہ بنے۔ (۱۸)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مقام ولادت میں کچھ اور اقوال بھی ہیں، لیکن یہ بات اتفاقی ہے کہ وہ ''فلسطینی'' ہیں۔ فلسطین میں پیدا ہوئے ہیں۔

آج کل عسلوج آباد نہیں ہے۔ البتہ قدیم نقشوں میں عسلوج یا عصلوج لکھا ہوا ملتا ہے۔ موسوعۃ القریٰ الفلسطینیۃ میں لکھا ہے کہ 1945 میں اس کی آبادی کا تخمینہ تقریباً پانچ سو [۵۰۰] افراد تھا۔ مسلح صہیونی تنظیموں نے 12/26/1948 کو اس گاؤں کو مسمار کر کے وہاں کے لوگوں کو بے گھر کر دیا۔

''جرار'' میں اسحاق علیہ السلام کی ولادت

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دوسری اہلیہ محترمہ سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے ہاں

اولاد نہیں تھی۔ وہ اس سلسلہ میں پریشان رہتی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بیٹے کی بشارت دی۔یہ بشارت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے تقریباً تیرہ سال بعد ۱۸۰۷ قبل مسیح میں سنائی گئی۔اس وقت سیدنا ابرہیم علیہ السلام ''الخلیل'' علاقہ میں ایک درخت کے نیچے خیمہ نصب کرنے میں مصروف تھے۔چنانچہ کچھ عرصہ بعد بشارت کی تکمیل ہوئی اور سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ''جرار'' میں قیام پذیر تھے۔یہ جگہ ''تل جمہ'' پر واقع تھی۔(قدیم نقشوں میں تل جمہ لکھا ہوا ملتا ہے)۔یہ مقام وادی غزہ سے جنوب مشرق میں ۲۵ کلومیٹر جبکہ ''بئر السبع'' سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔بعض حضرات نے بھی لکھا ہے کہ اسحاق علیہ السلام کی ولادت ''بئر السبع'' میں ہوئی۔(۱۹)

الخلیل شہر، حرم ابراہیمی

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کے جس علاقہ میں زیادہ وقت گزارا، اُس کا نام آج کل ''الخلیل'' ہے۔الخلیل کو ''حرم'' بھی کہا جاتا ہے۔مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد الاقصیٰ کے بعد مسلمانوں کے ہاں یہ چوتھا مقدس مقام ہے۔آج کل یہ علاقہ اسرائیل کے زیر تسلط ہے۔شہر الخلیل کا نام ''حبرون'' بھی ہے۔یہاں کا مقدس مقام ''المسجد الابراہیمی'' ہے۔گوگل میپ پر یہ مسجد ''Ibrahimi Mosque'' نام سے محفوظ ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ یہ مسجد مسلمان اور یہودی دونوں میں تقسیم ہے۔ایک حصہ مسلم مسجد ہے اور ایک حصہ یہودی معبد ہے۔مسجد کے چاروں طرف بڑے پتھروں سے بنی ہوئی ایک عظیم دیوار ہے۔اس ٹکڑے کو ''حرم ابراہیمی'' سے تعبیر کیا

جاتا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ ''حرم'' یہاں احترام ومحترم کے معنی میں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم ہے، جہاں غیر مسلموں کا داخلہ منع، شکار، جنگ وقتال کی اجازت نہیں ہے وغیرہ۔

مصنف ''بلادنا ھذہ فلسطین''، مصطفیٰ مراد الدباغ نے اپنی کتاب کی مکمل ایک جلد ''الجزء الخامس، القسم الثانی'' اس علاقہ کے تعارف پر لکھی ہے اور اس جلد کا نام رکھا ہے ''فی دیار الخلیل، خلیل الرحمٰن'' یہ جلد ۴۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف اس علاقہ کے لئے بلاد خلیل اللہ، دیار خلیل اللہ، دیار خلیل الرحمٰن استعمال کرتے ہیں۔ ''حرم الابراہیمی الشریف'' کا نام بھی دیا ہے۔ اس علاقہ میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام اور مختلف شہداء صحابہ رضی اللہ عنہم، حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ اور بہت سے تابعین و صلحاء کی قبریں ہیں۔ فلسطین میں ''بیت المقدس'' کے بعد یہ دوسرا مقدس علاقہ ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام الخلیل کے ایک علاقہ ''رامۃ الخلیل، حرم رامۃ الخلیل'' میں بھی قیام پذیر رہے ہیں۔ جو آج کل کھنڈرات کی شکل میں ویران پڑا ہے۔ یہ مقام الخلیل کے شمال میں کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر، القدس راستے سے چار سو [۴۰۰] میٹر مشرق کی طرف واقع تھا۔ اس مقام پر سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کو فرشتوں نے سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔ اسی مقام پر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا بچپن گزرا ہوگا۔ یہ ان کے بچپن کے کھیل کود کی جگہ، نشو ونما کا مقام، یہاں کی آب وہوا، چشموں اور شادابی میں وہ پروان چڑھے۔ بعد ازاں والدہ کے ساتھ حجاز کی طرف ہجرت کر گئے۔ ''رامۃ'' کا ذکر صاحب معجم البلدان نے بھی کیا ہے اور اس کو ''مقام ابراہیم الجلیل علیہ السلام'' کہا ہے۔ اس جگہ کو متعدد ناموں سے ذکر کیا جاتا ہے:

''بُرحرم الخلیل، رامۃ الخلیل، تربینتس''۔(۲۰)

''بلدۃ الخلیل hebron-city. ویب سائٹ'' میں لکھا ہے: رامۃ الخلیل...... قدیم ترین اوراہم ترین تاریخی مقامات میں سے ہے، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کنعانی گاؤں ''تـــربینتـــس'' کا مقام ہے۔کھدائی سے ہمارے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کے دور کے نوادرات کی موجودگی کا بھی اشارہ ملتا ہے۔اس مقام پر ملنے والے پتھر مسجد ابراہیمی کی تعمیر میں استعمال ہونے والے پتھروں سے ملتے جلتے ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں رہتے تھے۔قسطنطین کبیر کے دور میں یہاں بھی ایک گرجا گھر بنایا گیا تھا۔کھدائی سے پتہ چلتا ہے اس چرچ کی جنوبی دیوار۶۴ میٹر لمبی اور مغربی دیوار ۵۰ میٹر لمبی تھی۔اس جگہ میں پتھر سے بنایا گیا ایک کنواں بھی تھا، جس کے کچھ حصے ابھی تک موجود ہیں۔(۲۱)

سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کو''الخلیل'' (قدیم نام، کہف البطار کہتہ، مغارۃ المکفیلۃ ہے) میں دفن کیا۔یہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عفرون نامی ایک شخص سے خریدی تھی تاکہ اپنی اہلیہ کی قبر بنائیں۔بعد میں یہ جگہ ان کے خاندان کا مقبرہ بھی بنی ۔سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو کنعانی عورتوں سے نکاح کیا اوران سے تیرہ بچے پیدا ہوئے۔اسحاق علیہ السلام نے اپنے چچا کی بیٹی''رفقۃ'' سے نکاح کیا جو اپنے خاندان کے ساتھ''حاران'' نامی علاقے میں روئی بنتی تھی۔ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو اُن کے بیٹوں اسماعیل اوراسحاق علیہما السلام نے ان کو''المکفیلۃ'' میں دفن کیا۔(۲۲)

قبر ابراہیم علیہ السلام

شام و فلسطین میں مختلف مقامات میں مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور مبارکہ ہیں۔ اگر چہ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور مبارکہ کی تعیین میں مختلف اقوال ملتے ہیں، تاہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کا ''الخلیل'' میں ہونا یقینی ہے، جس طرح ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا مدینہ منورہ میں ہونا یقینی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) جنوری 2019ء میں القدس گئے تھے۔ الخلیل شہر میں گئے۔ الخلیل اور قبور انبیاء کرام علیہم السلام کا منظر بیان کرتے ہیں:

''الخلیل''، جس کو یہودی ''حبرون'' کہتے ہیں۔ بیت المقدس سے یہاں کا فاصلہ تقریباً دو گھنٹے ڈرائیونگ کا ہے۔ اس کو ''حرم ابراہیمی'' بھی کہتے ہیں، کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر مبارک یہیں ہے۔ مقبرہ کا کافی بڑا احاطہ ہے اور اسی میں وسیع و عریض مسجد بھی ہے۔ یہ احاطہ قلعہ نما شکل میں پتھر کی دیواروں کا ہے۔ پہلے مسجد میں دو رکعت نفل ادا کی گئی۔ پھر سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر حاضری ہوئی۔ اس قبر پر لوہے کی جالی اور گلاس کی دیوار کا احاطہ ہے۔ ایک جانب جدھر قبر کا زیادہ حصہ ہے، وہ مسلمانوں کے زیر تولیت ہے اور دوسری طرف یہودی زیارت کرتے ہیں۔ چوں کہ یہاں اکثر مسلمانوں کا یہودیوں سے ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے، اس لیے دونوں کے حصے الگ کر دیے گئے ہیں، تا کہ تصادم کی نوبت نہ آئے، اسی مسجد میں حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت رفقہ سلام اللہ علیہا کی قبریں ہیں، جو حصہ یہودی غاصبوں کے قبضہ میں ہے اور جس میں مسلمانوں کے جانے پر پابندی

ہے، اس میں حضرت یعقوب، حضرت یوسف اور حضرت یوسف کی والدہ لیا (علیہم السلام) کی قبریں ہیں۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اوران کی اہلیہ کی قبروں پراور جن قبروں پر مسلمانوں کو جانے سے روک دیا گیا ہے، ان پر دور ہی سے فاتحہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مسجد خلیل کے ایک طرف مسلم آبادی ہے اور دوسری طرف یہودی آبادی، اس لیے برابر ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں ساری دکانیں بند، سڑکیں ویران اور اسرائیلی فورس کی بڑی تعداد نظر آئی۔ یہاں سے بیت المقدس واپس جاتے ہوئے راستہ میں حضرت شمعون علیہ السلام کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، جو بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔(۲۳)

حافظ عبد الاعلیٰ درانی (برطانیہ) جو 2015ء میں ارض قدس کے سفر پر گئے تھے، لکھتے ہیں:

''مسجد ابراہیمی میں سلطان اسلام حضرت صلاح الدین ایوبی نور اللہ مرقدہ کا بنایا ہوا منبر، بالکل اصلی حالت میں موجود ہے۔ روایت کے مطابق سلطان صلاح الدین ایوبی نے بڑی بڑی تین مساجد کے لئے تین منبر بنوائے تھے۔ ایک منبر مسجد اقصیٰ میں رکھا گیا اور دوسرا اسی مسجد ابراہیمی میں اور تیسرا دمشق کی جامع مسجد میں۔ مسجد اقصیٰ میں موجود منبر 1969ء تک نوسو[۹۰۰] سال تک علماء وخطباء کے زیر استعمال رہا۔ پھر ایک بدبخت یہودی نے اسے آگ لگادی اور وہ جل گیا۔ وہ اسی حالت میں مسجد اقصیٰ کے پہلو میں موجود ہے۔ باقی دونوں منبر سلامت ہیں۔ یہ منبر چودہ فٹ اُونچا ہے اور تاریخ کا عجوبہ ہے کہ اتنے بڑے منبر کو بغیر کسی کیل کے یا گلو کے بنایا گیا ہے۔ اگر اس میں کوئی کیل استعمال کیا گیا ہوتا یا گلو لگائی گئی ہوتی تو اب تک

اکھڑ چکا ہوتا۔ مگر نو صدیوں سے یہ منبر پوری آب وتاب کیساتھ موجود ہے۔"(۲۴)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو تعویذ (اصل قبر پر بنائی گئی قبر) دکھائی دیتا ہے، وہ دراصل علامتی قبر ہے اور یہاں مدفون انبیائے علیہم السلام اور ان کی ازواج کی اصل قبور ایک غار میں تقریبا 40 فٹ کی گہرائی میں ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں اور مقامی اسلامی وقف کی جانب سے غاروں میں موجود ان قبور کو ان معززترین ہستیوں کے احترام کی وجہ سے مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ البتہ ایک چھوٹی سی جالی کے ذریعے نیچے غار کو دیکھا جا سکتا ہے۔ یہودی عقیدے میں اس مقام کو Cave of Patriarchs کہا جاتا ہے۔

یعقوب (اسرائیلؑ) علیہ السلام کی ولادت

اسحاق علیہ السلام اپنے والد کی وفات کے بعد فلسطین کے جنوبی حصے میں رہنے لگے۔ اور راجح یہ ہے کہ "عین مویلح" جو تقریبا "بئر السبع" سے جنوب مغرب میں پچاس میل کی مسافت پر تھا، وہاں اُنہوں نے سکونت اختیار کی۔ اسی مقام پر ان کے بیٹے یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے، جن کا لقب اسرائیل تھا اور اسی سے پھر ان کی اولاد بنی اسرائیل سے مشہور ہوئی۔ یعقوب علیہ السلام پھر اس کے بعد "حاران" کے علاقے میں گئے اور وہاں کافی مدت تک قیام فرمایا اور وہیں پر نکاح کیا۔ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ یہ سارے بیٹے سوریہ (شام) میں پیدا ہوئے سوائے بنیامین کے کہ وہ بیت لحم کے راستے میں پیدا ہوئے، جب یہ لوگ "حاران" سے ارض کنعان واپس آ رہے تھے۔ بنیامین اور ان کے بھائی یوسف علیہ السلام کی والدہ کا نام

''راحیل'' تھا، جو بنیامین کی ولادت کے بعد القدس کے راستے میں انتقال کر گئیں۔ ان کی قبر بیت لحم سے شمال کی طرف ایک میل کے فاصلے پر ہے۔(۲۵)

موجودہ محل وقوع کے اعتبار سے یہ مقبرہ، القدس اور الخلیل کو ملانے والے روڈ پر واقع ہے، جہاں سے بیت لحم میں شمالی طرف سے داخل ہوتے ہیں۔ وکی پیڈیا میں یہ مقام مسجد بلال بن رباح اور قبر راحیل، یا قبۃ راحیل ناموں سے محفوظ ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بھی تعمیر فرمائی اور اس کی وجہ سے پھر بیت المقدس آباد ہوا۔

نابلس میں ''جامع حزن یعقوب''

حضرت یعقوب علیہ السلام جب فلسطین واپس آئے تو نابلس (شکیم) میں قیام فرمایا۔ یہاں کے رئیس سے زمین خرید کر اپنا خیمہ (گھر) بنایا۔ یہاں ایک کنواں ''بئر یعقوب'' ان کی طرف منسوب ہے کہ یہ کنواں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کھودا تھا۔ یہ کنواں بعد میں ''بئر السامریۃ'' سے معروف ہوا۔(۲۶)

نابلس کی ''جامع الخضراء'' کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں یعقوب علیہ السلام کا گھر تھا۔ یہاں ایک غار (مغارۃ) ہے جس کے بارے میں لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی ولادت یہاں ہوئی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کا مقام ولادت بئر السبع سے جنوب مغرب میں ہے۔ مسجد الجامع میں ایک مقام ''خلوۃ المحزون'' کے نام سے معروف ہے، اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بیٹے یوسف علیہ السلام کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ محزون و

غمگین ہوئے۔ یہ مقام مسجد جامع کے جنوب مغرب میں ہے۔اس مقام اور واقعہ کی وجہ سے اس مسجد کو ''جامع حزن یعقوب'' بھی کہا جاتا ہے۔(۲۷)

مسجد کے چاروں طرف باغات اور گھنے درخت ہیں۔اردگرد کے علاقے کی مسلسل ہریالی کی وجہ سے اس کو ''جامع الخضراء'' (سبز مسجد) کہا جاتا ہے۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کی یادگاریں

''جامع الخضراء'' حضرت یعقوب علیہ السلام کی یادگار ہے۔اس کے علاوہ بھی ان سے چند یادگار منسوب ہیں:

✦......نابلس کے محلّہ ''الحبلۃ'' میں ایک مسجد ''جامع الانبیاء'' ہے۔کہا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے بعض یہاں مدفون ہیں۔مسجد کی غربی جانب کمرہ میں ایک قبر ہے، جس پر لکھا ہوا بھی ہے: ھذا ضریح اسیادنا انبیاء اللّٰہ الکرام من اولاد یعقوب وھم ......(آگے ان کے نام لکھے ہوئے ہیں) واللہ اعلم، اولادِ یعقوب علیہ السلام کی اس مقام پر تدفین کی کہاں تک حقیقت ہے۔

✦......فلسطین کے ضلع ''جنین'' کے جنوب مغرب میں تیرہ [۱۳] کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی ''عرابۃ'' ہے۔عرابۃ کے مشرق میں تین کلومیٹر کے فاصلے پر ایک ٹیلہ ''حفیرۃ عرّابۃ'' ہے۔اسی مقام سے شمال سے جنوب، سیناء مصر کی طرف جانے والا راستہ گزرتا ہے۔اس مقام پر کنویں ہیں۔ان میں سے ایک وہ کنواں بھی ہے، جہاں یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ڈالا تھا۔(۲۸)

✦......''سیلۃ الضھر'' جنین کے مغرب میں تیئیس [۲۳] کلومیٹر کے فاصلے

پر ہے۔ ’’سیلۃ‘‘ کے شمال میں دو کلومیٹر کے فاصلے پر ’’خربۃ لاوی‘‘ مقام میں حضرت لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی قبر ہے۔ ’’خربۃ لاوی‘‘ کو ’’النبی لاوین‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔ (۲۹)

’’بلاطۃ‘‘ میں یوسف علیہ السلام کی تدفین

نابلس کے مشرق میں تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس کی شہرت قبر یوسف علیہ السلام کے حوالے سے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات مصر میں ہوئی۔ بنواسرائیل نے ان کے جسد مبارک کو حنوط (دوائی، کیمیکل) لگا کر ایک تابوت میں محفوظ رکھ دیا۔ جب وہ مصر سے واپس ہوئے تو یہ تابوت بھی ساتھ لائے اور حضرت یوسف علیہ اسلام کے جسد مبارک کی نابلس کے نواح میں ’’بلاطۃ‘‘ بستی میں ان کی تدفین کی۔ اگر چہ مؤرخین اس بات کے قائل ہیں کہ مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک بلاطۃ میں لاکر دفنایا گیا۔ لیکن مشہور یہ ہے ان کی قبر مبارک الخلیل میں ہے۔ تو ہوسکتا ہے اوّل تو ان کی تدفین بلاطۃ میں ہوئی بعد میں انہیں الخلیل منتقل کیا گیا۔ (۳۰)

حلحول میں ’’مقام یونس علیہ السلام‘‘

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سرزمین موصل کے ایک شہر ’’نینوا‘‘ کی طرف نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ قوم کی نافرمانی کی وجہ سے وہ قوم کو چھوڑ کر چلے گئے اور سمندر کے سفر پر روانہ ہوئے۔ پھر مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ بعد میں وہ مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے۔ اس سلسلہ میں فلسطین کے شہر ’’حلحول‘‘ سے ان کی مناسبت

مشہور ہے۔ یہ شہر ''الخلیل'' سے پانچ کلومیٹر اور القدس سے ۳۰ کلومیٹر دور ہے۔ یہاں حضرت یونس علیہ السلام سے منسوب ایک مسجد ہے۔ مسجد یونس سے مشرق کی طرف مقام عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے۔ اسی شہر میں حضرت ایوب علیہ السلام سے منسوب ''عیـن الـنبـی ایـوب'' ہے اور اسی شہر میں المسجد العمری بھی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

اس شہر کے نام ''حلحول'' کی وجہ تسمیہ میں متعدد اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سیدنا یونس علیہ السلام کے زمانے میں جب اُنہیں مچھلی نے نگل لیا اور سمندر کے کنارے پر پھینک دیا۔ تو وہ چل کر یہاں آئے اور ایک سال یہاں گزارا، یہاں تک کہ وہ مکمل صحت یاب ہوگئے پھر اپنے ملک کا سفر کیا۔ تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ''حَلَّ حَوْل'' اس عربی جملہ کا اردو ترجمہ ہے، یعنی اُنہوں نے ایک سال یہاں مکمل کیا۔ بعد میں دونوں لفظوں کو ملا دیا گیا تو وہ ''حلحول'' ہوگیا۔ (۳۱)

مقام یونس پر اب خوبصورت مسجد بنی ہوئی ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام ''یافا'' کے مقام پر جو یہاں سے چالیس [۴۰] کلومیٹر دور ہے۔ البحر الابیض المتوسط میں مچھلی کے پیٹ میں سے نکلے تھے۔ وہاں سے نکل کر وہ یہاں تشریف لائے اور اس مقام پر پورا سال قیام پذیر رہے۔ ان کی جائے قیام یا ان کی بیٹھک کا نشان بنا ہوا ہے۔ اور اس پر لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ سے بڑی خوبصورت گرافک کی گئی ہے۔ مسجد کے باہر لکھا ہوا ہے: مسجد النبی یونس علیہ السلام، قال تعالیٰ وان یونس لمن المرسلین۔

بعض کتابوں میں اس مقام کو قبر یونس علیہ السلام بھی کہا گیا ہے۔ (۳۲)

اور گوگل میپ پر بھی یہ مقام "Tomb Nathan the prophet"، "یونس پیغمبر کی قبر" کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن قبر والی بات یہاں مستند نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا وطن اصلی موصل عراق تھا اور وہاں بھی ان سے منسوب قبر موجود ہے۔ مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب "سیرت انبیائے کرام علیہم السلام" میں لکھتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے مقام وفات کے بارے میں مفسرین کے دو قول مشہور ہیں: (۱) شہر نینوئی، جس میں وہ مبعوث کیے گئے تھے۔ (۲) علاقہ فلسطین کے شہر الخلیل میں وفات پائی جو اکثر انبیاء کرام کا مدفن رہا ہے۔ اہل تحقیق نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ (۳۳)

الخلیل سے شمال میں سات میل کے فاصلے پر "معارۃ (بیت اُوّمر)" میں یونس علیہ السلام کے والد "متّی" کی بھی قبر بتائی جاتی ہے۔ (۳۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، نہ معلوم کہاں تک حقیقت ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں اس قدر تو واضح ہے کہ وہ فلسطین کے ساحل پر سمندر سے اُترے۔ البتہ اُن کے مقام نزول کے بارے میں مختلف مقامات منسوب ہیں، مثلاً النبی یونس، تل یونس وغیرہ۔

ذوالکفل علیہ السلام کی قبر

قرآن کریم میں "ذوالکفل علیہ السلام" کا ذکر دو مقام پر آیا ہے۔ دونوں مقامات پر صرف نام مذکور ہے، کوئی مجمل و مفصل کسی قسم کے حالات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ ان کی قبر مبارک کے مقام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ایک قول یہ ہے کہ

ان کی قبر مبارک ’’کفل حارس (تمنة حارس)‘‘ میں ہے۔ اس قول کو راجح کہا گیا ہے۔

’’کفل حارس‘‘ نابلس سے جنوب مغرب میں تیئیس [۲۳] کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ بستی کفل حارس کے جنوب مشرق میں حضرت ذوالکفل علیہ السلام کی قبر مبارک ہے۔ (۳۵)

ایک قول یہ ہے کہ نابلس سے جنوب مشرق میں ستائیس [۲۷] کلومیٹر کے فاصلے پر ’’جُوریش‘‘ واقع ہے۔ جوریش کے مشرق میں ایک خربہ (ویران، کھنڈرات) ’’خربة کفر عطية‘‘ نام سے ہے۔ یہ کسی زمانہ میں آباد مقام تھا اور اس جگہ کو ’’خربة النبی کفل‘‘ بھی کہا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ ذوالکفل علیہ السلام اس مقام میں مدفون ہیں۔ (۳۶) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بنی اسرائیل فلسطین سے مصر

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے سیدنا یوسف علیہ السلام کے عزیز مصر بننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد بھی قحط سالی کی وجہ سے فلسطین سے مصر منتقل ہوگئی تھی۔ فلسطین سے مصر منتقل ہونے والے اس قافلہ کی تعداد تقریباً ستر [۷۰] تھی۔ حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام کی مصر منتقلی کے بعد ان کی اولاد مصر کے باشندے اور مصر کا حصہ بن گئے۔ فرعونی جو کہ مصر کے اصلی باشندے تھے، اسرائیلیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے اُنہیں خطرہ ہوا کہ کہیں یہ باہر سے آئے ہوئے لوگ ہم پر غالب نہ آجائیں۔ یہ سوچ کر اُنہوں نے بنی اسرائیل پر سختی کردی اور ان کی ذلت ورسوائی میں حد کردی۔ اُنہیں غلاموں کی طرح رہنے پر مجبور کیا۔ اسرائیلی اس

غلامانہ زندگی سے تنگ آکر مصر سے نکلنے کا سوچنے لگے۔ آخرکار حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے لئے آزادی کا سبب بنے اور فرعونیوں کے چنگل سے اُنہیں نجات دلائی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سفر فلسطین

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ۱۲۵۰ قبل مسیح کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکلے اور سرزمین قدس کی جانب چل پڑے۔ ارض مقدسہ کے قریب پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ۔ اس پر بنی اسرائیل نے کہا: ارض مقدس میں تو بہت طاقت ور لوگ رہتے ہیں، ہم ان کی موجودگی میں کیسے داخل ہوں۔ وہ شہر چھوڑیں گے تو ہم داخل ہوں گے۔ بنی اسرائیل کی اس نافرمانی کی وجہ سے سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ارض مقدس سے چالیس سال کے لئے دور کر دیا۔ وہ وادی تیہ میں سرگرداں رہے۔ یکے بعد دیگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے وادی تیہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ارض مقدس سے قریب کر دے۔ چنانچہ اُن کی خواہش کے مطابق ارض قدس کے قریب ان کی تدفین ہوئی۔ اس کی تفصیل باب دوم میں آرہی ہے۔

بنی اسرائیل القدس میں

بنی اسرائیل وادی تیہ کے بیابان میں سرگرداں رہی۔ اس دوران پرانی نسل کا خاتمہ ہوگیا اور نئی نسل وجود میں آگئی جس کی سربراہی یوشع بن نون علیہ السلام کے

ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے نئی نسل کو بیت المقدس میں داخل ہونے پر ترغیب دی۔ ۱۱۸۶ قبل مسیح میں یوشع بن نون علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ مقدس سرزمین (فلسطین) کی طرف روانہ ہوئے۔ فلسطین کے شہر ''اریحا'' میں کنعانی، قوم عمالقہ کے طاقتور لوگوں کے ساتھ مقابلہ ہوا اور فتح پائی۔ فتح کے بعد بنی سرائیل فلسطین میں رہنے لگے۔ ان کا دارالخلافہ ''اریحا'' تھا۔

یوشع بن نون علیہ السلام کا انتقال ہوا تو یہ بکھر گئے اور ان میں کئی جنگیں بھی ہوئیں۔ ان میں بہت زیادہ انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانی کرتے رہے۔ اُنہیں قتل کرتے رہے۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بطور سزا کے پھر ان پر کنعانیوں کو مسلط کر دیا۔ اُنہوں نے ان کو خوب سزا دی اور عذاب وذلت میں ڈالا۔ ان کا مال اور ان کی مقدس چیزوں کو بھی چھین لیا۔ وہ تابوت بھی چھین لیا، جو بنی اسرائیل کے ہاں سب سے زیادہ مقدس تھا۔ اس تابوت (صندوق) میں بنی اسرائیل تورات کی تختیاں رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، ہارون علیہ السلام کے کپڑے وغیرہ ایسی تبرکات بھی تھیں۔ (۳۷)

حضرت یوشع علیہ السلام کی قبر

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کا انتقال فلسطین میں ہوا اور ان کی قبر ''کفل حارس'' میں ہے۔ اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ نابلس کے علاقہ ''عورتا'' میں ان کی قبر ہے، لیکن معروف اوّل قول ہے۔ (۳۸) بستی ''کفل حارس'' کے شمال میں مدرسہ کے قریب ایک کمرہ میں، نیچے کی طرف ایک غار میں ان کی قبر ہے۔ اسی بستی کے جنوب

مغربی حصہ میں ایک اور قبر بھی ہے جو "قبر ذی النون" سے معروف ہے۔ عام طور پر "ذوالنون" سے حضرت یونس علیہ السلام مراد ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں ان کی قبر کی نسبت صحیح نہیں ہے، بلکہ راجح یہ ہے کہ یہ حضرت یوشع علیہ السلام کے والد "نون" کی قبر ہے۔(۳۹)

مصطفیٰ مراد الدباغ لکھتے ہیں کہ صفد کے شمال میں بائیس [۲۲] کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی "النبی یوشع" ہے۔ یہاں بھی ایک مزار ہے جو نبی یوشع علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ أقول المشهور ان یوشع بن نون دفن فی قریة کفل حارس من اعمال نابلس ۔ میں کہتا ہوں کہ مشہور یہ ہے کہ یوشع بن نون علیہ السلام کفل حارس میں مدفون ہیں۔(۴۰) اُردن اور استنبول میں بھی سیدنا یوشع علیہ السلام کا مقبرہ بتایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

"نابلس" سیدنا الیسع علیہ السلام کا علاقہ

قرآن کریم میں حضرت "الیسع" کا ذکر سورہ انعام وغیرہ میں ہے۔ ان کا مکمل نام "الیسع بن اُخطوب بن العجوز" تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لائے۔ ان کی اتباع کی اور پھر ان کے قائم مقام ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ الیسع علیہ السلام نبوت ملنے کے بعد تقریباً ساٹھ [۶۰] سال (۸۳۲ تا ۸۹۲ ق م) زندہ رہے۔ ان کی سکونت "آل محولة" میں تھی۔ ان کی تدفین سبسطیة میں ہوئی۔(۴۱)

سبسطیة اور نابلس کا علاقہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے غزہ کے بعد فتح فرمایا۔ یہاں کے لوگ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔(۴۲)

نابلس کے جنوب میں نو[۹] کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی ''حوارۃ'' ہے۔یہاں ایک قدیم کمرہ ہے، جس میں محراب ہے۔یہاں کے رہائشی بتاتے ہیں کہ یہ نبی ''صاحین'' علیہ السلام کا مقام ہے ۔ایک اور کمرہ ہے جس کو صحابی ''عکاشہ'' سے منسوب کیا جاتا ہے۔(۴۳)

جبل النبی صمویل علیہ السلام

القدس سے شمال مغرب میں تقریباً آٹھ [۸] کلومیٹر کے فاصلے پر ایک پہاڑ ''جبل النبی صمویل'' سے متعارف ہے۔یہاں کی آبادی کا نام ''النبی صمویل'' ہے۔ یہاں ایک مسجد ''مسجد النبی صموئیل'' کے نام سے معروف ہے۔اس میں ایک قبر ہے جو اس نبی کی طرف منسوب ہے۔شمویل یا صمویل (Samuel) بنی اسرائیل کے قضاۃ اور پیغمبروں میں سے تھے۔(۴۴)

سورہ بقرہ کی آیت: أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.

کیا تمہیں موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے گروہ کے اس واقعے کا علم نہیں ہوا جب اُنہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا تھا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیجیے، تاکہ (اس کے جھنڈے تلے) ہم اللہ کے راستے میں جنگ کر سکیں۔اس آیت میں جس نبی کا تذکرہ ہے، اکثر مفسرین نے اس سے ''شمویل علیہ السلام'' مراد لیا ہے۔اور قرآن کریم کی اس آیت کے ذیل میں جس جہاد اور معرکہ کا ذکر ہے، وہ ''معرکہ طالوت'' ہے۔ گوگل میپ پر ''مسجد شمویل اور قبر'' ''Nebi Samuel National Park'' نام

سے محفوظ ہے۔

بنی اسرائیل کی پہلی حکومت

کنعانیوں کے جالوت بادشاہ کا زمانہ تھا کہ بنواسرائیل نے طالوت بادشاہ کی قیادت میں ان کے خلاف جہاد کیا۔ تاریخ میں اسے ''معرکہ طالوت'' کہا جاتا ہے۔ جالوت اوراس کی قوم کے خلاف اس معرکہ میں حضرت صمویل اور سیدنا داؤد علیہما السلام بھی شریک تھے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالوت مارا گیا۔ اس کا لشکر پسپا ہوکر بھاگ گیا۔ اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو فتح عطا فرمائی۔

طالوت بادشاہ کی وفات کے بعد سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک حصہ طالوت بادشاہ کے ایک بیٹے کے پاس تھا۔ ان کا دارالخلافہ ''القدس'' تھا۔ دوسرے حصے پر داؤد علیہ السلام کی خلافت تھی۔ ان کا دارالخلافہ ''الخلیل'' تھا۔ بعد میں پوری سلطنت کے بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام بن گئے۔ انہوں نے پھر ''القدس'' اپنا دارالخلافہ بنایا۔ یہ بنی اسرائیل کی پہلی حکومت ہے جو فلسطین میں قائم ہوئی۔ یہ ۹۹۵ قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ (۴۵)

سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے خلافت اور نبوت دونوں عطا فرمائیں۔ اللہ رب العزت نے ان پر کتاب زبور بھی نازل فرمائی۔ ان کی آواز بہت دلکش اور خوبصورت تھی وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ ذکر اور تلاوت میں شریک ہوجاتے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ . (۴۶)

یہاں مراد بیت المقدس کے پہاڑ اور پرندے ہیں ،یعنی بیت المقدس کے پہاڑوں اور پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کر دیا تھا۔(۴۷)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانہ سے ان کے بیٹے فلسطین چھوڑ کر مصر چلے گئے تھے۔جس کی وجہ سے مسجد اقصیٰ کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا اور اسی وجہ سے مسجد اقصیٰ کی بنیاد ٹوٹنے لگی اور اسے شدید نقصان پہنچا۔تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کا حکم دیا۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

أن داؤد ابتدأ ببناء البيت المقدس ثم أوحى الله اليه انى لأقضى بناؤه على يد سليمان...... حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کے لیے بنیادیں رکھیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں مسجد اُقصیٰ کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں مکمل کرواؤں گا۔(۴۸)

داؤد محل، قبر داؤد علیہ السلام

یہ مقام داؤد علیہ السلام کی مناسبت سے ”مقام النبی داؤد“ سے معروف ہے۔یہ کوہ صہیون پر ایک اُونچی پہاڑی پر واقع ہے۔گوگل میپ پر ”King David's Tomb“ سے محفوظ ہے۔یہاں داؤد علیہ السلام سے منسوب ایک مسجد ہے،جس کے مینار،محراب اور دیواروں پر کندہ اسلامی تحریریں ہونے کے باوجود اس کو یہودیوں نے اپنے معبد میں تبدیل کر دیا ہے۔

حافظ عبدالاعلیٰ درانی (برطانیہ) لکھتے ہیں:

، فلسطینی گائیڈ کی رہنمائی میں ہم قدیم قدس کے علاقہ میں سیدنا داؤد علیہ السلام کا قدیم محل دیکھنے گئے۔ داؤدی محلہ نئے پتھروں سے بنی ہوئی عمارتوں کا علاقہ ہے مقامی لوگ بتا رہے تھے کہ یہ مراکشی محلہ تھا جسے یہودیوں نے مسمار کر کے نئے مکان بنا کر یہودیوں کو آباد کر دیا ہے۔ مرکزی راستے سے داخل ہوں تو گیٹ پر گولیوں کے نشانات نظر آتے ہیں۔ جو یہودیوں کے مسلمانوں پر مظالم کی نشاندھی کرتے ہیں۔ داؤد محل کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ اس سے آگے ایک عمارت ہے، اس کے متعلق مشہور ہے کہ یہی سیدنا داؤد علیہ السلام کا محراب تھا جہاں وہ آیات الٰہیہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ یہیں پر مشہور مقدمہ لیے دو شخص دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے تھے جس کا سورہ ص آیت ۲۱ میں ذکر ہے۔ اس کے عقب میں سیدنا داؤد علیہ السلام کی قبر بتائی جاتی ہے۔

یہاں زیارت کے آداب ہیں کہ مرد ہوں یا خواتین، سر ڈھانپ کر داخل ہوں گے۔ اختلاط نہیں بلکہ مرد علیحدہ اور عورتیں علیحدہ۔ احاطہ میں فوٹو گرافی، تصویر کشی منع ہے۔ اندر داخل ہوں تو مکمل خاموشی کے ساتھ وغیرہ۔ وہاں پہنچ کر تمام زائرین میں کچھ دیر کے لیے شرافت آ جاتی ہے۔ ہم اندر داخل ہوئے تو قبر سے متصل حجرہ میں یہودی لوگ بیٹھے کتاب مقدس کی تلاوت کر رہے تھے۔ اس کے اندر دوسرا کمرہ ہے، اس میں قبر ہے، اس کے ساتھ ایک مذہبی یہودی با آواز بلند تلاوت کر رہا تھا اور ہر تھوڑی دیر بعد زور سے تالی بجاتا اور دیوانہ وار قبر کو بوسے دینے لگتا۔

اس سے آگے جائیں تو ان کی قبر کا سائن ہے جہاں داخلے کے آداب بڑے سخت ہیں۔ کوئی عورت بغیر سکارف اور ننگی ٹانگوں کیساتھ داخل نہیں ہو سکتی وہاں ایک یہودی ربائی کھڑا سروس میں مشغول تھا اور لوگوں کو آنے جانے کے آداب بتاتا تھا۔

ایک چھ فٹ پلیٹ فارم پر ان کی قبر رکھی ہوئی ہے اس کے اوپر چھ کونوں والا ڈیوڈ سٹار اور اسرائیلی پرچم لپٹا ہوا ہے۔ دنیائے مذہب پر اسلام کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو ایک برگزیدہ نبی کے طور پر پیش کیا؟ ورنہ ان یہود نے تو انہیں ایک (نعوذ باللہ) ایک عام سازشی بادشاہ کے طور پر پیش کیا تھا۔ جو ایک عورت کو حاصل کرنے کی خاطر اس کے خاوند کو مروا دیتا ہے نعوذ باللہ۔ یہی حال دیگر انبیاء کے ساتھ اس مغضوب علیہ قوم نے کیا۔ سیدنا زکریا علیہ السلام کو کاہن بنا کر پیش کیا۔ داود محل کے باہر ان ظالموں نے سیدنا داود کا بلیک مجسمہ بھی بنایا ہوا ہے۔ (۴۹)

سیدنا سلیمان علیہ السلام اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر

حضرت داؤد علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر فرمائی۔ انہوں نے بیت المُقدس کی شاندار، خوبصورت اور مضبوط تعمیر کراوائی۔ مسجد کو سنگ رُخام (سنگ مَرمَر) ہیروں، موتیوں اور یاقوتوں سے بنوایا۔ بیت المقدس کے گنبد کے سرے پر کبریت احمر (سرخ گندھک) کا انتظام کیا جس کی روشنی کئی میلوں تک پہنچتی تھی۔ چرخہ کاتنے والی (کپڑے بننے والی) عورتیں بارہ میل کی مسافت سے اس کی روشنی میں بیٹھ کر چرخہ کات لیتی تھیں۔ (۵۰)

مسجد کی تعمیر کے دوران میں ہی سیدنا سلیمان علیہ السلام کا وقت اجل آ پہنچا اور وہ سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ القدس میں ایک قدیم عمارت ''مقام سلیمان'' نام سے معروف ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا مقام یہی تھا، جہاں سے بیت المقدس تعمیر کراتے وقت اپنے ماتحت جنوں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔ وہیں مبینہ

طور پر جنوں کے لئے قید خانہ بھی تھا، جہاں سرکش جنوں کو قید کیا جاتا تھا۔ واللہ اعلم

مسجد اقصیٰ کا زیریں حصہ، مصلّٰی مروانی

مسجد اقصیٰ کے بالائی حصہ کی طرح، زیریں اور زیر زمین بھی مسجد اقصیٰ ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) لکھتے ہیں:

حقیقی مسجد اقصیٰ جو اُس نظر آنے والی مسجد کے نیچے کافی گہرائی میں بنی ہوئی ہے اور جس میں صحن سے سیڑھیوں کے ذریعہ پہنچا جاتا ہے، وہاں پہنچنے کی سعادت حاصل ہوئی، یہ بھی بہت بڑی مسجد ہے اور یہ بھی دو تہوں میں ہے، ایک اوپری حصہ ہے اور پھر اس سے نیچے اصل مسجد ہے، اس کے ستون پتھروں کے ہیں اور گول شکل میں ہیں اور اتنے چوڑے ہیں کہ اگر ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو تب بھی وہ ستون کو پکڑ نہ پائے، زمین سے لے کر چھت تک ایک ہی ستون ہے۔ اس طرح کے چار پانچ ستون بنے ہوئے ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات نے بنائے تھے، کیوں کہ قرآن مجید میں بھی اشارہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں سے کام لیا کرتے تھے، اُس دور میں نہ گاڑیاں تھیں اور نہ وزنی چیزوں کو اُوپر چڑھانے کی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی، اس وقت انسان کے لیے ایسے پتھر کو تراشنا اور انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا اور ان کے اُوپر چھت کی تعمیر کرنا بظاہر عقل کے باہر ہے۔ واللہ اعلم (۵۱)

حافظ عبدالاعلیٰ درانی (برطانیہ) جو 2015ء میں ارض قدس کے سفر پر گئے تھے وہ اس زیریں حصہ کا احوال تفصیل سے بتاتے ہیں کہ مسجد اقصی کے بائیں پہلو میں

''مصلیٰ مروانی'' کے نام سے ایک وسیع وعریض پر ہیبت دالان ہے، جوکئی ہزار مربع میٹر پر مشتمل ہے. جسے مسجد اقصی کے نیچے جبل الھیکل کی جنوبی دیوار کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ ساڑھے بارہ میٹر نیچے ستونوں کی بارہ قطاریں ہیں۔ یہ بھی مسجد اقصیٰ کا حصہ ہے بلکہ اسے مسجد اقصی کا زیریں حصہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا، جوکم وبیش تین ہزار سال سے بھی زیادہ پرانے پتھر ہیں۔ لگتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت جنوں نے جو پتھر فراہم کیے تھے وہ یہاں لگائے گئے ہیں۔ بلکہ شاید انہی نے لگائے تھے اور لگتا ہے کہ مسجد اقصی کا یہ حصہ جنوں نے ہی تعمیر کیا تھا۔ اور شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کی، اگر وہاں کوئی اس دور میں عمارت تھی تو وہ یہی ہوسکتی ہے، جس پر امتداد زمانہ کے باعث پردہ پڑا رہا۔ واللہ اعلم۔ میرا ناقص خیال ہے کہ مسجد اقصیٰ کا یہ حصہ اس وقت موجود تھا جسے آج کل ''مصلیٰ مروانی'' کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے یہ اس عمارت کا حصہ ہو جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں سے تعمیر کرایا تھا۔ اس کا جتنا حصہ بخت نصر وغیرہ سے تباہ ہوسکا، وہ کردیا گیا۔ یہ چونکہ زیریں حصہ تھا اس لیے اس کی دست برد سے محفوظ رہا ہوگا۔ جس کی بعد میں عبدالملک نے مرمت کروائی اور اسے ایک مسجد کی شکل دی۔ ''مصلیٰ مروانی'' میں موجود زمین دوز ہال گنے جائیں تو ان کی تعداد سولہ [۱٦] بنتی ہے۔ اسی کے زاویہ میں حجرہ مریم، اور محراب زکریا کے علاوہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے منسوب کئی ایک تاریخی جگہیں ہیں جن میں سے بعض کو جنگلہ لگا کر اور بعض کو چبوترا بنا کر محفوظ کیا گیا ہے (جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں پہلے بھی کوئی عمارت تھی) کہا جاتا ہے کہ خلیفہ عبدالملک نے دینی تعلیم کی غرض سے

اپنے والد مروان کے نام سے بنوائے تھے۔ اُنہوں نے تعمیر و مرمت کی ہے، عربی میں انہیں رواق کہا جاتا ہے۔ (۵۲)

حافظ محمد اسحاق زاہد لکھتے ہیں: (مروانی مصلیٰ) یہ مسجد اقصیٰ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اس کے سولہ برآمدے اور آٹھ دروازے ہیں۔ اسے عہد بنو امیہ میں بنایا گیا اور عبد الملک بن مروان کے دور خلافت میں اس سے ایک مدرسہ کا کام لیا جاتا تھا، تب سے اسے مروانی مصلیٰ کا نام سے دیا گیا۔ پھر جب صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا تو اسے گھوڑوں اور دیگر جانوروں کے باندھنے کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا حالانکہ یہ محض ایک جھوٹ ہے، جسے یہودی ذرائع ابلاغ نے ہی گھڑا اور منتشر کیا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے مسجد اقصیٰ پر وہ اپنا کوئی حق ثابت کرسکیں۔ (۵۳)

ہیکل سلیمانی کی حقیقت، دیوار براق

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے (۹۷۵ ق م میں) مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ مسلمان اس تعمیر کو ''مسجد اقصیٰ'' کہتے ہیں، جبکہ یہودی اس کو ''ہیکل سلیمانی'' کا نام دیتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کا انتقال ۹۲۶ ق م میں ہوا۔ اس تعمیر (ہیکل سلیمانی یا مسجد اقصیٰ) کو بخت نصر (اس کا تذکرہ آگے آرہا ہے) نے (۵۸۶ ق م میں) سلیمان علیہ السلام کے تین سو چالیس [۳۴۰] سال بعد ملیا میٹ کردیا تھا۔ پھر (۵۱۵ ق م) میں اسے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے بعد 70ء سال تک یہ جدید تعمیر کردہ مسجد اقصیٰ یا ہیکل کی بلڈنگ قائم رہی۔ پھر رومی جرنل طیطوس

نے فلسطین پر چڑھائی۔ طیطوس نے دوبارہ سارا ہیکل تباہ کر دیا۔ صرف ایک دیوار بچی رہی تھی۔ جب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے لیے تشریف لائے تو اسی دیوار کے دروازے سے داخل ہوئے اور اسی کے ساتھ اپنی سواری کے جانور ''براق'' کو باندھا تھا۔ تب سے اسے دیوار براق کہا جاتا ہے۔

یہودی اس بچی ہوئی کو اپنے دور عظمت کی بچی ہوئی نشانی سمجھ کر مقدس جانتے اور یہاں آ کر گریہ وزاری کرتے ہیں اسی لیے اسے دیوار گریہ کہتے ہیں۔ عربی میں اس دیوار کو حائط المبکی اور انگریزی میں (Weeping wall) کہا جاتا ہے۔ دیوار ایک ہی ہے، جس کی ایک جانب کو ''دیوار گریہ'' اور دوسری جانب کو'' دیوار براق'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ مسلمان جسے دیوار براق کہتے ہیں اسی کی دوسری جانب کو یہودی دیوار گریہ کہتے ہیں۔ اس کے جنوب میں باب مغاربہ اور مغرب میں یہودی محلّہ واقع تھا۔

بیت المقدس میں یہی ایک دیوار ہے جس کے بہانے سے وہ مسجد اقصیٰ پر قبضہ جمانا چاہتے ہیں اس کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی بہانہ نہیں جس کو بنیاد بنا کر وہ مسجد اقصیٰ پر اپنا حق جتا سکیں اور ظالموں نے اسی ایک دیوار پر قبضے کا بہانہ بنا کر پورے فلسطین میں ظلم وستم اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہوا ہے اور تمام انسانی حقوق اور انسانیت کو پامال کیے جا رہے ہیں۔ 1967ء کی جنگ کے بعد یہودی قبضے میں آتے ہی اسرائیلی حکومت نے مراکشی محلّہ کو منہدم کر دیا اور یہاں کے باشندوں کو نقل مکانی پر مجبور کر دیا اور جن کو یہاں سے نکلنے کا موقع نہیں ملا انہیں یہیں شہید کر دیا گیا اور یورپ و روس میں پھیلے ہوئے یہودیوں کو زبردستی یہاں آباد کیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہود کا خیال ہے کہ یہ دیوار سیدنا داؤد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام کے تعمیر کردہ ہیکل مقدس کا بقایا ہے۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ یہ سیدنا داؤد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام والی تعمیر نہیں۔ ان کی بنائی ہوئی تعمیر کو بخت نصر نے منہدم کردیا تھا۔ (۵۴)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) دیوار البراق کا منظر یوں بیان کرتے ہیں:

جنوری کو ہم لوگ صبح اپنی قیام گاہ سے نکلے اور ایک بار پھر اس راستہ سے مسجد اقصیٰ کی طرف گئے جس میں دیوار گریہ واقع ہے۔ اسی دیوار کے پاس کھڑے ہو کر یہودی عبادت کرتے ہیں، کیوں کہ ان کے خیال میں تعمیر سلیمانی میں سے صرف یہی دیوار بچی ہوئی ہے۔ وہ اس کو دعا کی قبولیت کی جگہ سمجھتے ہیں۔ یہ ایک بڑا صحن ہے اور اس کے بیچ میں جالیوں کے ایک طرف مرد کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری طرف عورتیں کھڑی ہوتی ہیں، جو عام طور پر لمبے سیاہ گون میں ہوتی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جو لوگ پوری دنیا میں عورتوں کی بے قید آزادی کا فتنہ پھیلا رہے ہیں اور مخلوط ماحول کی ترغیب دیتے ہیں، خود ان کے یہاں عبادت میں مردوں اور عورتوں کے الگ الگ رہنے کا تصور بھی ہے اور اس پر سختی سے عمل بھی۔ یہ بات دیکھنے کو ملی کہ یہودی عوام بھی اور ان کی فوج اور پولیس کے لوگ بھی عام طور پر داڑھی رکھتے ہیں اور ان کی مذہبی شخصیتیں، جو رِبی کہلاتی ہیں، کی داڑھی تو سینے سے بھی نیچے تک ہوتی ہے۔ (۵۵)

یہودیوں کا قتل عام

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات واحسانات فرمائے۔ ہزاروں کی

تعداد میں انبیاء کرام علیہم السلام ان میں مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ارض مقدس میں ٹھکانہ دیا۔ مگر یہ اپنے مزاج وعادات کے مطابق نافرمانی اور شرارتوں سے باز نہ آئے۔ اللہ کے پیغمبروں کو تکلیفیں دیں۔ متعدد انبیاء کرام کو شہید کیا۔ ان کو گناہوں کی سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر بابل کے بادشاہ بخت نصر کو مسلط کیا۔ حافظ عبدالاعلیٰ درانی لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کا انتقال 926 ق م میں ہوا۔ ان کی وفات کے بعد اسرائیلی باہمی چپقلش کے باعث دو حصوں میں بٹ گئے۔ شمالی فلسطین اور شرق اُردن میں دولت اسرائیل کا پایہ تخت ''سامریہ'' بنا اور جنوبی فلسطین اور ادوم کے علاقے میں سلطنت یہودیہ کا پایہ تخت ''یروشلم'' بن گیا۔ شمالی فلسطین کی ریاست اسرائیل میں شرک اور اخلاقی بیماریاں عروج پر پہنچ گئیں۔ ان کی اصلاح کے لیے مختلف انبیاء تشریف لاتے رہے۔ مثلاً: سیدنا الیاس، سیدنا الیسع، سیدنا ہوسیع، سیدنا عاموس علیہم السلام ودیگر۔ لیکن ان کی پے در پے تنبیہات نے اسرائیلیوں پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ جس کے نتیجے میں (721ق۔م) میں اشوریہ کے سخت گیر بادشاہ ''سارگون'' نے سامریہ کو فتح کر کے دولت اسرائیل کا مکمل خاتمہ کر دیا۔ ہزار ہا اسرائیلی تہہ تیغ کر دیے گئے اور ۲۷ ہزار سے زیادہ اشوری سلطنت کے مختلف علاقوں میں تتر بتر کر دیے اور دوسرے علاقوں سے لا کر غیر قوموں کو اسرائیل کے علاقے میں بسایا گیا۔ جبکہ بنی اسرائیل کی دوسری ریاست جو یہودیہ کے نام سے جنوبی فلسطین میں قائم ہوئی تھی جس کا پایہ تخت یروشلم بنا تھا۔ اس میں بھی وہی بداخلاقیاں راسخ ہو چکی تھیں ان میں سیدنا یسعیاہ اور سیدنا یرمیاہ، سیدنا حنانی، سیدنا میکایاہ، سیدنا یرمیاہ علیہم السلام جیسے

جلیل القدر انبیاء اصلاح کے لیے تشریف لاتے رہے لیکن ان کی کوششوں کے باوجود اسرائیلی شرک اور دیگر برائیوں سے باز نہ آئے۔ تو اللہ نے ان پر ایک سفاک بادشاہ شاہ بابل ''بخت نصر'' کو مسلط کر دیا۔ (۵۶)

یہ چھٹی صدی قبل مسیح کا زمانہ تھا۔ بخت نصر نے یروشلم پر قبضہ کیا اور اس شہر کو پیوند زمین کر دیا۔ بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی کا پتھر پتھر تک اُکھاڑ پھینکا۔ زر و جواہرات اور بیت المقدس کے تمام خزانوں کو لوٹ لیا۔ یہودیوں کے مذہبی صحیفے نذر آتش کر دیئے۔ یہودیوں کا خوب قتل عام کیا۔ ایک لاکھ یہودیوں کو قید کر کے بابل لے گیا۔ اس کے بعد تقریباً ڈیڑھ صدی تک ویرانی رہی۔ (۵۷)

ان گرفتار بنی اسرائیل میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب وہ قید سے رہا ہو کر واپس آرہے تھے تو اُنہوں نے ایک بستی کو دیکھا جو ویران پڑی تھی۔ یہ بستی بیت المقدس یا فلسطین کی کوئی اور نگری تھی۔ بستی کے کھنڈرات دیکھ کر اُن کے دل میں خیال آیا کہ یہ شہر (اور اس کے باشندے) پھر کبھی دوبارہ آباد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو ایک سو [۱۰۰] سال تک موت کی نیند سلا دیا۔ اس دوران بخت نصر بادشاہ مر گیا۔ بنو اسرائیل کو آزادی ملی۔ اُنہوں نے دوبارہ بیت المقدس اور فلسطین کو آباد کیا۔ عزیر علیہ السلام سو سال موت کی نیند پوری کرنے کے بعد اُٹھے تو دیکھا کہ شہر دوبارہ آباد اور پر رونق ہو گیا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نمونہ دکھایا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی بعید نہیں ہے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۵۹ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

سیدنا زکریا، یحیٰ، عیسیٰ علیہم السلام کا زمانہ

بخت نصر کی وفات کے بعد ارض قدس میں مختلف ادوار میں مختلف سلطنتیں قائم ہوئیں۔ فارسیوں، یونانی بادشاہ اسکندر، انباط وغیرہ کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ یہاں تک ۶۳ ق م میں رومیوں نے اپنی سلطنت ''القدس'' تک وسیع کر لی۔ ۱۵ ق م میں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی پیدائش ہوئی اور حضرت زکریا علیہ السلام کی سرپرستی میں القدس میں ان کی تربیت ہوئی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، سیدہ مریم سلام اللہ علیہا سے بغیر باپ کے بطور معجزہ پیدا ہوئے۔ باوجود معجزات دکھانے کے یہودی، سیدہ مریم سلام اللہ علیہا پر زنا کی تہمت لگاتے تھے۔ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام بھی ان کی طرف مبعوث ہوئے۔ لیکن یہودیوں نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانی کی۔

زکریا علیہ السلام اور یحیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے حامی لوگوں اور ان کے اصحاب حوارین پر سخت ظلم کیا۔ چنانچہ یہ مظلوم لوگ رُوپوش ہو گئے اور چپکے چپکے سے عیسائیت کی دعوت چلانا شروع کی۔ اس دوران رومی اور یہودیوں کی بھی آپس میں چپقلش چلتی رہی۔ کبھی یہودیوں تو کبھی رومیوں کا پلہ بھاری رہتا۔

محراب زکریا علیہ السلام

مسجد اقصیٰ کے معالم و آثار میں سے ایک تاریخی و یادگار ''محراب زکریا'' ہے۔ اس محراب کی نسبت حضرت زکریا علیہ السلام کی طرف ہے۔

حافظ عبدالاعلیٰ درانی (برطانیہ) لکھتے ہیں:

ہم مسجد عمر کے متصل دوسرے حجرہ مریم میں آ گئے۔ جس کے بارے میں سورہ آل عمران کی آیت ۳۷ تا ۳۹ میں ذکر آیا کہ ان کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام نے انہیں اپنی کفالت میں لے کر رکھا تھا اور اس کے ساتھ ہی متصل محراب زکریا ہے۔ جس کے بارے قرآن میں ذکر آیا کہ جب سیدہ مریم سلام اللہ علیہا سے غیبی رزق بارے حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا تو اس معصوم بچی نے جواب دیا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، کہ یہ رزق اللہ کی جانب سے ہے۔ یہ سن کر سیدنا زکریا علیہ السلام نے وہاں دعا مانگی تھی:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ.

اس جگہ کو محراب زکریا کہا جاتا ہے۔(۵۸)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) محراب زکریا کا منظر یوں بیان کرتے ہیں:

اس اصل مسجد اقصیٰ کی سمت قبلہ میں محراب بنی ہوئی ہے، کہا جاتا ہے کہ اسی جگہ وہ محراب تھی، جہاں حضرت زکریا علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور دعا کی تھی، ہم لوگوں نے بھی یہاں چند رکعات نفل ادا کرنے کا شرف حاصل کیا کہ شاید اللہ کے نبی کے نقش قدم کا لمس گنہگار پیشانیوں کے حصہ مین آ جائے، دوستوں سے عرض کیا گیا کہ چوں کہ یہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لیے دعا مانگی تھی اور ان کی دعا قبول کی گئی۔ اس لیے جن حضرات کو اولاد نہ ہو یا ان کے متعلقین میں کسی کو اولاد نہ ہو تو انہیں یہاں اولاد کے لیے دعا کرنی چاہیے۔(۵۹)

حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی شہادت

سیدنا یحییٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے معبوث ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سفر معراج میں آسمانوں پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو سلام کیا، اُنہوں نے سلام کا جواب دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔

دونوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وھما ابنا خالۃ ...... یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ایشاع (الیشبع) اور سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی والدہ "حنہ" دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں مجاز متعارف کے اصول پر ہے یعنی رشتوں میں اس قسم کا مجاز مشہور اور رائج ہے کہ والدہ کی خالہ کو اولاد بھی خالہ کہا کرتی ہے۔

یہود نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا تھا۔ علمائے سیر و تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کا واقعہ شہادت کس جگہ پیش آیا؟ ایک قول یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام بیت المقدس میں چٹان (صخرۃ) مقام پر شہید کیے گئے اور اسی جگہ ستر [۷۰] انبیاء علیہم السلام بھی شہید کئے گئے۔ سفیان ثوری نے شمر بن عطیہ سے یہی قول نقل کیا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واقعہ شہادت کے ضمن میں علمائے سیر و تاریخ کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے کہ زکریا علیہ السلام کی وفات طبعی موت سے واقع ہوئی یا وہ شہید کیے گئے۔ ایک قول یہ ہے وہ ایک درخت کے تنے میں پناہ لیے ہوئے تھے کہ یہودیوں نے درخت پر آرہ چلا دیا۔ درخت کے ساتھ ان کے جسم کے بھی دو ٹکڑے

ہوگئے اور شہادت پائی۔ ایک قول یہ ہے کہ زکریا علیہ السلام شہید نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے طبعی موت سے وفات پائی۔ بہرحال مشہور قول یہی ہے کہ ان کو بھی یہودیوں نے شہید کردیا تھا۔ رہا یہ معاملہ کہ کس طرح اور کس مقام پر شہید کیا تو اس کے متعلق حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔(٦٠)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہے؟ اس میں متعدد اقوال ہیں: جنوبی لبنان، فلسطین، دمشق کی اموی مسجد اور حلب کی اموی مسجد میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مصطفیٰ مراد الدباغ لکھتے ہیں کہ بقول متعدد مسلم مؤرخین وجغرافیہ دانوں کے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ان کے والد زکریا علیہ السلام کی قبور "سبسطیة" میں ہیں۔ کچھ دوسرے حضرات نے صحابی شداد بن اوس الخزرجی الانصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بھی "سبسطیة" میں بتائی ہے۔(٦١) لیکن صحابی شداد رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح یہ ہے ان کی قبر القدس میں ہے۔(٦٢)

چشمہ مُریم سلام اللہ علیہا

سیدہ مریم سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں تو وہ آغاز سے ہی اپنی خالہ کی آغوشِ شفقت میں پرورش پانے لگیں۔ ان کی خالہ حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں۔ بچپن سے ہی سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کو عبادت بہت مرغوب تھی۔ جب وہ سنِ شعور کو پہنچیں تو اپنے خالو زکریا علیہ السلام سے کہہ کر بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے کنارے اپنے لیے ایک حجرہ حاصل کرلیا۔ دن بھر عبادت کرتیں اور رات کو خالہ کے گھر آجاتی تھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی اُن کے حجرے میں جاتے تو اُن کے پاس بے موسم

کے پھل نظر آتے تو وہ جواب دیتیں: اللہ کی قدرت سے یہ سب کچھ مجھے مل رہا ہے۔

ایک دن وہ عبادت میں مشغول تھیں کہ اچانک حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسانی شکل میں نمودار ہوئے اور بشارت دی کہ تمہارے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ کہنے لگیں: میں غیر شادی شدہ ہوں اور کسی مرد نے مجھے چھوا بھی نہیں ہے، تو لڑکا کیسے پیدا ہوگا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام پھونک مار کر واپس ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کو حمل پڑ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں ایک کھجور کے خشک درخت کے نیچے بیٹھ گئیں۔ بیٹھتے ہی دردِ زہ شروع ہو گیا۔ یکا یک کھجور کا سوکھا درخت سر سبز و شاداب ہو گیا۔ اس کی ڈالیاں کھجوروں سے لدیں اور بالکل سامنے نشیبی حصہ میں ایک چشمہ جاری ہو گیا۔

چشمۂ مریم کے بارے میں جناب مولانا ابوالبیان حماد عمری کی چشم دید شہادت ہے:

مسجد اقصیٰ سے کچھ ہی فاصلے پر ایک مقام ہے، جہاں ایک کھجور کا درخت ہے جو کسی کی ملکیت میں نہیں ہے اور ایک چشمہ موجود ہے جسے چشمۂ مریم کہا جاتا ہے۔ لوگ وہاں سیر و تفریح کے لیے پہنچتے ہیں اور کھجور کا موسم ہوتا ہے تو درخت سر سبز و شاداب ہی نہیں ہو جاتا؛ بلکہ پھلوں سے لدا ہوا ہوتا ہے۔ لوگ کھجوریں کھاتے ہیں اور چشمۂ مریم سے پانی پی کر سیراب ہو جاتے ہیں۔ (۶۳)

سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی یادگاریں

فلسطین کے علاقہ الجلیل میں ''الناصرۃ (ناصرت)'' سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی نسبت سے عیسائیوں کے ہاں تاریخی و مقدس مقام ہے۔ یہ القدس سے شمال کی

طرف تقریباً ۱۰۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس کو شمال میں فلسطین کا بوابۃ (دروازہ) کہا جاتا ہے۔ قدیم زمانہ سے یہ عیسائیت کا مرکز ہے۔ یہاں متعدد گرجا گھر ہیں، جن کی زیارت کے لئے عیسائی اہتمام سے یہاں کا سفر کرتے ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق اس شہر میں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی ولادت ہوئی۔ یہیں جبریل علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بیت اللحم میں ہوئی، پھر سیدہ مریم سلام اللہ علیہا ان کو لے کر ناصرہ میں آ گئیں۔ (۶۴)

یہیں عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن گزرا۔ اسی وجہ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو "ناصری" اور ان کے متبعین کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ ارض قدس میں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب متعدد یادگار ہیں:

حافظ عبدالاعلیٰ درانی (برطانیہ) لکھتے ہیں:

بیت اللحم میں کئی گرجا گھر واقع ہیں۔ جن میں سب سے بڑا کنیسۃ القدیس ہے۔ یہ اس جگہ بنا ہے جہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ اہل اسلام کی دریا دلی اور دیگر مذاہب کے احترام کی دلیل یہ چرچ بھی ہے کہ اب بھی اس چرچ کی نگرانی مسلمان کر رہے ہیں اور عیسائیوں کو اپنے مذہب کے مطابق رسومات ادا کرنے کی کھلی اجازت ہے۔

مزید لکھتے ہیں: (محراب زکریا) سے اور نیچے دائیں جانب گائیڈ ہم لوگوں کو لے کر گیا اور ایک مقام کا مشاہدہ کرایا، جہاں ایک جھولا نما پتھر رکھا ہوا ہے۔ بتایا گیا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے ولادت کے بعد یہیں توقف کیا تھا۔ یہیں صرف تین دن کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گفتگو کی تھی اور حضرت مریم پر تہمت لگانے

والوں سے کہا تھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھ کو کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔إِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِی نَبِيًّا۔

مسلم قبرستان کے نشیبی حصہ میں ایک چرچ ہے، جسے ''کنیسہ مریم عذرا'' کا نام دیا گیا ہے۔ مشہور ہے کہ اس چرچ میں حضرت مریم اور ان کے والدین کی قبریں ہیں، ہم وہاں داخل ہوئے۔ سیڑھیوں کے ذریعے کافی نیچے اترنا پڑتا ہے۔ کافی نیچے ہونے کی وجہ سے اندھیرا اور موم بتیوں کے مسلسل جلنے سے وہاں گھٹن کا ماحول بنا ہوتا ہے۔ وہاں دائیں طرف ایک چھوٹے سے کیبن میں حضرت مریم کی قبر بتائی جاتی ہے، جہاں بیک وقت دو یا تین آدمی داخل ہو سکتے ہیں، یہ قبر دودھ جیسے سفید پتھر میں گڑی ہوئی ایک ناہموار ٹیلے کی شکل میں موجود ہے۔ جس کے اُوپر مضبوط شیشے کا بکس ہے۔(٦٥)

مسجد اقصیٰ میں ایک قبہ ''قبۃ مہد عیسیٰ'' (عیسیٰ علیہ السلام کا پنگھوڑا) کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں آرام کیا تھا۔ ''معالم المسجد الاقصیٰ'' میں لکھا ہے کہ: وهو امر لادليل عليه ولا يعتقد به المسيحيون ۔ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ نہ ہی اس مقام کے بارے میں عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے۔(٦٦)

بیت لحم، جائے پیدائش سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ''کوہِ ساعیر'' کے دامن میں ہے جو کہ بیت المقدس سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہ جگہ ''بیت اللحم'' کے نام سے مشہور ہے۔ ''بیت اللحم'' دراصل اس بستی کا نام ہے، یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کی قبریں بھی یہیں ہیں۔ اس کے نام کی

ایک توجیہ تو یہ ہے کہ (قدیم آرامی زبان میں) ''بیت''خبز کو کہتے ہیں اور چوں کہ اس علاقہ میں گھاس پھوس اور پھل وغیرہ زیادہ تھے، جس سے جانور وغیرہ سیر ہو جاتے تھے تو اس سے بعد میں اس کا نام ''بیت لحم'' پڑ گیا۔ بعض محققین کے بقول اس شہر کو کنعانیوں نے بنایا تھا اور اس کا نام ''بیت ایلو لاہاما'' تھا یعنی ''لاہاما'' خدا کا گھر، اور ''لاہاما'' خدا کنعانیوں کے نزدیک کھانے اور غذا کا منتظم تھا۔ چوں کہ یہ شہر ہرا بھرا تھا اور انسان، جانور اس میں سیر ہو جاتے تھے تو ان کے باطل خدا کے نام پر بعد میں بدل کر بیت لحم پڑ گیا، جس میں خود غذا کا معنیٰ موجود ہے۔ اور ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ اصل میں بیت لخم تھا، اور ''لخم'' ایک عرب کا قبیلہ تھا، جو یمن سے ہجرت کر کے بیت المقدس آیا تھا، اِن ہی کے نام پر اس بستی کا یہ نام پڑ گیا، پھر عام لوگوں نے اس کو بیت لحم کہنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں قسطنطنیہ کے بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش پر ایک محل بنایا جس کا نام بیت لحم رکھا، اور یہاں ایک بڑا کنیسا بھی ہے، اس لیے اب عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش بیت لحم سے مشہور ہے۔ (٦٧)

''بیت لحم'' مقام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں تشریف لائے تھے۔ یہاں نماز ادا فرمائی، اس کی تفصیل باب دوم ''واقعہ معراج'' میں آ رہی ہے۔

القدس، ایلیا

70ء میں ٹیٹوس نے بزور شمشیر یروشلم کو فتح کر لیا اور اہل فلسطین کا قتل عام کیا۔ جس میں ایک لاکھ ٣٣ ہزار افراد قتل ہو گئے اور ٦٧ ہزار غلام بنا کر تھیٹروں میں بھوکے شیروں کے پنجوں سے بھنبھوڑے جانے کے لیے مختلف علاقوں میں بھیج دیے گئے اور

یروشلم کے شہر اور ہیکل کو مسمار کر کے پیوند خاک کر دیا گیا۔ اس تباہی میں صرف دیوار کا یہ حصہ باقی بچا جسے اب یہودی ہیکل سلیمانی کی دیوار بتاتے ہیں۔ اور فلسطین سے یہودی اثر و اقتدار ایسا مٹا کہ دو ہزار برس تک اس کو پھر سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ (۶۸)

132ء میں یہودیوں نے ''بار خوخیا'' کی قیادت میں رومی سلطنت پر یلغار کی اور کسی ایک قلعہ پر غلبہ بھی حاصل کر لیا۔ لیکن تین سال بعد رومی بادشاہ ''ہادریان'' نے اس قبضہ کو ختم کرایا۔ اس نے یہودیوں کی تمام آبادیوں کو ختم کر دیا۔ یہودی آثار کو زمین سے مٹا دیا اور ایک نیا شہر یہاں آباد کیا اور ایک تعمیر بنائی، جس کا نام ''ایلیا ہا دریان'' تھا۔ اب القدس اس نئے نام ''ایلیا'' سے بھی مشہور ہوا۔ اس نے یہودیوں کی عبادت گاہ اور ہیکل کو مسمار کر کے ایک قلعہ بنایا، جسے ''خربۃ الیہود'' بھی کہا جاتا تھا۔ رومی شہنشاہ نے یہ بھی بہت سخت فیصلہ کیا کہ کسی بھی یہودی کا قدس میں داخلہ منع ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے ان کو عبادت کی اجازت دی جاتی تھی۔ اس عرصہ میں بنی اسرائیل پوری زمین پر مختلف جگہوں میں نقل مکانی کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ فلسطین میں ان کا نام و نشان تک نہیں رہا۔ (۶۹)

۳۲۴ عیسوی میں روم کے شہنشاہ قسطنطین نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اس کے بعد سے پھر القدس عیسائیت کا مرکز بن گیا۔ قسطنطین کی والدہ نے بھی عیسائیت قبول کر لی۔ یہ القدس کی زیارت کے لئے بھی آتی تھی۔ اسی نے القدس میں مشہور گرجا گھر تعمیر کیا، جو ''کنیسۃ القیامۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔ (۷۰)

۶۱۴ء فارس نے رومیوں پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں یہودیوں نے فارسیوں کا ساتھ دیا۔ فارسیوں نے شدید حملہ کیا۔ عیسائیوں کو نکال دیا۔ کنیسۃ القیامہ کو ڈھا دیا۔

اس کے خزانے کو لوٹ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً ساٹھ ہزار عیسائیوں کو قتل کیا گیا۔ آخر کار اہل فارس کو فتح ہوئی۔ اسی سلسلہ میں سورۂ روم کی آیات نازل ہوئیں۔ اس کا مزید تذکرہ باب دوم میں بھی آ رہا ہے۔

القدس میں صہیونیت کی آبادکاری

۱۶ھ (۱۷ھ) میں بیت المقدس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کے زیرِ نگیں آیا۔ تقریباً پانچ سو سال تک ارض قدس مسلمانوں کے پاس رہا۔ گیارہویں صدی عیسوی (۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء) میں یورپی عیسائیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ پھر مجاہد اعظم سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۱۸۷ء میں دوبارہ اِسے فتح کر کے اسلامی ریاست کا حصہ بنایا۔ تب سے یہ مسلمانوں کے پاس ہی رہا لیکن انگریزوں نے ۲ فروری ۱۹۲۴ء کو فلسطین پر قبضہ کرلیا۔ یہاں جو پہلا برطانوی کمشنر آیا وہ ''ہربرٹ سیموئیل'' نامی کٹر یہودی تھا۔ برطانیہ اس وقت عیسائی ہونے کے باوجود یہودی مقاصد کی تکمیل کے لئے آلہ کار بنا ہوا تھا۔ لہٰذا دیدہ دانستہ سازش کے تحت یہاں یہودی کمشنر بھیجا گیا۔ اس نے صہیونی یہودیوں کے لئے فلسطین کے دروازے کھول دیے۔ امریکا کی صہیونی تنظیموں نے یہودیوں کو یہاں زمینیں خریدنے کے لئے کروڑوں پاؤنڈ دیے۔ رفتہ رفتہ یہودی مضبوط ہوتے گئے۔

اقوام متحدہ نے ۱۹۴۷ء میں فیصلہ دیا تھا کہ فلسطین کو دو [۲] ریاستوں میں تقسیم کردیا جائے۔ مغربی علاقہ جہاں یہودیوں کی اکثریت آباد تھی وہاں یہودی اسرائیل کی ریاست قائم کریں اور مشرقی علاقہ میں فلسطینی عرب مسلمانوں کی ریاست قائم

ہو جائے۔ جبکہ بیت المقدس اقوام متحدہ کے کنٹرول میں رہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے یہ قراردادِ تقسیم منظور کرتے ہوئے ساڑھے بارہ لاکھ فلسطینی عربوں کے لئے فلسطین کا ۴۵ فیصد رقبہ مخصوص کیا جبکہ چھ لاکھ یہودیوں کو ۵۵ فیصد علاقہ بخش دیا۔ یہودیوں نے اس فارمولے کو قبول کرلیا جبکہ فلسطینی مسلمانوں اور عرب ممالک نے اپنے درمیان ایک یہودی ریاست کے قیام کو یکسر مسترد کردیا۔ اسرائیل اور عرب ممالک کے درمیان جنگیں چھڑ گئیں۔ ظالم وجارح یہودیوں نے پہلی عرب اسرائیل جنگ کے دوران فلسطین کا ۷۸ فیصد تک رقبہ ہتھیالیا اور پھر انیس برس بعد تیسری عرب اسرائیل جنگ میں پورا فسلطین اور بیت المقدس یہودیوں کے تسلط میں چلا گیا۔

بیسیویں صدی کے وسط تک مسجد اقصیٰ میں غیر مسلموں کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ اسے الحرم الشریف کا لقب دیا گیا تھا، جہاں غیر مسلم کو داخلے کی اجازت نہیں ہے۔ 1967ء کے بعد غیر مسلموں کو محدود داخلے کی اجازت دی گئی۔ کہ وہ یہاں عبادت نہیں کرسکتے اور نہ ہی اپنا مذہبی لٹریچر ساتھ لا سکتے ہیں۔ 1967 میں چھ دن کی جنگ کے بعد اسرائیلیوں نے یروشلم کے مشرقی حصے پر تسلط حاصل کرلیا لیکن اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم ''موشے دایان'' نے مسجد اقصیٰ کی دیکھ بھال اردن کے شاہ حسین کے حوالے کردی۔ شاہ حسین نے مسجد اقصیٰ کا انتظام چلانے کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کردیا۔ جو اس کا پورا انتظام کرتا ہے۔ اب عجیب صورتحال ہے کہ مسجد اقصیٰ کا اندرون حصہ تو اُردنی وقف کے تحت ہے لیکن بیرون اسرائیلوں کے غاصبانہ قبضے میں ہے۔(۷۱)

باب دوم

فلسطین، عہدِ رسالت ﷺ میں

"قبلتین" کے معمار اوّل؟

باب اوّل میں گزرا ہے کہ تخلیق ارض میں سب سے پہلے بیت اللہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس وجود میں آئے۔ اسی عنوان سے متعلق ایک روایت بھی ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: مسجد الحرام۔ میں نے پوچھا، پھر اس کے بعد کون سی مسجد؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا: دونوں مسجدوں کی تعمیر کے درمیان کتنا عرصہ تھا؟ ارشاد فرمایا: چالیس سال۔(۱)

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قبلتین کی تعمیر اوّل کس نے کی؟

ایک قول یہ ہے کہ دونوں کی تعمیر فرشتوں نے کی۔ چنانچہ پہلے بیت اللہ کی تعمیر عمل میں آئی، بعدازاں بیت المقدس کی تعمیر کی گئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں کی اوّل تعمیر سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمائی۔ چنانچہ ابن ہشام نے کتاب التیجان میں روایت نقل کی ہے:

أنّ آدم لما بنى الكعبة أمره الله بالسير إلى بيت المقدس وأن يبنيه فبناه ونسك فيه...... حضرت آدم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کو تعمیر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حکم دیا کہ وہ بیت المقدس کی طرف جائیں اور اس کی بنیاد رکھیں تو انہوں نے جا کر اس کو تعمیر کیا اور اس میں عبادت کی۔(۲)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام ہند میں اُترے۔

پھر وہ بیت اللہ میں تشریف لائے اور طواف کیا۔ پھر اُنہیں حکم ہوا کہ اب بیت المقدس جائیں وہاں مسجد بنائیں تاکہ وہ آپ کی اولاد میں سے بعض کا قبلہ بنے گا۔ (۳)

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر جن پہاڑوں کے پتھروں سے کی، ان پہاڑوں میں ایک نام ''طور زیتا (جبل الخمر)'' کا بھی ہے جو بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔ (۴)

بعض روایات میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی ہے۔ مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی جو تعمیر فرمائی، وہ تعمیر اوّل نہیں تھی، بلکہ تعمیر جدید تھی۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی جو تعمیر فرمائی، وہ تعمیر جدید تھی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی تعمیر قبلتین کے اقوال کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر عبدالفتاح محمد العویسی لکھتے ہیں:

فهـذه العلاقة الوثيقة بين المسجد ين تعود الى فجر التاريخ الانسانی وعصر آدم عليه السلام ۔ (۵)

(اس تفصیل سے یہ بھی) واضح ہوا کہ مسجد الحرام اور مسجد الاقصیٰ کا مضبوط تعلق انسانی تاریخ کے نقطۂ آغاز اور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہے۔

قبلہ اوّل و مکہ میں خلیلی یادگاریں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے اہل خانہ کو وادی مکہ میں چھوڑ آئیں۔ چنانچہ وہ فلسطین سے اپنی اہلیہ اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو لے کر نکلے اور اُنہیں

اللہ تعالیٰ کی پناہ میں مکہ مکرمہ کے پڑوس میں چھوڑ دیا۔ پھر اپنے اہل خانہ کی خبر گیری کے لئے متعدد بار فلسطین سے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت کوئی زراعت تھی، نہ ہی زندگی گزارنے کے وسائل واسباب۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں کے مکینوں کے لئے رزق اور برکت کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور ارض مکہ کو آباد اور بارونق شہر بنا دیا۔

مکہ مکرمہ کے قریب ہی ارض طائف ہے، جسے مکہ والوں کا باغ کہا جاتا ہے۔ ارض طائف کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ یہ سرزمین فلسطین کا حصہ تھی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی: تو اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو فلسطین سے اُٹھا کر حجاز کا حصہ بنا دیا۔(٦)

سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی والدہ نے ہجرت کر کے وادی مکہ میں ڈیرہ ڈالا اور فلسطینی سے مکی بن گئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے اہل وعیال سے ملنے آتے جاتے رہتے تھے۔ پھر باپ بیٹا (سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام) دونوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر جدید فرمائی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دُوسرے بیٹے سیدنا اسحٰق علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ارض قدس میں دنیا کی دوسری عبادت گاہ مسجد اقصیٰ کی جدید تعمیر فرمائی۔ خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ شہر معرض وجود میں آیا اور مسجد اقصیٰ کی وجہ سے دنیا کا دوسرا بڑا شہر القدس آباد ہوا۔

”فلسطین، حجاز کا ایک حصہ ہے“

تعمیر آدم علیہ السلام اور خلیلی یادگاروں سے واضح ہوا کہ فلسطین وحجاز کا ربط وتعلق

کافی قدیم ہے۔ دونوں علاقوں کے باشندوں کی آمد و رفت لگی رہتی تھی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد میں آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کروایا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ سے ہی معراج پر لے جاسکتے تھے، لیکن مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کے اس سفر سے دونوں مقامات کے درمیان تعلق اور ربط کو مضبوط کرنا تھا۔

''مصطفیٰ مراد الدباغ'' لکھتے ہیں:

''واقعہ معراج نے مکہ مکرمہ و بیت المقدس اور حجاز و فلسطین کے درمیان تعلق کو مضبوط کر دیا۔ دونوں کو ایک کر دیا۔ بہت سے حضرات نے تو یہ کہہ دیا کہ واقعہ معراج اشارہ ہے کہ فلسطین حجاز کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے: فلسطین جزء من أجزاء الحجاز۔ اور مسجد الاقصیٰ کو اس لیے ''اقصیٰ'' کہا جاتا ہے کہ جن مساجد کی زیارت کی جاتی ہے یہ مسجد ان میں دُور اور بعید مسافت پر ہے۔ ''اقصیٰ'' کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کی مسافت مسجد الحرام سے دُور اور بعید ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ کے معنیٰ اور مفہوم میں بھی مسجد الحرام کے فاصلے کو مدنظر رکھا گیا۔ یہ ربط و تعلق کی دلیل ہے۔''(۷)

''غزۃ'' اہلِ حجاز کی قیام گاہ

فلسطین کا اہم مقام ''غزۃ'' کسی زمانہ میں بڑا وسیع علاقہ تھا۔ اس کی حدود میں کسی زمانہ میں اکہتر [۷۱] قصبے اور بستیاں تھیں۔ مرکزی شہروں غزۃ، المجدل، خان یونس اور الفالوجۃ پر مشتمل یہ سب ''غزۃ'' تھا۔ غزہ کے قدیم باشندے اور آباد کار

کنعانی اور عرب ہیں ۔قدیم زمانہ سے یہ تجارت کا مرکز رہا ہے ۔ ہندی اور افریقی تاجر ہندوستان اور افریقہ کے ساحلوں سے سونا، چاندی، مصالحے، عود، جواہرات اور مختلف قسم کے حیوانات لے کر یمن پہنچتے۔ یمن میں ان اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی۔ پھر یمن سے دیگر اشیاء مثلاً بخور، لوبان وغیرہ لے کر مصر، شام وعراق کی طرف نکلتے۔

بعض مؤرخین نے ان تجارتی قافلوں کا راستہ (رُوٹ) بھی نقل کیا ہے کہ یہ تجارتی قافلے یمن کے ''شبوۃ'' (ساحل) سے چلتے، حضرموت اور مآرب (قوم سبا کا مرکز) جاتے۔ وہاں سے شمال کی طرف نکلتے اور حجاز ومکہ کے راستے سے ''البتراء'' آتے۔ پھر یہاں سے ''بئر السبع'' سے ہوتے ہوئے غزہ پہنچتے۔ یہاں اپنا تجارتی اثاث ومتاع منتقل کرتے۔ یہاں سے پھر بحرابیض متوسط کے راستے سے مغرب کے علاقوں تک یہ سامان پہنچتا۔

موسم گرما میں حجاز کے متعدد قافلے غزۃ میں اُترتے۔ غزہ میں حجاز کے جو اشراف وزعماء پہنچے ہیں، اُن میں سے چند کے نام یہ ہیں: ہاشم بن عبد مناف (رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد)، سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب، (رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد)، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔ (۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین میں پیدا ہوئے اور اُنہوں نے لوگوں کو نصرانیت کی دعوت دی۔ لیکن ابتداءً اہل غزۃ اس سے محروم رہے۔ کیونکہ ''غزہ'' بت پرستی کا مرکز تھا۔ یہاں بت پرستوں کا ایک بڑا بت ''مرناس'' نصب تھا۔ تاہم بعد میں مسیحیوں کی دعوت کے آثار یہاں بھی پہنچ گئے۔ پھر یہاں بھی ایک کنیسہ بنایا گیا۔

بعثت محمدی کے بعد اسلام کی دعوت ارض فلسطین میں پہنچی۔ رفتہ رفتہ اس دعوت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ رحمۃ للعالمین تھے، فلسطین کے کنعانیوں، عیلامیوں، آرامیوں، فلستیوں، فینیقیوں اور موآبیوں سب کے لئے ذریعہ ہدایت بن گئے اور یہ سب کی سب اقوام دین توحید کی علمبردار بنیں اور پورا فلسطین ہمیشہ کے لئے اب اذانوں کا دیس بن گیا۔

شعراء حجاز غزہ میں

''غزۃ'' کا حجاز ومکہ سے ایسا گہرا تعلق رہا ہے کہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ''غزۃ'' قدیم زمانہ سے عربوں کا شہر ہے۔ رُومی عہد میں یہاں بازار منعقد ہوتا تھا۔ جس میں قریش بھی حاضر ہوتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''غزۃ'' کی شراب ''سوق مجنۃ'' (مکہ مکرمہ کے قریب ایک بازار) میں پہنچائی جاتی تھی۔ ابوذویب الھذلی رضی اللہ عنہ (یہ شاعر بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) کے اشعار میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے: وہ کہتا ہے:

تـزوّدهـا مـن أهـل بـصرى وغزة   على جسرة مرفوعة الذيل والكفل

یہ شراب اُس نے بصریٰ وغزہ کے لوگوں سے بطور زادِ راہ لی ہے جو ایک موٹی تازی اور تیز رو اُونٹنی پر رکھی ہوئی ہے۔

عرب کا مشہور شاعر امیہ بن ابی الصلت الثقفی (الطائفی) بھی شام وغزہ متعدد بار آیا ہے۔ (۹)

''اُمیہ بن ابی صلت'' کا تعلق قبیلہ ثقیف سے تھا۔ جاہلیت کے بڑے شعراء میں سے تھا۔ یہ قیامت، حشر نشر وغیرہ کا قائل تھا۔ عربوں میں اس کے اشعار کا بڑا چرچا

تھا۔اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، مگر بدنصیب کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی۔ حسد کا شکار رہا۔ اپنی شاعری کی شہرت وعمدگی کی وجہ سے اس کا خیال یہ تھا کہ نبوت مجھے ملے گی۔(۱۰)

”غزۂ ہاشم“، جدامجد رسول اللہ ﷺ

قرآن کریم کی ”سورہ قریش“ میں قریش کے دو[۲] مشہور سفروں کا ذکر ہے۔ قریش کے تاجر سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کے علاقوں کی طرف سفر کرتے تھے۔سفرِ شام کی ایک منزل ”غزہ“ تھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ قریشیوں کے ان دو [۲] سفروں کی بنیاد رکھنے والے ”ہاشم بن عبد مناف“ تھے، یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پر دادا تھے۔ اُن کی اولاد قریش کے معزز ترین قبیلہ بنو ہاشم کے نام سے مشہور ہے۔ان کا اصل نام عمرو تھا۔ ہاشم دراصل ” ھشم “ سے ہے جس کے معنی ہیں: چورہ کرنا۔ ”ہاشم“ شوربے میں روٹیاں چورہ کر کے لوگوں کو کھلاتے تھے۔یعنی مہمان نواز تھے اور ایسے مہمان نواز کہ جو شوربے میں روٹیاں چورہ کر کے، ثرید بنا کر لوگوں کو کھلائیں۔

ہاشم تجارت کے سلسلہ میں غزہ آتے تھے۔کبھی کبھی گرمی کے کافی ایام یہاں گزارتے تھے۔ایک بار اپنے ساتھیوں کے ساتھ تجارت کے سلسلہ میں ”غزہ“ پہنچے تو بیمار ہوگئے۔ پھر اسی بیماری میں انتقال فرما گئے۔ان کے رفقاء سفر نے انہیں غزہ میں دفن کیا۔یہ تقریباً ۵۲۴ء کا زمانہ تھا۔غزۃ میں ان کی قبر ہے۔قبر کے قریب ہی ایک مسجد ان سے منسوب ”سید ہاشم مسجد“ قائم ہے۔(۱۱)

مسجد السید ہاشم بن عبد مناف

''مسجد السید ہاشم'' کو مملوکوں نے شہر کے ''الدرج'' محلے میں تعمیر کیا تھا۔ ۱۸۵۰ء میں عثمانی سلطان عبدالحمید نے اس کی تزئین وآرائش کی تھی۔ پہلی جنگ عظیم میں مسجد کے کئی حصے شہید ہوگئے تو مسجد الاسلامی الاعلیٰ نے 1926ء میں پھر اس کی تعمیر جدید کی۔ پھر 2009ء میں ''وزارت الاوقاف والشؤون الدینیۃ والآثار فی فلسطین'' نے بھی اس کی تعمیر ومرمت کی ہے۔ ''سیدنا ہاشم'' کی نسبت سے شہر غزہ کو ''غزہ ہاشم'' بھی کہا جاتا ہے۔ ہاشم بن عبد مناف کی قبر کے قریب بعد میں لوگوں نے اپنے مُردوں کو دفنانا شروع کیا۔ مرور وقت کے ساتھ قبر کے نشانات ختم ہوگئے، البتہ وہ علاقہ جہاں ان کی تدفین ہوئی ہے، وہ مکان معروف ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ہاشم کی قبر ''مسجد سید ہاشم بن عبد مناف'' کے شمال مغربی حصہ میں ہے۔ واللہ اعلم۔ (۱۲)

گوگل میپ پر یہ مسجد ''مسجد السید ہاشم بن عبد مناف'' سے محفوظ ہے۔

''غزہ'' سے ہاشم کی میراث کی منتقلی

ہاشم کا انتقال غزہ میں ہوا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق ان کے ساتھی ان کی میراث لے کر مکہ مکرمہ پہنچے اور یہ میراث ان کی اولاد کے حوالے کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہاشم اور اُن کے بھائی عبد شمس دونوں نے غزہ میں وفات پائی ہے۔ اگر یہ قول درست ہو تو پھر بنو ہاشم اور بنو امیہ دونوں کے جدامجد غزہ میں مدفون ہوئے۔ (۱۳)

تاریخ ابوزرعہ الدمشقی میں ہے کہ ہاشم اور عبد شمس دونوں کا انتقال غزہ میں ہوا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں آئے تو غزہ کا ایک راہب دونوں کی

میراث لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاشم کی میراث حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور عبد شمس کی میراث حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے حوالے کی، جو ان کے ورثاء میں تقسیم کی گئی۔ (۱۴)

والد ماجد رسول مکرم ﷺ غزہ میں

غزہ کی سرزمین پر امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ''سیدنا ہاشم'' کی آمد ہوئی۔ اسی طرح ''غزہ'' نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب کی بھی جھلک دیکھی ہے۔ والد ماجد بھی غزہ تجارت کے لئے گئے تھے۔ جب ان کی عمر مبارک پچیس [۲۵] سال تھی تو اُن کی غزہ آمد ہوئی۔ تاریخ ابن کثیر میں الفاظ ہیں: خرج عبد اللّٰہ بن عبد المطلب إلى الشام إلى غزة۔ عبداللہ بن عبدالمطلب شام میں غزہ کی طرف تجارت کے لئے نکلے۔ واپسی پر یہ قافلہ مدینہ منورہ شہر سے گزرا تو سیدنا عبداللہ بیمار ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں اپنے ماموؤں کے قبیلے بنوعدی بن النجار کے پاس رہتا ہوں۔ وہ بنوعدی کے ہاں ایک ماہ تک مقیم رہے۔ تجارتی قافلہ نے اپنا سفر جاری رکھا۔

قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے ان سے اپنے بیٹے عبداللہ کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے بتایا کہ ہم نے بیماری کی وجہ سے اُنہیں ان کے ماموؤں بنوعدی بن نجار کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ عبدالمطلب نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ حارث مدینہ منورہ پہنچے تو پتہ چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات ہوگئی ہے اور ''دارالنابغہ'' جگہ میں ان کی تدفین

بھی کر دی گئی ہے۔(۱۵)

فلسطین سے مکہ مکرمہ ہجرت

''غزۃ'' کے فخر و اعزاز میں ایک نمایاں اعزاز ''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ'' کی شخصیت ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ قریشی ہیں۔ ان کا نام ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع-القرشي ہے۔ ان کا سلسلہ نسب ''عبد مناف'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جاملتا ہے۔ ان کے والد ادریس رحمۃ اللہ علیہ نے ''غزۃ'' میں آکر سکونت اختیار کی۔ اسی مقام پر ان کا انتقال ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غزہ سے مکہ مکرمہ اور مکہ مکرمہ سے غزہ آنے جانے کا اور دونوں مقامات کے باشندوں کا قیام و سکونت کا سلسلہ اِدھر اُدھر چلتا رہتا تھا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک سو پچاس [۱۵۰] ھ میں غزۃ میں پیدا ہوئے۔ ان کی جائے ولادت ''غزۃ'' کے محلّہ ''حي الزيتون'' میں ''الشیخ عطیۃ'' نامی مقام پر تھی۔ دو سال کی عمر میں یہ اپنی والدہ کے ساتھ فلسطین سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے کہ اُنہوں نے اپنے وطن اصلی ''غزہ'' کی محبت میں یہ دو [۲] شعر بھی کہے تھے:

وإني لمشتاق إلى أرض غزة ＿ وإن خانني بعد التفرّق كتماني

سقى الله أرضاً لو ظفرت بتربها ＿ كحلتُ به من شدة الشوق أجفاني

میں غزہ جانے کا مشتاق ہوں، جدائی کے بعد وہاں کی محبت کو مخفی رکھنا میں خیانت سمجھتا ہوں۔

اللہ اس سرزمین کو سیراب کرے، اگر مجھے اس مٹی پر جانے کا موقع ملا تو میں شدت شوق میں اس مٹی کو اپنی پلکوں کا سرمہ بناؤں گا۔(۱۶)

مجیرالدین حنبلی لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جائے ولادت غزہ میں یادگار کے طور پر قائم ہے۔لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔نیز وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر غزہ کے لیے صرف یہی دو[۲] فخر واعزاز ہوتے: سیدنا سلیمان علیہ السلام اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جائے ولادت، تو اس کے لیے کسی اور اعزاز کی ضرورت نہیں تھی۔ ولو لم يكن لغزة من الفخر إلا مولد النبي سليمان والإمام الشافعي بها لكفاها۔(۱۷)

سیر وتراجم کی کتب میں یہ بھی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ولادت کے بعد غزہ سے تقریباً ۲۵ کلومیٹر دور عسقلان شہر میں بچپن کے ابتدائی دو سال گزارے۔اس کے بعد مکہ مکرمہ ہجرت فرمائی۔

فلسطین وحجاز، مذہبی ربط وتعلق

فلسطین وحجاز میں اقتصادی، قبائلی تعلقات کے ساتھ ساتھ مذہبی وایمانی تعلق کی بھی مضبوط بنیادیں دونوں میں کمال کے ساتھ قائم ہیں۔

✦...... بیشتر انبیاء کرام علیہم السلام کا علاقہ شام وارض قدس تھا۔انہوں نے اپنے مقامات سے چل کر مکہ مکرمہ حاضری دی۔ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا:

لَقَدْ كَانَ هٰذَا الْبَيْتُ يَحُجُّه سَبْعُ مِائَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ، يَضَعُوْنَ نِعَالَهُمْ

بِالتَّنْعِيمِ، وَيَدْخُلُوْنَ حُفَاةً تَعْظِيمًا لِلْبَيْتِ. (۱۸)

بنی اسرائیل کے سات سو[۷۰۰] انبیاء کرام علیہم السلام نے بیت اللہ کا حج کیا، وہ اپنے جوتے تنعیم کے مقام پر ہی اُتار دیتے تھے اور حرم میں بیت اللہ کی تعظیم کی خاطر ننگے پاؤں داخل ہوتے تھے۔

✦......نماز ارکانِ اسلام میں سے ہے۔ قبلہ رُخ ہونا نماز کی شرائط میں سے ہے۔ بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں قبلہ صلوٰۃ ہیں۔ القدس قبلہ اوّل ہے اور کعبہ قبلہ ثانی، اصلی وابدی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ اور بیت المقدس، دونوں قبلوں کا رُخ کر کے نماز ادا فرمائی ہے۔

✦...... جہاد کے سلسلہ میں بھی دونوں میں کس قدر حسین مناسبت ہے۔ جہاد کی فرضیت کی ابتداء حجاز سے ہے اور آخری زمانہ میں بیت المقدس بہت اہم جہادی میدان ہوگا۔

✦......بیت المقدس میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور پھر اسی مقام سے آسمان کی طرف اُٹھا لیے گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں تشریف لائے اور پھر اسی مقام سے آسمان کی طرف معراج فرمایا۔

✦......حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس نزول فرمائیں گے اور بیت المقدس (کے قریب ''باب لُد'' میں) دجال کو قتل کریں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آسمان سے واپس بیت المقدس میں نزول فرمایا۔

خانہ کعبہ بیت المقدس، مشترکہ پہلو

روئے زمین پر وجود انسانی کے ابتدائی زمانہ سے ہی مسجد الحرام اور مسجد الاقصیٰ اسلام کے دو[۲] اہم مرکز رہے۔ دونوں کا مختلف انبیاء کرام علیہم السلام، ان کی زندگی، ان کی تعلیمات، دعوت وتبلیغ اور تاریخ سے بڑا گہرا ربط رہا۔ دونوں کا تقدس و احترام اور مسلمانوں کا ان سے دینی اعتبار سے جذباتی لگاؤ بھی ہمیشہ برقرار رہا۔ ان دونوں مساجد ومراکز کے بے شمار مشترکہ امتیازی پہلو ہیں، ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

✦......سب سے پہلے تعمیر کردہ مراکز دو[۲] ہیں: مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ...... راجح قول کے مطابق دونوں کے معمار اوّل سیدنا آدم علیہ السلام ہیں۔

✦......دونوں مساجد کا سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے گہرا ربط ہے، کہ اگر آپ نے مسجد حرام کی تعمیر نو کے بعد اسے اپنے ایک صاحب زادہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مرکز بنایا، تو خود مسجد اقصیٰ کے پاس اپنے دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ رہے لیکن اپنی زندگی میں برابر ان دونوں مراکز آتے جاتے رہے۔

✦......نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور بعثت اگر چہ کہ سرزمین مکہ میں ہوئی اور اس بنیاد پر خانہ کعبہ سے خصوصی رشتہ اور تعلق رہا لیکن معراج کے موقع پر آپ کو خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ لے جا کر مسجد اقصی اور خانہ کعبہ کے باہمی ربط اور تعلق کو واضح کیا گیا۔ وہاں سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کے ذریعہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری امت کو دونوں مسجدوں کی قیامت تک تولیت کا منصب

عطا کیا گیا۔

✦......حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام نے مسجد الحرام کی تعمیرِ نو فرمائی تو ڈھیروں دعائیں کی، اور حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اُنہوں نے بھی تین [۳] دعائیں کیں، جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

✦......ایک خوبصورت مشترکہ پہلو دونوں مقامات میں یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اور تمام اہل ایمان کو ان دونوں مقامات میں حاضری و زیارت کا اشتیاق رہتا ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہاں پہنچنے کی تمنا و آرزو فرمائی، اہل ایمان بھی ہر وقت اسی اشتیاق میں رہتے ہیں۔

✦......سرزمین مکہ اور ارض فلسطین دونوں کو مرکزِ وحی اور انبیاء کی جائے پیدائش اور مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

✦......دونوں مقامات پر نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد سے زیادہ ہے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

✦......احادیث میں خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کو گناہوں کی معافی کا ذریعہ قرار دیا گیا تو وہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے والے کے گناہوں کی ایسی معافی کی دعا مانگی جیسے وہ آج اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

✦......قربِ قیامت ظاہر ہونے والے بڑے فتنوں میں دجال کا فتنہ اہم اور خطرناک ترین ہے۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں مسجدوں مسجد حرام اور بیت المقدس کو دجال اور اس کے فتنہ سے محفوظ رکھیں گے۔

سورۂ قریش، سفر فلسطین کے اشارات

اس باب کے ابتدائی صفحات میں ہم نے حجاز مکہ اور فلسطین کے باہم تجارتی معاملات و اسفار کا ذکر کیا ہے۔ سورۂ قریش کا نزول اِس کی مزید تشریح ہے۔ اس سورت میں قریش کے دو [۲] سفروں کا تذکرہ ہے، ایک شام و فلسطین کی طرف دوسرا یمن وغیرہ کی طرف۔ قرآن کریم میں ان اسفار کا ذکر رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عالمی اُمت کے لئے پیغام و اشارہ ہے کہ اب یہ میدان و اطراف قرآن والوں کے ہیں۔ اب آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی ان علاقوں کی فاتح اور وارث بنے گی۔

سورہ ''والتین والزیتون'' میں تو فلسطین و شام کے ساتھ ''طور سیناء'' اور ''مکہ مکرمہ'' کا ذکر بھی ہے، جو کہ ان تمام مقامات کی فتوحات کی بشارت ہے۔

سورہ قریش، سورہ والتین مکی دور کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئیں اور چند سال بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فلسطین و اقصیٰ کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ یہیں سے بیت المقدس اور اس علاقہ کی فتوحات کا آغاز ہوتا ہے۔

فلسطین کا سفر، معراج مصطفیٰ ﷺ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے بڑا معجزہ ''معراج'' ہے، جو بیت اللہ سے ارض قدس اور پھر ارض القدس سے اُوپر بلندیوں کی طرف ہوا۔ خود ''معراج'' بھی متعدد معجزات کا مجموعہ ہے، جن میں ''امامتِ انبیاء'' عظیم الشان معجزہ ہے۔ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ معراج میں ایک عجیب حکمت یہ ہے کہ اس سیر (سفر) کی ابتداء مسجد حرام سے ہوئی جو زمین پر بننے والی پہلی مسجد ہے اور اس زمینی

سیر کی آخری منزل مسجد اقصیٰ بنائی گئی جو زمین پر بننے والے دوسری مسجد ہے۔ ایک قبلہ اوّل ہے تو دوسرا قبلہ اصلی وابدی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہلی و دوسری مسجد، پہلا اور آخری قبلہ کی فضیلت جمع کر دی گئیں۔ اسی کے ساتھ آخری پیغمبر کے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بلیغ اِشارہ بھی دے دیا گیا اور یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ دونوں قبلوں کے نبی اور مشرق ومغرب دونوں سمتوں کے امام ہیں۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا وطن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو وہاں جمع فرمایا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وطن اور ان کے گھر میں امامت فرمائی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امام اعظم اور سب کے سردار ورئیس ہیں۔ (۱۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"جس ملک میں مسجدِ اقصیٰ واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری اور باطنی برکات رکھی ہیں، مادّی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی اِفراط اور رُوحانی اِعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء ورُسل (علیہم السلام) کا مسکن ومدفن اور ان کے فیوض وانوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اِشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے، آپ کی ذات مقدسہ میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں، اُن پر اب بنی اِسماعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے، کعبہ اور بیت المقدس دونوں کے انوار وبرکات کی حامل ایک ہی اُمت ہونے والی ہے۔" (۲۰)

اقصیٰ کے ستونوں کا اشتیاق دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

باب اوّل میں مفصلاً بیان ہوا ہے کہ القدس سرزمین انبیائے کرام علیہم السلام ہے اور متعدد انبیاء علیہم السلام نے مسجد اقصیٰ کو شرف بخشا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

إن اسطوانات المسجد قالت ربنا حصل لنا من كل نبی حظ وقد اشتقنا إلى محمد فارزقنا لقاء ه فبدیء بالإسراء به إلى المسجد تعجيلا للإجابة۔

مسجد اقصیٰ کے ستونوں نے اللہ پاک کی بارگاہ میں یہ عرض کیا: یا اللہ! ہمیں کئی انبیائے کرام علیہم السلام کی برکات نصیب ہوئی ہیں۔ یا اللہ! ہم تیرے محبوب کریم آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق رکھتے ہیں، ہمیں اُن کی زیارت کا شرف عطا فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ کے ان ستونوں کی عرض ودرخواست قبول فرمائی اور معراج کی رات اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے مسجد اقصیٰ کی سیر کروائی بعد میں آسمانوں کی طرف معراج کرایا۔ (۲۱)

اقصیٰ سے معراج اور ازالہ شبہات

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اُٹھالیا۔ اس پر عیسائی اور دوسرے الحادی مذاہب اعتراض کرتے ہیں کہ آسمانوں کی طرف جانا کیسے ممکن ہے؟ اتنا عرصہ آسمان پر کیسے زندہ ہیں؟ اور اُن کی خوراک کیا ہے؟ وغیرہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وطن عیسیٰ علیہ السلام سے معراج کرایا تا کہ عیسائیوں پر واضح ہو جائے کہ یہ سب ممکن ہے اور اس کی مشاہداتی مثال آپ کے سامنے ہے۔ رفع عیسیٰ اور نزول عیسیٰ دونوں کی طرف اشارہ مل گیا کہ فضاء کا خلائی سفر اور کرۂ ارضی کے مقناطیسی دائرے سے نکل کر اُوپر دوسرے دائرے میں داخل ہونا ممکن ہے اور پھر آسمان سے کرۂ ارضی کی طرف صحیح سالم لوٹ کر آنا بھی ممکن ہے۔ واقعۂ معراج کے تناظر میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی تاریخ میں سب سے پہلے خلاباز مسافر ہیں، جو خلاء کی بلندیوں میں جا کر واپس صحیح وسالم تشریف لائے۔

روحانی اتصال کے بعد اب جسدی اتصال

زمین کے دو [۲] مقدس مقامات ''بیت اللہ اور بیت المقدس'' سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر لحظہ اتصال و تعلق تھا۔ یہ تعلق روحانی و دینی ہونے کے ساتھ ساتھ نسبی بھی تھا، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے نسب سے ہیں اور ان دونوں کا مقام فلسطین تھا، جس کا تذکرہ باب اوّل میں ہو چکا ہے۔

''مکہ مکرمہ'' رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے۔ اس مرکز سے تو جسدی و جسمانی اتصال حاصل ہے، اب وقت آ گیا کہ بیت المقدس سے بھی جسدی و جسمانی اتصال ہو جائے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسم وروح دونوں کے ساتھ ہوئی، صرف روحانی یا خواب کا معاملہ نہیں تھا۔ روحانی معراج، خواب کی زیارات تو بہت سوں کو ہو سکتی ہیں، لیکن جسمانی معراج اور بیداری کی حالت میں اس

قدر بلندیوں تک پہنچنا اور پھر واپس پہنچ جانا یہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نمایاں معجزہ ہے۔

اس وقت ''القدس'' اسلامی ریاست کا حصہ نہیں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں پہنچنا یہ بشارت اور پیش گوئی تھی کہ میری اُمت عنقریب ''القدس'' کو فتح کر لے گی۔ اے اللہ! ہماری روحیں تو ان دونوں مقامات سے ہر لحظہ اور ہر آن مربوط و متعلق ہیں۔ ہمارے لئے بھی غیب سے انتظام پیدا فرمادے کہ ہم بھی جسمانی طور پر ارض قدس اور ارض حرم میں پہنچیں اور زیارت کر کے روحانی وجسمانی تسکین حاصل کریں۔

سفرِ معراج کی منازل

''سفرِ معراج'' کی ابتداء مکہ مکرمہ میں اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوئی۔ اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام گئے۔ حطیم میں شق صدر ہوا۔ پھر براق لایا گیا اور سفر معراج شروع ہوا۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سفرِ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی زمین پر ہوا جہاں کھجور کے درخت تھے۔ جبریل علیہ السلام کے کہنے پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ یثرب ہے جہاں آپ ہجرت کریں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک اور زمین پر ہوا، وہاں بھی نماز پڑھی۔ جبریل امین نے بتایا کہ آپ نے وادی سینا میں شجرہ موسیٰ کے قریب نماز پڑھی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوئے۔ اسی طرح مدین میں نماز پڑھی، جہاں شعیب علیہ السلام رہتے تھے۔ آخر میں بیت اللحم میں

نماز پڑھی، جہاں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بیت المقدس پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کو اس حلقے سے باندھ دیا جس سے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ (۲۲)

بعض روایات کے مطابق ''سفر معراج'' میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ''الخلیل'' میں قبر ابراہیم علیہ السلام پر بھی ہوا اور جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہاں نماز ادا کریں، کیونکہ یہاں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے۔ (۲۳)

لیکن یہ روایت سند کے اعتبار سے قوی نہیں ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم وادی تیہ میں سرگرداں رہی، جیسا کہ باب اوّل میں گزرا ہے۔ اُسی زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ارض مقدس سے قریب کر دے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو حضرت موسیٰ کی قبر کا نشان دکھاتا کہ وہ سرخ ٹیلے (کثیب احمر) کے قریب دفن ہیں۔ (۲۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام ارض قدس کی فضیلت و برکات سے واقف تھے۔ تو ان کی خواہش ہوئی کہ وہ انبیاء کرام اور صلحاء کے قریب مدفون ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے واقف تھے۔ تو انہیں خوف ہوا کہ اگر ان کی قبر مشہور و معروف مقام پر ہوئی تو بنی اسرائیل اس میں فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ (۲۵)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج میں اس مقام سے گزرے ہیں اور اُن کی قبر میں اُن کی زیارت کی ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں موسیٰ (علیہ السلام کی قبر) پر میرا گزر رہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ قیام میں ہیں اور قبر میں نماز ادا کر رہے ہیں۔(۲۶)

بیت المقدس کی شرقی جانب ۲۸ کلومیٹر اور ''اریحا'' کے جنوب میں تقریباً آٹھ [۸] کلومیٹر کے فاصلے پر سڑک کے دائیں جانب ایک جگہ ''مقام نبی موسیٰ'' کے نام سے مشہور ہے۔ لوگ یہاں بڑے جذبہ سے ''قبر موسیٰ علیہ السلام'' کی نیت سے حاضری لگاتے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ یہ مقام قبر کی حیثیت سے مشہور ہوگیا ہے۔ حقیقت میں یہ قبر موسیٰ علیہ السلام نہیں ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ اسلام کا مقام قبر مخفی ہے۔

''بیت اللحم'' میں نماز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں بیت اللحم تشریف لائے اور یہاں دو [۲] رکعت نماز ادا فرمائی۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) جو جنوری 2019 میں القدس گئے تھے۔ بیت اللحم کا منظر یوں بیان کرتے ہیں:

پہلے ہمیں بیت اللحم میں واقع اس چرچ میں لے جایا گیا، جو عیسائیوں کے نزدیک ان کا سب سے مقدس مقام ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہے۔ یہ ایک پُر رونق پہاڑی پر واقع ہے، جس جگہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کہا جاتا ہے، وہ کافی گہرا تہہ خانہ ہے۔ اس کے اوپر علامتی طور پر ایک خوبصورت منڈپ بنا ہوا ہے، جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام

کے مجسمے ہیں۔ سطح زمین کے اوپر گول دائرے کی شکل میں ایک سوراخ ہے۔ جو عیسائی حضرات آتے ہیں، وہ اسی سوراخ سے اندر دیکھتے ہیں اور اسے بوسہ دیتے ہیں یا اظہار عقیدت کے لیے پھول یا گڑیا اندر ڈالتے ہیں۔ ظاہری شکل بالکل سجدہ کی سی ہوتی ہے، وہیں سے ایک دو قدم کے فاصلہ پر ایک اور گہری سی جگہ بنی ہوئی ہے، جسے بچوں کا جھولا کہا جاتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گہوارہ تھا۔ عیسائی حضرات ان مقامات پر موم بتیاں جلا کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش اور گہوارہ نشیب میں ہے۔ اُوپر سے سیڑھیوں سے اُتر کر نیچے پہنچنا ہوتا ہے۔ باب الداخلہ کچھ اس طرح کا بنایا گیا ہے کہ انسان کافی سر جھکا کر اندر داخل ہو سکے، محسوس ہوا کہ یہ قصداً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرضی شبیہ کے سامنے جھکنے کی ایک شکل پیدا کی گئی ہے۔

اس سے متصل کئی بڑے ہال ہیں، بہت خوب صورت اور دیدہ زیب۔ ان ہالوں میں آمنے سامنے تین چرچ ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ایک ہی عمارت، بلکہ ایک ہی ہال کے اندر تین چرچ کیوں ہیں؟ تحقیق پر معلوم ہوا کہ یہ عیسائیوں کے تین الگ الگ فرقے کیتھولک، پروٹیسٹنٹ اور آرتھوڈکس کے چرچ ہیں۔ میں نے سوچا لوگ مسلمانوں کے اختلاف کو اس قدر اُبھار کر پیش کرتے ہیں کہ گویا ہر مسلمان دوسرے کے خون کا پیاسا ہے، لیکن خود عیسائیوں کا حال یہ ہے کہ ایک ہی جگہ ایک دوسرے کے مدمقابل تین تین چرچ موجود ہیں۔ (۲۷)

حافظ عبدالاعلیٰ درانی اپنے سفرنامہ ''سفر مسجد اقصیٰ'' میں لکھتے ہیں:

بیت اللحم میں کئی غاریں بھی بڑی مشہور ہیں۔ جنوب مشرق میں ایک مغارات

الحلیب ہے مشہور ہے کہ سیدنا عیسیٰ کو ان کی والدہ اس غار میں دودھ پلایا کرتی تھیں۔

یہ علاقہ اس وقت اگر چہ مسیحیت کا مرکز ہے۔ تاہم اس میں مسلمانوں کی بھی کئی مساجد ہیں جنہیں صدیوں سے اہل ایمان نے اللہ کے حضور سجدوں سے آباد رکھا ہوا ہے۔ مسجد بلال بھی بہت مشہور ہے اور چودہ سو سال سے بنی ہوئی مسجد عمر بھی۔ مسجد عمر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیت اللحم کی فتح کے وقت اس عیسائیوں کی عبادت گاہ میں عمائدین شہر سے ملاقات رکھی تھی۔ اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا آپ نے حسب معمول باہر جا کر نماز ادا کرنے کا ارادہ کیا تو لاٹ پادری نے آپ کو اسی چرچ میں نماز ادا کرنے کی پیشکش کی اور آپ نے وہاں نماز ادا کر لی بعد میں اس عیسائی عبادت گاہ کے سامنے والی جگہ خیر سگالی کے طور پر مسلمانوں کو دے دی گئی جہاں نماز کے لیے مسجد بنائی گئی جسے مقامی مسلمان بعد میں استعمال کرتے رہے۔

دور عباسی اور دور فاطمی میں اس مسجد کی توسیع کی گئی، سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں یہاں بڑی پختہ عمارت بنائی گئی، عثمانیوں کے دور میں بھی اس کی تعمیر و مرمت کی جاتی رہی ہے۔ اب بھی یہ تین منزلہ خوبصورت مسجد ہے۔ جہاں ہمیں بھی الحمدللہ نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ (۲۸)

"مسجد اقصیٰ رات کو کھلی رکھی گئی"

قیصر روم ہرقل جب بیت القدس آیا تھا تو اُس کے پاس دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ مکتوب رسول مبارک صلی اللہ علیہ وسلم لے کر پہنچے تھے۔ (اس کا کچھ تذکرہ آگے آرہا

ہے) ہرقل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے چند سوالات کیئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ اس شخص (مدعی نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی جھوٹ بولا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے نفی میں جواب دیا لیکن پھر کہا: یہ شخص (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس آئے ہیں اور انبیاء کرام کی امامت کی۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کا خیال تھا کہ میرا یہ کہنا ہرقل کو رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا کرسکتا ہے۔ لیکن مجلس میں موجود ایک پادری نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔

بادشاہ کی طرف سے اجازت ملنے پر اس نے کہا: ابوسفیان کی اس بات پر اُسے ایک رات کا واقعہ یاد آگیا ہے: میری عادت تھی کہ جب تک مسجد کے تمام دروازے بند نہ کرلوں سوتا نہیں تھا۔ اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا، سب دروازے بند کیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا۔ میں نے ہر چند زور لگایا لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں۔ میں نے وہاں کے خادموں کو آواز دی۔ وہ آئے، ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ جیسے ہم کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں۔ ہم نے بڑھئی بلوائے اُنہوں نے بھی دیکھا بھالا۔ کوشش کی لیکن وہ بھی ہار گئے۔ ہم نے کہا صبح دیکھیں گے۔ چنانچہ ساری رات دروازہ کھلا رہا۔ صبح جب میں اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہورہا تھا کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے، اس کے اثر اور نشان بھی موجود

تھے۔میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج کی رات یہ ہماری مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی تھی اور اس نے یہاں نماز ادا کی ہے۔شاید یہی وہ رات ہو جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے ہوں، کیونکہ ایسا واقعہ کسی نبی کی آمد پر ہی ہوسکتا ہے۔(۲۹)

دیوارِ براق، مسجد براق

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر مختلف مقامات پر قیام فرمانے اور وہاں نماز ادا کرنے کے بعد بیت المقدس پہنچے اور ایک دیوار میں اپنی سواری ''براق'' کو باندھا۔مسجد اقصیٰ کی ایک دیوار کو اسی مناسبت سے ''دیوار براق'' کہا جاتا ہے۔یہ حرم کے جنوب مغرب میں ہے۔اس کی لمبائی ۴۷ میٹر اور بلندی ۱۷ میٹر ہے۔یہاں مسلمانوں نے حرم کی فصیل کے ساتھ مسجد براق کے نام سے ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی۔اس کے ساتھ خانقاہ اور وقف جائیدادیں بھی تھی۔ یہودیوں نے غاصبانہ قبضہ کے بعد متعدد عمارتوں کو منہدم کر کے، وسیع وہموار احاطہ کو اپنی عبادت کے لیے مخصوص کرلیا۔

یہودی اس دیوار کو ہیکل سلیمانی کا باقی ماندہ حصہ سمجھتے ہیں اور یہاں آکر روتے دھوتے اور دیوار کی درزوں میں درخواستیں لکھ لکھ کر رکھتے ہیں۔اس دیوار کو اُنھوں نے ''دیوار گریہ'' کا نام دے رکھا ہے اور اس پر ملکیت کا دعویٰ جتاتے رہتے ہیں۔ان کے اس احمقانہ اور بے بنیاد دعوے کی وجہ سے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ۱۹۲۹ء میں ان کی اس وقت زبردست جھڑپ ہوئی تھی جب یہاں سے صہیونی جھنڈا لگانے اور مذہبی

رسوم ادا کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں اشتعال پھیلا۔ مسلمانوں نے ان کی یہاں رکھی ہوئی میز کرسیاں اُلٹ دیں اور دیوار میں اڑسی کئی پرچیاں نکال کر پھاڑ دیں۔ اس وقت ایک کمیشن بھی بنا تھا جو تحقیق کے بعد ۱۹۳۰ء میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوا کہ یہ دیوار اور اس کے اردگرد کی جگہ مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ (۳۰)

حافظ عبدالاعلیٰ درانی (برطانیہ) دیوار براق اور مسجد براق کا مشاہداتی منظر لکھتے ہیں:

''اس دیوار گریہ کے پیچھے والا حصہ دیوار براق کہلاتا ہے۔ گہرائی میں جا کر چھوٹی سی علامتی مسجد بنی ہوئی ہے جہاں نماز با جماعت نہیں ہوتی اور دیوار کے درمیان علامت کے طور پر ایک کڑا لگایا ہوا ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ براق کو باندھا تھا۔ میں نے اس کی تاریخ کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ بنو اُمیہ کے دور میں اس کڑے کو بطور علامت لگایا گیا۔ حتمی طور پر یہ نشاندھی مشکل ہے کہ کس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کو باندھا تھا۔ بہر حال یہی وہ جگہ ہے جو سینہ بہ سینہ روایت کے مطابق چلی آرہی ہے۔ لوگ وہاں جاتے ہیں، دو رکعت نفل ادا کرتے ہیں۔ اور بطور تبرک اس کڑے کو ہاتھ لگاتے ہیں حالانکہ وہ دور نبوی میں نہ تھا۔'' (۳۱)

انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت

مسجد اقصیٰ وہ واحد مبارک جگہ ہے جہاں انسانی تاریخ کا سب سے عظیم الشان اجتماع ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء و رسل گزرے ہیں وہ سب کے سب اس مبارک جگہ پر معراج

نبوی کے موقع پر جمع ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی۔ جس میں یہ پیغام بھی تھا کہ یہ نبی تمام نبیوں کے امام ہیں اور یہ بھی پیغام تھا کہ اب اس مبارک مقام کی خلافت و وراثت اُمت محمدیہ کے سپرد کی جارہی ہے۔اب دین وہی قبول ہوگا جو سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں اور جو ان کی اُمت میں داخل ہوگا وہی کامیاب ہوگا۔

رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں امامت کب کروائی؟

آسمانوں کی طرف عروج (یعنی اُوپر جانے) سے قبل امامت کرائی یا آسمانوں سے نزول فرمانے کے بعد امامت کرائی۔دونوں قسم کے اقوال ملتے ہیں۔حافظ ابن حجر اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے رسولوں کی امامت معراج کے لئے جاتے ہوئے کرائی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقع پر انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کو نماز میں امامت کروائی تھی اور یہ نفل نماز تھی، اور یہ نفل ''صلاۃ التحیۃ'' یا ''صلاۃ المعراج'' خصوصی نماز تھی، اور دنیاوی اَحکام کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس نماز کی کیفیت مختلف تھی، بعض حضرات کے نزدیک یہ دعا اور ذکر کے معنی میں تھی اور بعض کے نزدیک حقیقی نماز تھی، لیکن انبیاءِ کرام علیہم السلام کی اَرواحِ مبارکہ وہاں موجود تھیں اور یہ نماز بطورِ تکلیف نہیں تھی۔(۳۲)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے کرام علیہم السلام کو دو[۲] رکعت نماز پڑھائی۔پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص تلاوت فرمائی۔(۳۳)

القدس کی امانت اُمت محمدیہ کے حوالے

ارض قدس انبیاء کرام کی سرزمین ہے اور مسلمان اللہ کے رسولوں اور انبیاء کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ المعراج میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بیت المقدس میں جمع فرمایا۔ سب نے امام المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ انبیاء کرام علیہم السلام جو اپنی زندگی میں ارض قدس کی حفاظت و تعمیر فرماتے رہے، اس موقع پر اقتداء کر کے اُن سب نے اس مقدس امانت کو آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہ مقدس و مبارک امانت اپنی اُمت کے حوالے کی۔ ارض قدس میں رہنے کی، نماز پڑھنے کی، جہاد کرنے کی تلقین فرمائی۔

ایسی مقدس جگہ کے محافظ یہودی قاتل اور ظالم نہیں ہو سکتے۔ جس قوم نے عام انسانوں کو ہی نہیں بلکہ کائنات کی عظیم ہستیوں یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی قتل کیا ہے۔ جن کے جرائم پر قرآن کریم کی سینکڑوں آیات شاہد ہیں۔ جن پر کلام اللہ نے ذلت و مسکنت کا ٹھپہ لگایا ہے، وہ ذلیل و رسوا قوم کبھی بھی اس بابرکت و مقدس مقام کی مستحق، محافظ اور وارث نہیں بن سکتی۔

اسی طرح عیسائی قوم جن کو قرآن کریم نے ''ضالین'' کہا ہے اور جن کا ماضی گمراہی اور قتل و غارت ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے لئے ''بیٹا'' کا غلط اور توہین عقیدہ رکھتے ہیں، ایسے ناپاک اور گمراہ عقیدہ کے لوگ مبارک و مقدس مقام کے مستحق و محافظ کیسے ہو سکتے ہیں۔

القدس کی تولیت کا استحقاق

القدس کی تولیت کا استحقاق صرف اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو بیت المقدس سے تعلق جوڑنے اور رشتہ استوار رکھنے کی بار بار تلقین فرمائی۔ ایک بار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لئے نہ جاسکو تو وہاں کی مسجد کے چراغ کے لئے تیل بھیج دو...... اس حدیث واضح ہوتا ہے کہ بیت المقدس کو آباد رکھنا اور اس کی تعمیر وحفاظت کرنا، یہ تولیت و ذمہ داری پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کی ہے۔ اس کے محافظین کی مدد و نصرت عالم اسلام کا فریضہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کے بعد فرمایا:

''اس شہر کے ہم مالک ہیں اور ہم عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے عیسائیوں اور یہودیوں سے بہتر وارث ہیں۔''

خلافت عثمانیہ کے آخری با اختیار خلیفہ ''سلطان عبدالحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ'' سے جب یہودیوں نے ارض قدس میں رہائش وسکونت کے لئے زمین مانگی تو سلطان نے فرمایا:

''میں سرزمین فلسطین کا ایک انچ بھی یہودیوں کو نہیں دوں گا، کیونکہ فلسطین میرا نہیں پوری اُمت مسلمہ کا ہے اور اُمت نے اس سرزمین کی حفاظت کے لئے خون بہایا ہے۔''

مفتی ابولبابہ شاہ منصور لکھتے ہیں:

''القدس ہمارا وہ عظیم ورثہ ہے جس کے محافظ وخادم کا منصب خالق کائنات نے

ہمیں بخشا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے جب اس مقدس عبادت گاہ کی حرمت کا تحفظ نہ کیا، اس کی پاکیزہ فضاؤں کو اپنے زہریلے گناہوں سے آلودہ کیا اور بار بار کی تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے تو اللہ رب العزت نے انہیں مقام ''اجتبائیت'' سے معزول کر کے اُمت محمدیہ کو یہ عظیم منصب سونپ دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نصرت خداوندی سے القدس فتح کیا...... یہ بارِ امانت ہماری غیرت کا امتحان ہے۔ ہمارے ایمان کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ اس کے تحفظ میں ہماری ترقی و بقا کا راز مضمر ہے اور اس کے تقدس پر حرف آیا تو ہم سے ''اجتبائیت'' کا منصب چھن جانے کا خطرہ ہے۔'' (۳۴)

بیت المقدس میں اپنی اُمت کی تعریفیں

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے معراج سے متعلق ایک طویل روایت نقل کی ہے، اس میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے تو متعدد انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ پھر امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَرْسَلَنِيْ رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْن. وَكَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا. وَاَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيْهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ. وَجَعَلَ اُمَّتِيْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. وَجَعَلَ اُمَّتِيْ وَسَطًا. وَجَعَلَ اُمَّتِيْ هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ. وَشَرَحَ صَدْرِيْ. وَوَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ. وَرَفَعَ لِيْ ذِكْرِيْ. وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا خَاتِمًا۔

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا......اور مجھے تمام بنی نوع انسان کے لئے خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا......اور اُس اللہ نے مجھ پر حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن نازل فرمایا، جس میں ہر شیء کا بیان ہے......اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو تمام اُمتوں سے اعلیٰ و افضل اُمت بنایا، جو انسانوں (کی بھلائی اور راہنمائی) کے لئے نکالی گئی......اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو اعتدال والی اُمت بنایا......اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو وہ درجہ دیا ہے کہ وہ سب سے اوّل (جنت میں داخلہ کے اعتبار سے) ہیں اور سب سے آخر (دنیا میں آنے کے اعتبار سے) ہیں......اور اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ میرے لئے کھول دیا......اور میرے اُوپر سے سارے بوجھ دُور کر دیئے......اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذکر کو بلند کیا......اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فاتح بنایا یعنی سلسلہ نبوت کو شروع کرنے والا بنایا (یعنی سب سے پہلے میری نبوت کا فیصلہ اور اجراء ہوا) اور مجھ پر ہی سلسلہ نبوت ختم ہوا۔ (۳۵)

اس روایت میں غور کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر معراج کے اس مقدس، یادگار اور بابرکت سفر میں بھی اپنی اُمت کو نہیں بھولے۔ تمام انبیاء کرام علیہ السلام کے سامنے اپنی اُمت کی تعریف بیان فرمارہے ہیں اور اپنی اُمت کی فضیلت کا اظہار فرمارہے ہیں۔

بیت المقدس میں ضیافت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم براق پر سوار ہوئے۔ اس کا ایک قدم تا حد نگاہ پڑتا تھا۔ جب ہم گہرائی میں اُتر رہے ہوتے تھے تو وہ براق اپنے اگلے

پاؤں اُونچا کر لیتا تھا اور پیچھے والے پاؤں کو نیچے کر لیتا تھا (تاکہ نشست برابر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو) اور جب اُونچائی میں چڑھ رہے ہوتے تھے وہ اپنے اگلے پاؤں نیچے کر لیتا (جھکا لیتا) اور پچھلے پاؤں اُونچے کر لیتا۔ بیت المقدس پہنچے، نماز پڑھی تو مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ أخذني من العطش أشد ماأخذني۔(۳۶)

صحیح بخاری کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ اور شراب کے دو[۲] پیالے لائے گئے۔ رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ قبول فرمایا (اور نوش فرمایا)۔ جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فطرت کی جانب راہنمائی فرمائی، اگر آپ شراب کا پیالہ لیتے تو آپ کی اُمت بہک جاتی۔(۳۷)

ارضِ قدس میں نزولِ قرآن

''سفرِ معراج'' اوّل تا آخر وحی کی روشنی میں حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں ہوا، البتہ سفر کی وحی کی بعض جزئیات قرآن کریم کا حصہ بنا دی گئیں۔ بقول ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے سورہ الاسراء کی آیت نمبر ۷۷...... ''سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلاً''...... یہ ہمارا وہ طریق کار ہے جو ہم نے اپنے اُن پیغمبروں کے ساتھ اختیار کیا تھا جو ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے۔ اور تم

ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔(۳۸)

بدرالدین زرکشی ''البرہان فی علوم القرآن'' میں عنوان ''ما نزلت ببیت المقدس ''(وہ آیت جو بیت المقدس میں نازل ہوئی) کے تحت سورہ الزخرف کی آیت...... ''وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِکَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ''...... کے بارے میں لکھتے ہیں: نزلت علیه لیلة أسری به . یہ آیت رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج کی شب نازل ہوئی۔(۳۹)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے'' وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا'' کے مقام نزول کے بارے میں النوع الاول (ص ۱۰۰) میں لکھا:

قیل نزلت بالمدینة وقیل نزلت فی السماء...... بعض نے کہا مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور بعض نے کہا آسمان پر نازل ہوئی۔

اور النوع الثانی میں ابن حبیب کا قول نقل کیا:...... نزلت ببیت المقدس لیلة الاسراء...... معراج کی رات بیت المقدس میں نازل ہوئی۔(۴۰)

اور النوع السادس میں ہبۃ اللہ المفسر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان نازل ہوئی۔(۴۱)

آسمانوں کی طرف معراج اور آسمان پر بھی بعض محققین کے مطابق ایسی وحی نازل ہوئی ہے، جسے قرآن کریم کا حصہ بنادیا گیا۔(مزید تفصیل کے لیے دیکھئے، اس عاجز کی کتاب: ''مقامات نزول وحی'')

''الصخرۃ''، قبۃ المعراج

"الصخرۃ المشرفۃ" (چٹان) بیت المقدس میں ایسے ہے، جیسے حجر اسود بیت اللہ میں۔ یہ صخرہ بہت مقدس و مشرّف ہے۔ اسی صخرہ سے فرشتے آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں اور اسی صخرہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء میں آسمانوں کی طرف چڑھے۔ (۴۲)

اس چٹان پر ایک عظیم الشان سنہرا گنبد (قبۃ الصخرۃ) تعمیر کیا گیا ہے، جس کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

''قبۃ الصخرۃ'' کے قریب ایک قبہ ''قبۃ المعراج'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ قبہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے عظیم واقعہ کی یادگار میں تعمیر کیا گیا۔ (۴۳)

بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ ''قبۃ المعراج'' اس جگہ بنایا گیا ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرائی۔ (۴۴)

بیت المقدس سے بلندیوں کی طرف

''مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ'' تک سفر معراج کا ایک مرحلہ مکمل ہوا۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں یہ مرحلہ ''اسراء'' کہلاتا ہے۔ (''اسراء'' کے معنی ہیں: رات کے وقت سفر کرنا) دوسرا مرحلہ آسمانوں کی طرف سفر کا تھا۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سات آسمانوں پر مختلف انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ جنت اور دوزخ کا مشاہدہ فرمایا۔ اس کے علاوہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

کو معراج کروایا۔ اسراء اور معراج دونوں مرحلے جسمانی تھے، صرف روحانی نہیں تھے۔ آسمانی معراج کے بعد واپسی پھر بیت المقدس کے راستے سے ہوئی۔

تحائف کے ساتھ بیت المقدس واپسی

مختلف روایات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شب معراج میں رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی سے یہ تحائف ملے:

(۱) سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سورہ البقرہ کی آخری دو[۲] آیتیں پڑھتا ہے، وہ اس کو کافی ہوجاتی ہیں۔

(۲) پانچ [۵] نمازوں کی فرضیت...... اصل میں پچاس[۵۰] نمازیں فرض کی گئیں، مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر کہ لوگ پچاس [۵۰] نمازیں ادا نہیں کر پائیں گے، تخفیف کرائی گئی اور بالآخر پانچ[۵] نمازیں رہ گئیں۔ لیکن ان پانچ [۵] نمازوں پر ثواب پچاس[۵۰] کا ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا ثواب دس گنا بڑھا کر دیتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اس شخص کو بخش دیں گے جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے۔ (۴۵)

بیت المقدس کی تصویر

واقعہ معراج کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے ہوتے ہوئے واپس مکہ مکرمہ پہنچے۔ یہ تمام واقعات معجزۃً ایک رات

میں وقوع پذیر ہوئے۔ صبح ہوئی تو نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کے سامنے سفرِ معراج کی داستان بیان فرمائی۔ کفارِ مکہ کو یقین نہ آیا۔ اُنہوں نے بطورِ امتحان بیت المقدس کے بارے میں کچھ سوالات کیے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے حائل پردے دور فرما دیئے۔ بیت المقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو گیا۔ اب کفارِ مکہ کے سوالات کے جوابات بیت المقدس کا مشاہدہ کر کے دیتے رہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اپنے پَر میں بیت المقدس کی تصویر لے آئے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے رہے کہ مسجد اقصیٰ کا فلاں دروازہ اِس طرف ہے، فلاں دروازہ یوں ہے وغیرہ۔ (۴۶)

القدس، بقعہ مبارکہ

نزول قرآن کے وقت ملک شام، موجودہ شام سے بہت وسیع تھا۔ موجودہ فلسطین بھی اس کا حصہ تھا۔ شام کی فضیلت کے بارے میں متعدد آیات واحادیث مبارکہ ہیں۔ تاہم یہاں صرف ان آیات واحادیث کا ذکر کرتے ہیں، جن کا تعلق صرف ارض قدس فلسطین سے ہے۔

✦......سورہ الاسراء کی آیت اوّل میں المسجد الاقصیٰ اور اس کے اردگرد علاقہ کو بابرکت کہا گیا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ أَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْر. (۴۷)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک

لے گئی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تا کہ ہم اُنہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے۔

✦...... وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ. (۴۸)

ہم نے ان کو (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور حضرت لوط علیہ السلام کو نجات دی ایک ایسی سرزمین کی طرف کہ جس میں ہم نے تمام جہاں والوں کے لیے برکت رکھ دی ہے۔

یہاں برکت والی زمین سے فلسطین اور القدس کا علاقہ ہے۔

✦......ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے:

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ. (۴۹)

اور ہم نے تیز چلتی ہوئی ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں اور ہمیں ہر ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔

اور سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا مرکز بھی بیت المقدس تھا۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ القدس بابرکت بقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمہ قسم کی برکات رکھی ہیں۔ سبحان اللہ! وہ زمین کس قدر عظمت و رفعت کی مالک ہے، جس کی برکتوں کی گواہی قرآن دے رہا ہو۔ مسجد اقصیٰ کے گرد و پیش یعنی ارض فلسطین کو مادی اور روحانی دونوں ہی طرح کی نعمتوں سے بطور خاص نوازا گیا ہے۔ اس کی روحانی خیرات و برکات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ آسمانی پیغامات اور

رسالتوں کا منبع اور سرچشمہ رہی ہے۔ اس پاک سرزمین پر کثیر تعداد میں انبیاء اور رسل تشریف لائے۔ ان مقدس ہستیوں کے نشانات یہاں کے چپہ چپہ پر آج بھی موجود ہیں۔ یہ سرزمین انبیاء ہے۔ متعدد انبیاء کرام علیہم السلام یہاں آرام فرما ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جتنے انبیائے کرام علیہم السلام کا مولد و مدفن ہونے کا شرف و اعزاز اس سرزمین کو حاصل ہوا ہے وہ پوری روئے زمین پر اس کے سوا اور کسی بھی قطعہ ارضی کو حاصل نہیں ہوا۔ اس کی مادی اور ظاہری خیرات و برکات کی عظمتِ شان کا حال یہ ہے کہ قدیم صحیفوں میں اسے شہد اور دودھ کی سرزمین کہا گیا ہے جو اس کی انتہائی زرخیزی کی تعبیر ہے۔ یہاں کی نہریں، زراعت، شادابی، زیتون اور دوسرے پھلوں و میوں کے باغات اس کے حسن و برکات کی واضح دلیل ہیں۔

ارض ہجرت، دارالہجرت

مدینہ منورہ دارالہجرت ہے، اسی طرح بیت المقدس بھی دارالہجرت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

سَتَكُونُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ أَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا۔ (۵۰)

ہجرت (مدینہ) کے بعد ایک اور ہجرت ہوگی اور زمین پر موجود بہترین لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ کی طرف ہجرت کریں گے اور بقیہ زمین پر صرف شریر لوگ باقی رہ جائیں گے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیت المقدس میں بھی اپنے شاگرد ''نوف'' کے سامنے روایت کی۔(۵۱)

یہ دورِ فتن کی ہجرت ہے اور اسے ہجرتِ مدینہ کی ہجرت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ پس اسلام میں پہلی ہجرت ہجرت مدینہ تھی جو اہل مکہ کے فتن و آزمائشوں کے سبب ہوئی اور مدینہ منورہ اس ہجرت کے سبب عظیم سلطنت اسلامیہ کے قیام کی نہ صرف بنیاد بنا بلکہ خلافت اسلامیہ کا مرکز اوّل بھی قرار پایا۔ اسلام میں آخری ہجرت کفار کی آزمائش کے سبب بلادِ شام کی طرف ہوگی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور حضرت مہدی کے ظہور کی سرزمین ہے اور اسی سرزمین میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کرنے کے بعد دوسری بار خلافت اسلامیہ علیٰ منہاج النبوۃ کی بنیاد رکھیں گے۔ پس اسلام کے ابتدائی عروج کا مرکز مدینہ تھا تو انتہائی عروج کا مرکز ارضِ مقدس ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام اوّل مہاجر ہیں اور ارض فلسطین اوّل ارض ہجرت ہے اور آخر زمانہ میں بھی فلسطین و شام کی طرف ہجرت ہوگی، لہٰذا اس اعتبار سے ''ارض قدس و شام'' اوّل و آخر ارض ہجرت ہوا۔

سیرت النبی ﷺ قبلہ اوّل

رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھی ہیں، اس کے بعد تحویل قبلہ (بیت اللہ کو قبلہ بنانے) کا حکم نازل ہوا۔ اس واقعہ سے بھی ہجرت کے

دونوں مقامات کی مناسبت اور اتصال کی طرف اشارہ ہے۔

ہجرت سے پہلے جب مکہ مکرمہ میں نماز فرض ہوئی اس وقت قبلہ بیت اللہ تھا یا بیت المقدس؟ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین کا اختلاف ہے۔

پہلا قول: حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) کا ہے کہ اوّل ہی سے قبلہ بیت المقدس تھا جو ہجرت کے بعد بھی سولہ سترہ مہینہ تک باقی رہا۔ اس کے بعد بیت اللہ کو قبلہ بنانے کے احکام نازل ہو گئے۔ البتہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عمل مکہ مکرمہ میں یہ رہا کہ آپ حجرِ اسود اور رکن یمانی کے درمیان نماز پڑھتے تھے، تاکہ بیت اللہ بھی سامنے رہے اور بیت المقدس کا بھی استقبال ہو جائے۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد یہ ممکن نہ رہا اس لیے تحویلِ قبلہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔

دوسرا قول: دوسرے حضرات کا ہے کہ جب نماز فرض ہوئی تو مکہ مکرمہ میں بھی مسلمانوں کا ابتدائی قبلہ بیت اللہ ہی تھا۔ کیوں کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) و اسماعیل (علیہ السلام) کا قبلہ بھی بیت اللہ ہی رہا تھا اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے بیت اللہ ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ پھر ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ بیت المقدس قرار دے دیا گیا اور مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو پہلا قبلہ تھا یعنی بیت اللہ، اسی کی طرف نماز میں توجہ کرنے کا حکم آ گیا۔ تفسیر قرطبی میں بحوالہ ابوعمرو اسی کو اصح القولین قرار دیا ہے اور حکمت اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد چوں کہ قبائلِ یہود سے سابقہ پڑا تو آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو مانوس

کرنے کے لیے ان ہی کا قبلہ باذنِ خداوندی اختیار کرلیا۔ مگر پھر تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آنے والے نہیں تو پھر آپ کو اپنے اصلی قبلہ یعنی بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم مل گیا، جو آپ کو اپنے آباء ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا قبلہ ہونے کی وجہ سے طبعاً محبوب تھا۔

اور جن حضرات نے پہلا قول اختیار کیا ہے ان کے نزدیک حکمت یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں تو مشرکین سے امتیاز اوران سے مخالفت کا اظہار کرنا تھا، اس لیے ان کا قبلہ چھوڑ کر بیت المقدس کو قبلہ بنا دیا گیا، پھر ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں یہود ونصاریٰ سے امتیاز اوران کی مخالفت کا اظہار مقصود ہوا تو ان کا قبلہ بدل کر بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔(۵۲)

تحویل قبلہ کی وحی، مسجدِ قبلتین

رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم حکم خداوندی کے مطابق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، مگر ہر وقت یہ خواہش رہتی تھی کہ میرا قبلہ خانہ کعبہ ہو۔ ایک دن قبیلہ بنوسلمہ میں صحابیہ سیدہ ام بشر بن البراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اُنہوں نے ظہرانے کا بندوبست کیا۔ نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھانی شروع کی۔ ابھی دو[۲] رکعتیں ہوئی تھیں کہ جبریل امین علیہ السلام قبلہ کی تبدیلی کا حکم لے آئے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ نماز کعبہ معظّمہ کی طرف گھوم گئے۔ چونکہ اِس مسجد میں ایک ہی نماز دو قبلوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی (پہلی دو رکعتیں بیت المقدس

اور دوسری دو رکعتیں بیت اللہ کی طرف)۔اس لئے یہ ''مسجد قبلتین'' سے مشہور ہوگئی۔

مدینہ منورہ کی ''مسجد قبلتین'' یادگار اور دائمی علامت و دلیل ہے مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام، فلسطین و حجاز مکہ کے ربط اور دینی تعلق کی۔ جو بھی یہاں پہنچتا ہے، یا اس مسجد کی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے سامنے وہ تمام قدیم واقعات ذہن نشین ہو جاتے ہیں جن کا تعلق ان دونوں مقامات کے باہمی اتصال و رابطہ سے ہے۔

''مسجد قبلتین'' یہ مسجد شارع خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے کنارے اور وادی عقیق کے قریب ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ مسجد قبلتین کی نئی تعمیر کی دو[۲] منزلیں، دو[۲] مینار، دو[۲] گنبد ہیں۔ اِس سے اِس کی دو[۲] قبلوں والی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔ ایک عرصے تک اِس مسجد کے محراب بھی دو[۲] ہوتے تھے، شمالی سمت میں اور جنوبی سمت میں۔ شمالی سمت والا محراب اُس جگہ بنایا گیا تھا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ اوّل کی منہ کر کے امامت فرمارہے تھے اور پھر تحویل قبلہ کی وحی نازل ہوگئی۔ شمالی دیوار پر تحویل قبلہ کی آیات بھی تحریر تھیں، جو اس واقعہ کی یادگار تھی کہ ان آیات کا نزول یہاں ہوا تھا۔ یہ محراب فقط اِس واقعہ کی یادگار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ امامت کی نشاندہی کے لئے بنایا گیا تھا مگر کچھ ناواقف لوگ اِس جگہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز شروع کر دیتے تھے۔ اس لئے اب وہ محراب ختم کر دیا گیا ہے۔(۵۳)

قبلہ اوّل، الصخرۃ (چٹان)

قبلہ اوّل کیا چیز تھی؟ کیا پوری مسجد اقصیٰ یا اس کا کوئی خاص حصہ؟

تقریباً تمام مشہور مفسرین نے لکھا ہے کہ قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ میں موجود

''صخـــرۃ''(چٹان) تھی۔جن بعض تفاسیر میں بیت المقدس کو قبلہ اوّل کہا گیا ہے، ان کی مراد بھی یہی چٹان ہے اوران مفسرین نے کل (بیت المقدس) کہہ کراس مسجد کا ایک جزو(چٹان) مراد لیا ہے۔(۵۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی مسجد اقصیٰ کی موجودہ عمارت نہ تھی،قدیم عمارت جو تھی وہ ویران اور غیر آباد تھی،حتیٰ کہ عیسائیوں نے یہود کی ضد میں اس چٹان پر اتنا کچرا لا کر ڈالا تھا کہ یہ اس کے نیچے چھپ گئی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ نے فتح بیت المقدس کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھوں سے یہ کچرا صاف کیا اور چٹان کو ویسا صاف ستھرا کر دیا جیسے وہ پہلے تھی۔(۵۵)

اس صخرہ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام،انبیاء سابقین اور مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے۔اس چٹان کے فضائل میں بہت ساری روایات وارد ہیں، مثلاً جنت کی چار نہروں،یا زمین کے سارے میٹھے پانی کا اس سے پھوٹنا،اس کا فضا میں معلق ہونا ،میدان حشر کا یہاں قائم ہونا وغیرہ۔لیکن یہ سب روایات متکلم فیہ یا ضعیف ہیں۔البتہ "الصـخـرۃ من الجنۃ"چٹان جنت میں سے ہے،یہ والی حدیث مسند احمد، مستدرک حاکم اور وسنن ابن ماجہ میں مذکور ہے اور متعدد سندوں کی وجہ سے حسن کے درجے کو پہنچتی ہے۔چنانچہ یہ بات تقریباً طے پا جاتی ہے کہ حجر اسود کی طرح صخرۃ القبلۃ بھی جنت سے آیا ہوا ہے اور دونوں مسلمانوں کے لئے مقدس ہیں۔(۵۶)

یہ چٹان چونکہ یہود کا بھی قبلہ تھی اور ان کی مذہبی داستانوں کے مطابق اصل

تورات اس کے قریب کہیں مدفون ہے اور ہیکل سلیمانی اسی پر قائم کیا گیا تھا لہٰذا وہ اس پر قائم مسلمانوں کی تعمیر کردہ شاندار عمارت کو گرا کر یہاں ہیکل کو دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔(۵۷)

قبۃ الصخرۃ، سنہرا گنبد

عبدالملک بن مروان نے ۶۶ھ میں ''قبۃ الصخرۃ'' کی تعمیر کرائی۔ان کا مقصد یہ تھا مسلمانوں کی یہ عمارت عیسائیوں کے کنیسہ القیامۃ اوران کے باقی گرجا گھروں سے ممتاز، خوبصورت ودلکش نظر آئے اور مسلمانوں کی مسجد کو حقیر وکمتر نہ سمجھا جائے۔ بعض لوگ عبدالملک بن مروان کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں کہ انہوں نے قبۃ الصخرۃ کی اس عمارت کو شاندار انداز سے تعمیر کرایا تاکہ لوگ بیت اللہ کی زیارت کو چھوڑ کر بیت المقدس کی زیارت کے لیے آئیں۔اس وقت بیت اللہ اور حجاز میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حکومت تھی، جو ان کے مخالفین میں سے تھے۔حق یہ ہے کہ یہ دوسری بات غلط ہے اور عبدالملک بن مروان جیسے عالم وفاضل اور تابعی سے بعید ہے۔یہ بات اُموی بادشاہوں کی مخالفت میں گھڑی گئی ہے۔کیونکہ اس بات کو مؤرخ یعقوبی کے علاوہ کوئی بھی نقل نہیں کرتا اور مؤرخ یعقوبی کی اُمویوں سے دشمنی اور مخالفت کسی پر ڈھکی چھپی نہیں ہے۔(۵۸)

''قبۃ الصخرۃ'' مسجد اقصیٰ کے صحن میں مسجد کے ہال سے ۵۰۰ میٹر کے فاصلے پر ایک اُونچے چبوترے پر قائم ہے۔''قبہ'' کے معنی گنبد اور ''صخرۃ'' کے معنی چٹان کے ہیں۔یہ قبہ صحن حرم میں قدرے اُونچی جگہ موجود ایک قدرتی چٹان پر تعمیر کیا گیا ہے اس

لئے اسے ''قبۃ الصخرۃ'' یعنی چٹان کا گنبد کہتے ہیں ۔یہ عمارت مثمن الاضلاع (آٹھ پہلوؤں والی) ہے۔اس کا ہر پہلو ۶۶ فٹ طویل ہے، اندرونی قطر ۹۲ فٹ اور قبے کے قاعدے کا قطر ۶۶ فٹ ہے۔یہ قبہ ۹۹ فٹ بلند اور لکڑی کا بنا ہوا ہے، جس پر باہر کی طرف سونے کا رنگ چڑھا ہوا پیتل اور سیسا لگایا گیا ہے اور اندر کی طرف گچ کا استر کیا گیا ہے، جس میں خوبصورت سنہری کام اور پر تکلف آرائش وزیبائش کی گئی ہے۔اس کی تعمیر کا آغاز ۶۶ھ بمطابق 685ء میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کیا اور تکمیل ان کے بیٹے ولید بن عبدالملک کے ہاتھوں ۷۲ھ بمطابق 691ء میں ہوئی۔

موجودہ عمارت ترک سلاطین سلطان عبدالحمید (۱۸۵۳ء) اور سلطان عبدالعزیز (۱۸۷۴ء) کے عہد کی مرمت کردہ ہے۔چنانچہ دیواروں کی بیرونی مینا کاری، خوبصورت رنگین شیشوں کی ۳۸ کھڑکیاں اور انداز تزئین سب مخصوص ترکی طرز کا ہے۔عمارت کے باہر چاروں طرف خوبصورت پتھروں پر سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ یٰسین کی آیات خط طغرا میں دلفریب انداز میں تحریر کی گئی ہیں۔یہ آیات سلطان عبدالحمید ثانی نے تحریر کروائی تھیں۔کھڑکیوں کی بناوٹ میں اعلیٰ درجے کی حسن ترتیب اور بہترین جالی دار کام کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

یہ قبہ ایک اُونچے چبوترے پر ہے جس تک پہنچنے کے لئے سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں۔ان سیڑھیوں کے اختتام پر محرابی دروازے ہیں، جن سے ایک وسیع چبوترے کی ابتدا ہوتی ہے۔اس چبوترہ کے بیچوں بیچ یہ خوبصورت قبہ قائم ہے۔قبے میں اندر کی طرف ستون کی دو قطاریں ہیں، پہلی قطار چٹان کے اردگرد ہے، اس میں چار نہایت ضخیم اور چوڑے اور بارہ گول چھوٹے ستون ہیں۔دوسری قطار ذرا فاصلے پر ہے، اس

میں آٹھ بڑے اور سولہ چھوٹے ستون ہیں۔اس طرح اندرونی حصہ تین حصوں میں منقسم ہوگیا ہے۔ پہلے میں چٹان رکھی ہے جبکہ درمیان کا حصہ ستونوں سے گھرا ہوا ہے اور تیسرا حصہ دروازے سے متصل ہے۔آج کل دروازے کے ساتھ متصل حصے میں سبز اور درمیان والے حصے میں سرخ قالین بچھی ہوئی ہے۔مسلمان یہاں بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں اور (قبلہ کی طرف منہ کرکے) نماز پڑھتے ہیں۔اس اعتبار سے بعض کتب تاریخ میں اس عمارت کو''مسجد قبۃ الصخرۃ'' بھی کہا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ باقاعدہ مسجد نہیں، ایک طرح کی جائے نماز ہے جسے مسلمان یہاں آنے کے بعد لہو لعب میں مشغول ہونے کی بجائے نماز و تلاوت سے آباد رکھتے ہیں۔

یہ قبہ جس قدرتی چٹان پر قائم ہے وہ انسان کے سینے کے برابر اُونچی، ۵۶ فٹ لمبی، ۴۲ فٹ چوڑی اور تقریباً نیم دائرے کی غیر منظم شکل میں ہے۔اس کا مشرقی پہلو منحنی اور ڈھلوان اور مغربی پہلو اُونچا اور بلند تر ہے۔

اس چٹان کے نیچے ایک قدرتی غار ہے، جس میں تقریباً ستر آدمی سما سکتے ہیں۔ یہ غار مربع شکل کا ہے جس کا ہر ضلع تقریباً ساڑھے چار میٹر لمبا اور چھت تین میٹر اُونچی ہے۔چھت میں تقریباً ایک میٹر چوڑا ایک شگاف ہے۔اس غار میں گیارہ سیڑھیاں اُترنے کے بعد ایک محرابی دروازے کے ذریعے اندر داخل ہوا جاتا ہے، یہ محرابی دروازہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔غار کے فرش پر بھی سنگ مرمر بچھا ہوا ہے۔اس غار میں دو محرابیں ہیں، دائیں طرف والی محراب کے سامنے ایک چبوترہ ہے جسے عوام''مقام خضر'' کہتے ہیں اور شمال کے چبوترے کو''باب الخلیل'' کہا جاتا ہے۔

بعض تجزیہ نگاروں نے لکھا ہے کہ یہودی ایک جگہ کے متعلق وہمی اور من گھڑت

عقائد اور مذہبی روایات رکھتے تھے، مثلاً ان میں سے بعض احمقوں کا عقیدہ تھا کہ یہاں کسی مقام پر اصلی توراۃ مدفون ہے۔ مسلمان جب یہاں آئے تو عیسائیوں نے یہودیوں کی ضد میں اس چٹان پر کوڑا کرکٹ ڈال کر اسے کچرے سے بھر دیا تھا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ کے صحن میں واقع ہونے کی وجہ سے اور مسجد کا حصہ ہونے کی بنا پر اس کی صفائی کروائی۔ بعض یہودی ترقی کے اس دور میں بھی اس چٹان کو زمین کی ناف سے تعبیر کرتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ کسی اور قطعۂ زمین کی بہ نسبت یہ جگہ آسمان سے اٹھارہ میل قریب تر ہے۔(۵۹)

کیا ''سنہرا گنبد'' ہی مسجد اقصیٰ ہے؟

مسجد اقصیٰ کا اطلاق اس پورے قطعہ پر ہوتا ہے جس کے گرد یہ فصیل موجود ہے۔ لیکن کبھی صرف اس خاص حصہ کو بھی مسجدِ اقصیٰ کہہ دیتے ہیں جو اس چاردیواری کے اندر نماز کے لیے مخصوص ہے۔ فصیل میں سے اندر داخل ہونے کے چودہ دروازے ہیں۔ ان میں دس دروازے آج بھی زیرِ استعمال ہیں، جبکہ چار دروازے سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے حفاظتی نکتہ نظر کے تحت بند کروادیے تھے۔ مسجد کے آخر میں کشادہ برآمدہ ہے۔ برآمدہ میں سات دروازے ہیں۔ اس سے آگے وسیع صحن ہے۔ اس صحن میں مختلف چھوٹی چھوٹی عمارتیں ہیں، جن میں یادگار کے طور پر تعمیر کیے گئے قبے، چبوترے، اذان کے مینارے، پانی کی سبیلیں، کنویں مدرسے اور محرابی دروازے ہیں۔ اس عمارتوں میں سب سے بڑی اور نمایاں عمارت چٹان والے گنبد کی عمارت ہے۔

اصل مسجد تو وہ ہال ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے زرد گنبد کو القدس کی علامت کے طور پر پیش کرنا درست نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کا اطلاق اس پوری چار دیواری پر ہوتا ہے۔اس کے پورے احاطے کا ایک ایک ذرہ حرم قدسی ہے۔ دونوں عمارتیں اپنی اپنی جگہ اہمیت اور حیثیت رکھتی ہیں۔(۶۰)

مسجد اقصیٰ، مسجد عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے یروشلم کو فتح کیا (اس کا تذکرہ باب سوم میں آرہا ہے) تو اس موقع پر امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں مسجد اقصیٰ میں آئے۔اس وقت صخرہ بیت المقدس کے اُوپر کوڑا کرکٹ پڑا ہوا تھا۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر اس کو صاف کیا۔فتح کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے پوچھا کہ کہاں نماز پڑھوں؟ اُنہوں نے فرمایا کہ چٹان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، تاکہ سارا قُدس آپ کے سامنے ہو۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے تو یہودیوں سے ملی جلی بات کہی، میں تو وہاں پر نماز پڑھوں گا، جہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ قبلہ کی جانب گئے اور فاتحین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ براق باندھنے کی جگہ کے قریب نماز پڑھی۔ پھر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہاں مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ یہ مسجد کھجوروں کے تنوں اور پتوں سے تعمیر کی گئی۔(۶۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس کے بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا حکم دیا، جو سادہ انداز میں کھجور کے تنوں اور پتوں سے تیار کی گئی۔لکڑی والی مسجد کو بعد

میں اُموی خلیفہ عبدالملک نے شاندار انداز سے تعمیر کیا۔ اُنہوں نے مسجد اقصیٰ کی توسیع بھی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی مسجد اس جدید تعمیر میں آ گئی۔ خلیفہ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر و توسیع شروع کرائی۔ جو اُن کے بیٹے خلیفہ ولید بن عبدالملک زمانہ میں مکمل ہوئی۔ موجودہ مسجد اقصیٰ، قبۃ الصخرۃ سے ۵۰۰ میٹر جنوب کی طرف ہے۔

اصطخری مؤرخ نے مسجد اقصیٰ کی زیارت کی، وہ لکھتے ہیں کہ اسلام میں اس سے بڑی مسجد نہیں ہے۔ اس مسجد میں رات کے وقت ۵۵۰۰ چراغ روشن کیے جاتے ہیں۔ اس مسجد کے ستر ۷۰ خادم ہیں۔ (۶۲)

موجودہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی بنیادیں اُموی خلفاء کی ڈالی ہوئی ہیں۔ بعد ازاں سلاطین اسلام اس کی دیکھ بھال، تعمیر و مرمت اور تزئین و آراستگی اور اضافات کرتے رہے۔ حدودِ حرم میں واقع مسجد کے ہال کا طول ۶۰۰ سو گز اور عرض ۷۰۰ گز ہے۔ اس ہال اور برآمدہ کی تعمیر نہایت خوبصورت، پُر تکلف اور شاندار ہے۔ چھت جن ستونوں پر کھڑی ہے، یہ اعلیٰ قسم کے سنگ مرمر کے ہیں۔ اور ان کے درمیان کی محرابوں اور مسجد کے گنبد کے اندرونی حصے پر نہایت عمدہ نقش و نگار اور طلائی کام کیا گیا ہے۔ مسجد کے گرد مضبوط فصیل ہے۔ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کی روزِ اوّل سے جو حدود تھیں آج بھی وہ اُن ہی حدود پر قائم ہے۔ ان میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔

مسجد کے قبلے والی دیوار میں ایک بڑا محراب ہے جسے ''محراب داؤد'' کہتے تھے، اب ''محراب عمر'' کہتے ہیں۔ محراب کے ساتھ ایک منبر تھا، جسے ناصر الاسلام والمسلمین سلطان صلاح الدین ایوبی رفع اللہ درجاتہ حلب سے لائے تھے۔ ۱۹۶۹ء میں یہودیوں کی طرف سے مسجد اقصیٰ میں آگ لگانے کا جو ہولناک سانحہ پیش آیا، اس

میں اس نایاب منبر کا اکثر حصہ بھی جل گیا، ہال کے مغربی جانب لوہے کا ایک جنگلہ ہے، اس میں ''محراب معاویہ'' (رضی اللہ عنہ) کے نام سے ایک محراب ہے۔ مشرقی جانب مستطیل شکل کا حصہ مسجد کے دوسرے حصے سے ممتاز نظر آتا ہے، یہ در حقیقت مسجد اقصیٰ کا وہ قدیم حصہ ہے، جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے پہل مسجد تعمیر کی تھی، اسی وجہ سے اسے ''جامع عمرؓ'' کہتے ہیں۔ اس میں ایک چھوٹا سا محراب ہے۔ جامع عمر سے شمال کی طرف ایک خوبصورت جگہ ہے جسے ''ایوان عزیزؒ'' کہتے ہیں۔ ایوان عزیز سے شمالی جانب ایک اور چھوٹا سا لیکن نہایت خوبصورت محراب ہے اسے ''محراب زکریا'' کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی ۶ میٹر اور چوڑائی ۶ میٹر ہے۔ (۶۳)

مسجد اقصیٰ میں نماز کا ثواب

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے، جہاں نماز ادا کرنا حرمین شریفین کے بعد سب سے افضل ہے۔ حضرت ابو درداء اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما نے روایت نقل کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مسجد حرام میں نماز ادا کرنا ثواب کے اعتبار سے ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، اور مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنا پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ (۶۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک نماز کے برابر ہے، محلّہ کی مسجد میں پچیس [۲۵] نماز کے برابر ہے، اور جامع مسجد میں پانچ سو نماز کے برابر ہے، مسجد الاقصیٰ میں پچاس ہزار نماز کے برابر ہے، مسجد نبوی میں پچاس ہزار نماز کے برابر ہے، اور خانہ کعبہ

میں ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔(٦٥)

اقصیٰ میں نماز، مغفرت کی بشارت

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سلیمان بن داؤد علیہما السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں: (ا) یا اللہ! میرے فیصلے تیرے فیصلے کے مطابق (درست) ہوں۔(۲) یا اللہ! مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو ایسی حکومت نہ ملے۔(۳) یا اللہ! جو آدمی اس مسجد (بیت المقدس) میں صرف نماز پڑھنے کے ارادے سے آئے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے جیسے وہ اس دن گناہوں سے پاک تھا جب اُس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی پہلی دو[۲] دعائیں تو قبول فرمالی ہیں (کہ ان کا ذکر تو قرآن مجید میں موجود ہے) مجھے امید ہے کہ ان کی تیسری دعا بھی قبول کر لی گئی ہوگی۔(٦٦)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیت المقدس میں متعدد بار نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ جب بھی جاتے تو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر واپس چلے آتے اور کہتے تھے کہ میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا حاصل کرنے آیا تھا۔

چراغ القدس کے لئے تیل بھیجنا

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حشر و

نشر کی سرزمین ہے۔ وہاں پہنچو اور نماز ادا کرو۔ کیونکہ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ادا کرنا دوسری مسجدوں میں ایک ہزار نماز ادا کرنے کے برابر ہے۔ میں نے دریافت کیا اگر مجھے وہاں تک جانے کی استطاعت نہ ہو؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کم سے کم تیل کا ہدیہ ہی بھیج دو، جو وہاں چراغ میں جلانے کے کام آئے۔ جس نے ایسا کیا (یعنی مسجد اقصیٰ کے چراغ کے لئے تیل بھیجا) وہ ایسا ہے گویا کہ وہ وہاں (پہنچا) حاضر ہوا ہے۔(٦٧)

مولانا سیف اللہ رحمانی صاحب (انڈیا) لکھتے ہیں:

''(محراب زکریا) کی بائیں جانب تقریباً دو فٹ کی اونچائی پر ایک اور ہال ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے، اس کنویں کی اصل یہ ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں بیت المقدس نہ جاسکوں تو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیل بھیج دو، جس سے روشنی کا انتظام ہو جائے، وہاں کے لیے تیل بھیجنے والا وہاں جانے والے کی طرح ہے۔ چنانچہ لوگ بیت المقدس کے لیے تیل بھیجا کرتے تھے اور اسی سے بیت المقدس میں روشنی کا انتظام ہوتا تھا اور ۷۰۰ قندیل جلائی جاتی تھیں۔ یہ تیل اسی کنویں میں ڈال دیا جاتا تھا، آج کل اس پر ایک لوہے کی جالی لگا دی گئی ہے۔ جھانک کر دیکھا جائے تو کوئی سیال چیز نظر آتی ہے شاید یہ تیل کی باقیات ہوں۔''(٦٨)

اس حدیث سے اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح عالم اسلام کے مسلمانوں کے لئے بیت المقدس کی حاضری کی فضیلت حاصل کرنے کا موقع عنایت فرمایا ہے کہ خود نہیں پہنچ سکتے تو وہاں کے کسی مصرف میں رقم خرچ کردو۔

مسجد اقصیٰ جانا ممکن نہ ہو تو؟

یہاں ایک سوال ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور وہاں نماز پڑھنے کا اجر باقی مساجد میں نماز سے کئی گنا زیادہ بتایا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں نماز کی نیت سے سفر کرنے کی ترغیب دی ہے، اشتیاق دلایا ہے، لیکن بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں نماز وغیرہ کے لئے جانے سے منع کر دیا، جیسا کہ اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں، مثلاً:

ایک واقعہ جس کا تعلق ابتدائے اسلام سے ہے (تقریباً بعثت کے پانچویں سال)، حضرت ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ بیت المقدس کا قصد کیا اور رختِ سفر درست کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہونے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تجارت کے خیال سے جاتے ہو یا کوئی خاص ضرورت ہے؟ اُنہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ! کوئی ضرورت نہیں ہے، صرف بیت المقدس میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: یہاں نماز (باقی مساجد کی) ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ (٦٩) حضرت ارقم رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی بیٹھ گئے اور ارادہ فسخ کر دیا۔

دوسرا واقعہ مدنی دور کا ہے، ایک بیمار صحابیہ رضی اللہ عنہا نے منت مانی کہ اگر مجھے شفا مل گئی تو میں بیت المقدس جا کر نماز ادا کروں گی۔ جب وہ شفایاب ہو گئی تو بیت المقدس جانے کے لئے تیاری کی، پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس الوداعی سلام کرنے پہنچیں۔ اپنے ارادہ سے اُنہیں مطلع کیا۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

بیٹھ جاؤ اور یہ کھانا تیار ہے کھانا کھاؤ۔ مسجد نبوی میں ہی نماز پڑھ لو کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز باقی مساجد کی ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے، سوائے مسجد الحرام کے۔(۷۰)

تیسرا واقعہ فتح مکہ کا ہے کہ ایک صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر سوال کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں مکہ مکرمہ فتح کروا دیا تو میں بیت المقدس میں جا کر دو[۲] رکعت نماز پڑھوں گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں ہی (یعنی بیت اللہ میں) پڑھ لے۔ اس نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بات دھرائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں نماز پڑھ لے۔ اس نے پھر پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں نماز پڑھ لے۔ اس نے پھر اپنی بات کو دھرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا معاملہ ہے۔ (یعنی جہاں تو چاہے پڑھ لے میں نے تو تیری آسانی کی خاطر تجھے یہ مشورہ دیا تھا)۔(۷۱)

اب ان روایات میں دیکھا جائے تو مسجد اقصیٰ میں جانے سے منع کیا جا رہا ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ''ڈاکٹر عبد الفتاح محمد العویسی'' نے اپنی کتاب ''صناعة التاريخي المستقبلي ''میں عنوان قائم کیا ہے: ''منع الصحابة من زيارة المسجد الاقصىٰ وهو تحت الاحتلال ''۔ عنوان سے واضح ہو رہا ہے کہ چونکہ اُس وقت بیت المقدس پر اسلامی حکومت نہیں تھی۔ وہ کفار کے قبضہ میں تھا۔ مسلمانوں کا وہاں پہنچنا اور جانا خطرہ سے خالی نہیں تھا۔ اس لیے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقتہً منع فرمایا۔ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل شریعت و قانون ہے تو اب

یہ شریعت کا قانون بن گیا کہ جب حالات سازگار نہ ہوں اور القدس میں خطرات ہی خطرات ہوں۔ مسلمانوں کا وہاں پہنچنا ممکن نہ ہو تو حرمین شریفین میں نماز ادا کر لی جائے۔ مسجد اقصیٰ میں بھی نماز کا شوق برقرار رہے۔ جیسا کہ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر مسجد اقصیٰ جانا ناممکن ہو تو وہاں کے چراغ کے لئے تیل بھیج دیا جائے۔ یہ بھی گویا کہ وہاں حاضری کی طرح ہے۔(۷۲)

اس وقت اگر دیکھا جائے تو بالکل ایسے حالات ہیں۔ ''مسجد اقصیٰ'' کے قرب و جوار میں رہنے والوں پر بھی نماز ادا کرنے کی آزادی نہیں ہے۔ ہر چہار جانب سے یہودی صیہونی فوجیوں نے شہر قدس کی ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ مسلمانوں کو آزادنہ طور پر وہاں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ نت نئے قوانین تیار کئے جاتے ہیں کہ سولہ سال سے کم عمر بچوں کو اور عورتوں کو اجازت ہے، مردوں کو اجازت نہیں ہے بوڑھوں کو اجازت ہے، جوانوں کو اجازت نہیں ہے، وغیرہ۔

اے اللہ! مسجد اقصیٰ کو ان ظالم صیہونیوں سے آزاد فرما۔

اے اللہ! ہم سب کو حرم مکی، حرم مدنی اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

ارض قدس سے حج وعمرہ کا احرام

مسجد اقصیٰ میں فضیلت والے اعمال میں سے ایک عمل مسجد اقصی سے حج یا عمرہ کا احرام باندھنا بھی ہے اور اس عمل پر گناہوں سے معافی کی بشارت دی گئی ہے۔ سیدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا:

مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ، أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَا تَأَخَّرَ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔ (۷۳)

جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کے لیے حج یا عمرہ کا احرام باندھا، اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ یا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ) جنت اُس کے لیے واجب ہو جائے گی۔

اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے متعدد صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ارض قدس سے احرام باندھ کر حج یا عمرہ ادا کیا، چند صحابہ وصحابیات کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، ام حکیم رضی اللہ عنہا۔

ارض قدس، مہبط الملائکہ

''القدس'' انبیاء کرام علیہم السلام کی سرزمین ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی لانے والے فرشتوں کی یہاں بکثرت آمدورفت رہی۔ ''الخلیل'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مسکن تھا، اُن پر فرشتے صحائف لے کر نازل ہوئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام ''القدس'' میں قیام پذیر تھے، ان کے پاس فرشتے ''زبور'' لے کر نازل ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''القدس'' میں رہتے تھے، ان کے پاس فرشتے ''انجیل'' لے کر نازل ہوئے۔

سورہ ہود کی آیت "وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا سَلَامًا

قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ " کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: أنهم كانوا اثنى عشر ملكاً. ان فرشتوں کی تعداد بارہ[۱۲] تھی ۔روایات کے مطابق ان فرشتوں میں جبرائیل، اسرافیل، میکائیل، رفائیل علیہم السلام کے نام ملتے ہیں۔(۷۴)

اس کے علاوہ ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام جن پر وحی لانے کی ذمہ داری فرشتوں کی ہے،ان پر بکثرت نازل ہوتے رہے۔خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہاں وحی نازل ہوئی،جس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

ارض معجزات وکرامات

''ارض قدس'' نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ہزاروں معجزات اور بے شمار اولیاء کرام کی کرامات کا مشاہدہ کیا۔امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی لیلۃ المعراج میں معجزات کا ظہور ہوا، جیسا کہ اس کی تفصیل گزری ہے۔

سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات: لوہے کا موم ہو جانا، پہاڑوں اور پرندوں کا پیغمبر کی تسبیح اور ذکر کے ساتھ تسبیح وذکر کرنا وغیرہ۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے معجزات: ہوا کا مسخر ہونا، جنات کا تابع ہونا، بیت المقدس کی جنات سے تعمیر کروانا، پرندوں سے ان کی بولیوں میں بات کرنا وغیرہ۔

قمیص یوسف علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام کی بصارت واپس لوٹ آنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات: ان کی بغیر باپ کے ولادت ۔ولادت کے بعد کلام کرنا، نابینا کو بینا کر دینا، مُردے کو زندہ کرنا، ابرص بیمار کو ٹھیک کر دینا، آسمان سے

مائدہ (دسترخوان) کا نزول وغیرہ۔

سیدنا زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت ملنا اوران کے ہاں بانجھ خاتون سے بچہ کی ولادت ہونا۔

حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے سورج کا غروب ہونے سے رُک جانا وغیرہ۔

سیدہ سارہ سلام اللہ علیہا کو بیٹے ''اسحاق علیہ السلام'' کی بشارت ملنا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے مصاحب کا ہزاروں کلومیٹر کی مسافت سے ملکہ بلقیس کے تخت کو پلک جھپکتے ہی القدس میں پہنچادینا۔

سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کی متعدد کرامات: بے موسم کے پھل ملنا، بچہ کی بشارت دینا، ولادت کے وقت ان کے لیے پانی اور خوراک کا انتظام ہونا۔

یہ معجزات وکرامات قرآن کریم اوراحادیث مبارکہ میں مذکور ہیں۔ یوں ارض قدس بعد از تخلیق مسلسل معجزات وکرامات کا مشاہدہ کرتی چلی آرہی ہے، ان معجزات و کرامات کی تکمیل آخر زمان میں حضرت مہدی کی کرامات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے ساتھ ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں عظیم الشان معجزہ دجال اور یہودی صہیونیوں کی تباہی وبربادی ہوگی۔

رسول اکرم ﷺ کی القدس سے محبت

مسجد اقصیٰ میں نماز کی کس قدر فضیلت ہے، وہاں سے احرام باندھ کر حج وعمرہ کرنا کس قدر ثواب واجر رکھتا ہے، القدس کے چراغ کے لئے تیل بھیجنا کس طرح باعث برکت ہے۔ یہ سب فضائل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبتِ بیت المقدس

میں ارشاد فرمائے۔ رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کو القدس سے خوب محبت ہے اور اپنی اُمت کے دلوں میں بھی القدس کی محبت بسانا چاہتے ہیں، اس لئے مختلف مقامات پر، مختلف حیثیتوں سے ''بیت المقدس'' کا ذکر فرماتے ہیں۔ القدس کے تذکرہ پر مزید چند احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

✦......حوض کوثر کی وسعت اور طوالت کے بارے میں فرماتے ہیں:

إن لی حوضا طوله ما بين الكعبة إلى البيت المقدس۔(۷۵)

میرے حوض (کوثر) کی لمبائی (مسافت) خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک ہے۔

✦......ارشاد فرمایا: جنت میں سب سے پہلے انبیاء داخل ہوں گے، شہداء اور مؤذنین ...... کعبۃ اللہ کے مؤذنین، بیت المقدس کے مؤذنین اور مسجد نبوی کے مؤذنین۔ اس کے بعد باقی لوگ اپنے اعمال کے حساب سے جنت میں داخل ہوں گے۔(۷۶)

✦......کمال کا اعتکاف (افضل اعتکاف) تین مساجد میں ہے: مسجد الحرام، مسجد نبوی، مسجد الاقصیٰ۔(۷۷)

✦......ارشاد فرمایا: تینوں مساجد پر فرشتے مقرر ہیں: کعبۃ اللہ پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ ہر روز آواز لگاتا ہے: جس نے اللہ کے فرائض واحکام چھوڑ دیئے، وہ اللہ کی امان وحفاظت سے نکل گیا...... مسجد نبوی پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ ہر روز آواز لگاتا ہے: جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دیا، وہ حوض کوثر اور شفاعت سے محروم ہو جائے گا...... مسجد اقصیٰ پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ ہر روز آواز لگاتا ہے: جس کا کھانا (لقمہ، خوراک) حرام ہوگا اس کا عُمل اُس کے منہ پر مارا جائے گا۔(۷۸)

✦......ارشاد فرمایا: چار چیزیں ہیں جو (گناہوں کو) مٹانے والی ہیں: رمضان کے روزے، حج بیت اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آنا، بیت المقدس کی مسجد میں آنا۔(۷۹)

✦......ارشاد فرمایا: دجال ہر جگہ حاضر ہوگا، البتہ حرم (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور بیت المقدس میں داخل نہیں ہو سکے گا۔(۸۰)

فتح ''اریحا''، سورج روک دیا گیا

بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت یوشع علیہ السلام نے القدس فتح کرنا چاہا تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ مسند احمد کی روایت میں اس کا ذکر ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی انسان کے لئے کبھی بھی سورج کو نہیں روکا گیا، سوائے یوشع بن نون کے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے۔(۸۱)

صحیح بخاری کی روایت میں مزید تفصیل ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے پیغمبروں میں سے ایک نبی (یوشع علیہ السلام) نے غزوہ کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے کہا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص جس نے ابھی نئی شادی کی ہو اور بیوی کے ساتھ رات بھی نہ گزاری ہو اور وہ رات گزارنا چاہتا ہو اور وہ شخص جس نے گھر بنایا ہو اور ابھی اس کی چھت نہ رکھی ہو اور وہ شخص جس نے حاملہ بکری یا حاملہ اُونٹنیاں خریدی ہوں اور اُسے اُن کے بچے جننے کا انتظار ہو تو (ایسے لوگوں میں سے کوئی بھی) ہمارے ساتھ جہاد میں نہ چلے۔

پھر اُنہوں نے جہاد کیا اور جب اُس آبادی (اریحا، کی فتح) سے قریب ہوئے تو عصر کا وقت ہو گیا یا اس کے قریب وقت ہوا۔ اُنہوں نے سورج سے فرمایا کہ تو بھی اللہ کا تابع فرمان ہے اور میں بھی اُس کا تابع فرمان ہوں۔ اے اللہ! ہمارے لیے اسے اپنی جگہ پر روک دے۔ چنانچہ سورج رک گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں فتح عنایت فرمائی۔(۸۲)

اس روایت میں جس مقام کا تذکرہ ہے بہت سے حضرات نے اس سے مراد ''اریحا'' شہر لیا ہے، لیکن الفاظ میں بیت المقدس کا ذکر ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے تطبیق یوں دی ہے کہ دونوں مقامات قریب قریب ہیں۔ سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام کی قیادت میں جب فلسطین فتح ہوا تو سب سے پہلا شہر یہی ''اریحا'' تھا۔ ارض فلسطین کو ارض مقدسہ کہا گیا ہے۔ اس لحاظ سے شہر اریحا شہر مقدس قرار پاتا ہے کیونکہ یہی سب سے پہلا مفتوحہ شہر بنا۔ یہیں سے بیت المقدس کا علاقہ شروع ہوتا تھا۔

یوشع بن نون علیہ السلام کا یہ معرکہ جمعہ کو ہوا تھا۔ سورج غروب ہونے کو تھا اور ہفتہ کا دن شروع ہو رہا تھا۔ بنی اسرائیل پریشان ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن یہودیوں پر جنگ کو حرام قرار دیا تھا۔ یوشع بن نون علیہ السلام نے دعا کی کہ سورج ٹھہر جائے۔ سورج رُک گیا اور جنگ اختتام کو پہنچی۔ بنی اسرائیل کو فتح ملی۔

''اریحا'' شہر کا آنکھوں دیکھا منظر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (انڈیا) یوں بیان کرتے ہیں:

''ہم اسرائیل بارڈر پر پہنچے، جو ''اریحہ'' نامی شہر میں واقع ہے، جس کو تورات میں ''جریکو'' کا نام دیا گیا ہے اور آج کل وہ اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ شہر بہت

سر سبز و شاداب ہے اور اس کا شمار دنیا کے قدیم ترین شہروں میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بستی چھ ہزار سال قبل مسیح کی ہے۔ یہ بات بھی نقل کی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہیں کے ایک پہاڑ کے غار میں چالیس [۴۰] دن گزارے تھے اور یہیں اندھوں کے بینا ہونے، برص زدہ شخص کے صحت مند ہونے اور مُردوں کے زندہ ہونے کا معجزہ پیش آیا۔"(۸۳)

حافظ عبد الاعلیٰ درانی لکھتے ہیں:

"جغرافیائی طور پر شہر اریحا فلسطین کے سولہ محافظات (اضلاع) میں سے ایک ہے۔ فلسطینی مغربی کنارے میں 59 کلو مربع میٹر میں پھیلا ہوا یہ شہر۔ 1949 سے 1967 تک اردن کے زیر قبضہ تھا اور 1967 میں اسرائیل نے قبضہ کرلیا۔ 1994 میں اوسلو معاہدے کے تحت فلسطینی انتظامیہ کے زیر اثر آ گیا 2006 کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی 20.300 ہے۔ اس میں یہودیوں کو داخل ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ داخل ہوتے وقت حفاظتی چوکی پر واضح لکھا ہے کہ

کوئی یہودی اس شہر میں داخل نہیں ہوسکتا......اور نہ اس کی کوئی ذمہ داری ہوگی۔"(۸۴)

القدس، ثالثُ الحرمین

اگرچہ بہت سے حضرات نے ارض قدس پر "حرم قدس"، "ارض حرم" وغیرہ کا اطلاق کیا ہے۔ بعض حضرات نے ارض قدس کو حرم مکی، حرم مدنی (حرمین شریفین) کے بعد "ثالث الحرمین" کا لقب بھی دیا ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ یہ اطلاق "شرعی حرم"

کے اعتبار سے نہیں ہے۔

کیوں کہ ''حرم'' کا لفظ اسلامی شریعت میں ایک خاص مفہوم رکھتا ہے یعنی ایسی جگہ جہاں شکار کرنا اور درخت وغیرہ کاٹنا ممنوع ہو جیسا کہ حرم مکی کا حکم ہے۔ مگر چونکہ یہ احکامات بیت المقدس کے لیے نہیں ہیں اس لیے اسے حرم سے تعبیر کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اس نام کے علاوہ کتاب وسنت میں اس کے جو نام آئے ہیں ان میں یہ تین نام سب سے زیادہ مشہور ہیں: مسجد اقصیٰ، بیت المقدس، مسجد ایلیاء۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ انہی ناموں سے اس مسجد کو یاد کیا جائے۔

قرآن کریم میں فلسطین کے علاقوں کا ذکر

''بیت المقدس'' کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی میں اس سرزمین اور اس کے شہروں ومقامات تک کا تذکرہ آتا ہے۔ مختصراً ہم یہاں چند مقامات ذکر کرتے ہیں۔

✦......سورۃ المؤمنون کی آیت ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَّآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِينٍ .

اور مریم کے بیٹے کو اور ان کی ماں کو ہم نے ایک نشانی بنایا، اور ان دونوں کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پرسکون جگہ تھی اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔

حضرت مرہ بہزی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں ''الربوۃ'' سے مراد ''الرملۃ'' ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے کہ ''ربوۃ'' سے فلسطین کا علاقہ مراد ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: اس سے مراد بیت المقدس ہے۔(۸۵)

✦......سورۂ مریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا.

تو وہ (سیدہ مریم سلام اللہ علیہا) حاملہ ہوگئی اس سے پھر وہ الگ ہوگئی اس کے ساتھ ایک دور جگہ (یعنی جنگل) میں۔

مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب بتایا ہے کہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا حالتِ حمل میں دُور چلی گئیں۔ یعنی وادی اقصیٰ تک گئیں اور یہی بیت اللحم ہے۔ اس کے اور ''ایلیا'' کے درمیان چار میل کا فاصلہ ہے۔ اور ایلیا بیت المقدس کا ہی ایک نام ہے۔(۸۶)

✦......سورۃ البقرۃ کی آیت میں ہے کہ طالوت کمانڈر اسلامی لشکر لے کر نکلے،

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ.

چنانچہ جب طالوت لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے (لشکر والوں سے) کہا کہ اللہ ایک (نہر) دریا کے ذریعے تمہارا امتحان لینے والا ہے۔

اس نہر کے بارے میں دو قول ملتے ہیں: (۱) نہر فلسطین، (۲) اردن اور فلسطین کے درمیان کی نہر۔(۸۷)

✦......سورۃ النمل میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ایک سفر کا ذکر ہوتا ہے:

حَتّٰى إِذَا أَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ.

یہاں تک کہ جب وہ (سلیمان علیہ السلام) چیونٹیوں کی وادی پر آئے، تو ایک

چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! تم داخل ہو جاؤ اپنے گھروں (بلوں) میں (کہیں) ہرگز کچل نہ دیں تمہیں سلیمان اور اس کا لشکر اس حال میں کہ وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔

''وادی النمل''عسقلان کے قریب ہے۔اس کا تذکرہ ''عسقلان'' کے ذیل میں آرہا ہے۔

القدس کا پہاڑ ''جبل زیتون''

سورہ ''التِّین'' میں اللہ تعالیٰ نے چار مقامات (چار چیزوں) کی قسم کھائی ہے:

''انجیر''......شام کے علاقے کی پیداوار ہے۔''زیتون''......فلسطین اور اس کے نواح کی پیداوار ہے۔''طورِ سینا''......وہ پہاڑ ہے، جہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا۔''بلد امین''......اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

آیت میں مذکور (زیتون کے پھل کی جائے پیدائش) سے مراد فلسطین کا پہاڑ ''جبل زیتون'' ہے۔اللہ تعالیٰ نے جبل زیتون کی قسم کھائی۔اس سے ارضِ فلسطین کی عظمت ورفعت اور بلندی رتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔

حافظ عبدالاعلیٰ درانی (برطانیہ) لکھتے ہیں:

''جبل زیتون''اگلی صبح ہمارا مقام وزٹ جبل زیتون (Mount of Olives) تھا جو بالکل بیت المقدس کے بازو میں اور قدیم یروشلم سے ملحق ہے۔یروشلم اور مغربی کنارے ایک پہاڑی سلسلہ کوہ الخلیل کے نام سے مشہور ہے۔جبل زیتون اسی سلسلہ کا ایک اہم پہاڑ ہے جس کی اونچائی 828 میٹر یا (2710) فٹ ہے۔اور اس پہاڑ کی لمبائی ایک میل سے زیادہ نہیں ہے۔لیکن تاریخ میں اس پہاڑ کی بڑی حیثیت ہے۔

دنیا کے تینوں بڑے مذاہب کی یادگاریں یہاں موجود ہیں۔ انجیل وتورات میں کئی مقام پر اس پہاڑ کا ذکر ہوا ہے۔(۸۸)

”ساحلِ فلسطین“ سمندری جہاد کا آغاز

احادیث مبارکہ میں بھی جا بجا فلسطین اور القدس کے مقامات اور وہاں پیش آنے والے سانحات وواقعات کا تذکرہ ہوتا ہے، چنانچہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ان سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ان کے گھر تشریف لا کر قیلولہ فرمایا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ اُنہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ فرمایا مجھے اپنی امت میں ایک ایسی قوم کو (خواب میں دیکھ کر) خوشی ہوئی جو سمندر میں (غزوہ کے لیے) اس طرح جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی وہ ان میں سے کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی ان میں سے ہو۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور جب بیدار ہوئے تو پھر ہنس رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ بھی وہی بات بتائی۔ ایسا دو یا تین دفعہ ہوا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور وہ ان کو (اسلام کے سب سے پہلے بحری بیڑے کے ساتھ) غزوہ میں لے گئے، واپسی میں سوار ہونے کے

لیے اپنی سواری سے قریب ہوئیں (سوار ہوتے ہوئے یا سوار ہونے کے بعد) گر پڑیں جس سے آپ کی گردن ٹوٹ گئی اور شہادت کی موت پائی۔(۸۹)

فلسطین کی بندرگاہ ''عکا'' یہ وہ اوّل بندرگاہ ہے، جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ ۲۸ھ میں اس بندرگاہ سے اسلامی بحری بیڑہ ''قبرص'' کی طرف روانہ ہوا۔ اس جہادی لشکر کی قیادت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرمارہے تھے۔ مصطفیٰ مرادالدباغ (بلادنا فلسطین) کے الفاظ ہیں: فان عكا كانت أوّل ميناء عربي غزا منه المسلمون بقيادة معاوية بن ابى سفيان، أوّل غزواتهم فى البحر الأبيض المتوسط۔ ایک اور بحری بیڑہ بھی جو مصر سے روانہ ہوا اس کی قیادت سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

''عکا'' بندرگاہ، اسلامی یادگار

رسول مجاہد صلی اللہ علیہ وسلم نے سمندری جہاد کی عظیم فضیلت بیان فرمائی تو اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے اس معرکہ بحری میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہوئے۔ ابو ایوب انصاری، عبادہ بن صامت، شداد بن اوس، مقداد بن اسود، ابو درداء، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کے نام سرفہرست ہیں۔ نیز اس معرکہ میں امیر لشکر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی اہلیہ سیدہ فاختہ بنت قرظہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی اہلیہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا (مذکورہ بالا واقعہ کی راویہ) بھی شریک ہوئیں۔ قبرص میں یہ اپنی سواری سے گر گئیں اور انتقال کر گئیں۔ ان کی قبر وہاں پر ''قبر المرأة الصالحة'' سے معروف ہے۔(۹۰)

''عکا'' بہت قدیم اور تاریخی شہر ہے۔القدس سے شمال مغرب میں ۱۸۲ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔عکا کی اسلامی فتح ۱۵ھ میں مکمل ہوئی۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شہر کو ''دار لصناعة السفن'' کا درجہ دیا تھا، یعنی یہاں کشتیاں اور بحری جہاز تیار کئے جاتے تھے۔(۹۱)

''عکا'' میں ایک چشمہ ہے، اس تک پہنچنے کے لئے ستائیس [۲۷] سیڑھیاں نیچے اُترنا پڑتا ہے۔اس چشمہ کا نام ''عین البقر'' ہے۔کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اس کنویں کو کھودا تھا اور اس کنویں سے ان کی گائے پانی پیتی تھی۔اس لئے اس کا نام ''عین البقر'' ہے۔یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام یہاں کھیتی باڑی کرتے تھے۔(۹۲)

''عکا'' شہر کے بارے میں بہت سی روایات بھی نقل کی جاتی ہیں: مثلاً: ایک روایت ہے: طوبى لمن رأى عكا ......خوش نصیب ہے وہ جس نے ''عکا'' کی زیارت کی۔لیکن اس قسم کی فضائل والی روایات کو علماء کرام نے مستند نہیں مانا ہے۔

''عسقلان'' احادیث میں

احادیث میں بکثرت عسقلان کا ذکر ملتا ہے۔''عسقلان'' فلسطین کے سب سے بڑے اور قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔بیت المقدس سے ۶۵ کلومیٹر مغرب اور غزہ کے شمال مشرق میں ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر غزہ اور یافا کے درمیان سڑک پر ساحل سمندر کے قریب واقع ہے۔کنعانیوں نے تیسری صدی قبل مسیح میں اس شہر کی بنیاد رکھی، اور یہ بحیرہ روم کے ساحل پر واقع فلسطینی بندرگاہوں میں سے ایک

تھا۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہر چیز کا ایک عروج ہوتا ہے، اور شام کا عروج عسقلان ہے۔قدیم عسقلان تو صلیبی جنگوں میں تباہ ہوگیا تھا۔البتہ جدید عسقلان ''اشقلون'' کے نام سے آباد ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سرزمین کے بارے میں متعدد پیشین گویاں اور بشارتیں ارشاد فرمائیں۔ہم ان احادیث میں چند روایات یہاں ذکر کرتے ہیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عسقلان، دو دلہنوں میں سے ایک دلہن ہے۔ یہاں سے قیامت کے دن ستر ہزار ایسے لوگ اُٹھائے جائیں گے، جن کا حساب نہیں لیا جائے گا اور یہاں سے پچاس ہزار شہدا اُٹھائے جائیں گے، جو اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، یہاں ایسے شہداء کی صفیں ہوں گی، جن کے کٹے ہوئے سر اُن کے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی رگوں سے خون پھوٹ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے: رَبَّنَا آتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِکَ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیعَادَ (اے ہمارے رب! تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے جو وعدے کیے تھے، وہ پورے فرما، بیشک تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا) اللہ فرمائے گا: میرے بندے سچ کہہ رہے ہیں، فرشتو! تم اُنہیں چمک والی نہر میں غسل دو، چنانچہ وہ وہاں سے ہر قسم کی میل کچیل سے پاک ہوکر صاف ستھرے ہوکر نکلیں گے اور جنت میں جہاں چاہیں گے گھومیں گے۔(۹۳)

''عسقلان'' مرکز مجاہدین

مصطفیٰ مراد الدباغ لکھتے ہیں کہ عسقلان میں کوئی ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں

ہے، جو کسی صحابی، مجاہد کے خون سے رنگین نہ ہو۔ یہ پورا علاقہ مبارک اور یہاں کا چپہ چپہ مقدس ہے۔(۹۴)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ سرزمین مسلسل جہادی سرزمین رہی ہے اور آخری زمانہ میں بھی یہ مجاہدین کا ایک اہم مرکز ہوگا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے کچھ حالات بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

علیکم بالجهاد، وإن افضل جهادكم الرباط، وإن افضل رباطكم عسقلان۔

تم جہاد کو لازم پکڑنا، بہترین جہاد، رباط (سرحد پر مقیم رہنا) ہے اور (شام کے ساحلی شہر) عسقلان کا رباط سب سے افضل ہے۔(۹۵)

فلسطین کے شہروں سے متعلق انسائیکلوپیڈیا میں تحریر ہے کہ عسقلان اپنی طویل تاریخ میں معیشت کا حامل ایک ساحلی شہر شمار کیا جاتا رہا، اس کی سمندری بندرگاہ اور فلسطین و مصر کی سرحدوں سے قریب اس کے اسٹریٹیجک جائے وقوع کی وجہ سے اس شہر کی اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے، سمندر سے گذرنے والے تمام تجارتی اور جنگی قافلوں کو اسی شہر سے گذرنا پڑتا ہے۔ تاریخ میں کوئی بھی لشکر عسقلان پر کنٹرول حاصل کیے بغیر فلسطین کو فتح نہیں کرسکا۔ یہ سرزمین ہر زمانے میں اسٹریٹیجک اہمیت کی حامل رہی، اور اس پر کنٹرول حاصل کرنے سے مراد فلسطین کے شمالی وجنوبی اور مشرقی تمام علاقوں تک اپنا کنٹرول آسان کرنا ہے۔ اسلامی فتوحات میں بھی سب سے آخر میں عسقلان ہی فتح ہوا۔

عسقلان "مقبرۃ قریش"

عسقلان کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ روایات میں اس سرزمین کے مقبرہ کا تذکرہ بھی ہے: ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مقبرہ والوں پر رحمت و مغفرت فرماتا ہے۔ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مقبرہ کے بارے میں پوچھا: ارشاد فرمایا:

هي مقبرة عسقلان، یہ عسقلان کا قبرستان ہے۔(۹۶)

عسقلان میں ''وادی النمل (چیونٹیوں والی وادی)'' ہے ،جس کا واقعہ سیدنا سلیمان علیہ السلام سے منسوب ہے۔وادی النمل کا محل وقوع سور (دیوار) عسقلان کے مشرقی جانب ہے۔یہاں قریب میں ایک مقبرہ بھی ہے جہاں بہت سے لوگ اپنے مردے دفناتے ہیں ۔لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ اس مقبرہ میں جس کی تدفین ہوگئی تو وہ سیدھا جنت جائے گا۔شاید یہ وہی مقبرہ ہے، جو فتح اسلامی کے بعد ''مقبرۃ قریش'' سے معروف تھا۔(۹۷)

شیعی مصادر کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اوّل عسقلان میں دفن کیا گیا تھا، جسے بعد میں وہاں سے منتقل کیا گیا۔اس مقام پر ایک عمارت مزار یا مشہد کے نام سے مشہور ہے۔لیکن بہت سے حضرات نے اسے مستند نہیں مانا۔سلیمان بن صالح الخراشی اپنے آرٹیکل میں لکھتے ہیں: ولقد أنكر جمع من المحققين هذا الخبر فقال القرطبي: وما ذكر أنه في عسقلان فشيء باطل......وأنكر شيخ الاسلام ابن تيمية وجود الرأس بعسقلان، وتابعه على ذلك ابن

کثیر۔ (۹۸)

''تو یہود صفوریہ میں سے ہے''

غزوۂ بدر کے موقع پر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلسطین کے ایک شہر کا ذکر فرمایا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ غزوہ بدر سے واپسی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عرق الظبیۃ'' کے مقام پر عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا۔ روایات میں ہے کہ اس کے قتل کا حکم دیا گیا تو اس نے فریاد کی: اے قریش! مجھے تمہارے سامنے قتل کیا جا رہا ہے، حالانکہ میں بھی تم میں سے ہوں (یعنی میں قریشی بھی ہوں)۔ اس کے بعد اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہا: اے محمد! آپ کو اللہ کا اور رشتہ داری (قریشی) کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هل أنت إلا يهودی من أهل صفورية، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: إنما أنت يهودی من أهل صفورية۔ یعنی تم قریش سے نہیں ہو، بلکہ تم صفوریہ کے یہودیوں میں سے ایک یہودی ہو۔ (۹۹)

اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط کا دادا ''امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف''، فلسطین گیا تھا اور صفوریہ میں دس سال قیام کیا۔ وہاں اس نے ایک یہودی کی لونڈی سے مجامعت کی، جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا، جاہلی رسم ورواج کے مطابق یہ ''امیہ'' کا بیٹا ٹھہرا۔ یہ ''ذکوان'' عقبہ کا دادا تھا۔ ''صفوریہ'' الناصرۃ سے شمال میں سات [۷] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ شمالی فلسطین کی فتوحات کے زمانہ میں یہ شہر بھی شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تیرہ [۱۳] ھ میں فتح ہوا۔ (۱۰۰)

فلسطین میں انتقال کی پیش گوئی

''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فلسطین'' سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ یہ بھی ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ ان کا انتقال فلسطین کے کسی علاقہ میں ہوگا۔ یہاں ہم ان چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں:

✦......سیدنا ذوالاصابع رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ! اگر ہمیں آپ کے بعد آزمائش آئے تو آپ ہمیں کہاں رہنے کا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: بیت المقدس کو ٹھکانہ بنا لینا، ہوسکتا ہے کہ تمہارے ہاں کوئی نسل ایسی پیدا ہو جو صبح شام اس مسجد میں آنا جانا رکھے۔ (۱۰۱)

✦......سیدنا اقرع بن شفی العکی رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ اپنا واقعہ خود نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو آئے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! لگتا ہے کہ میں اس بیماری میں مر جاؤں گا۔ ارشاد فرمایا: نہیں! تم زندہ رہو گے اور ارض شام ہجرت کرو گے اور تمہاری موت فلسطین کے علاقہ ''ربوۃ'' میں آئے گی۔ (۱۰۲)

✦......شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جان کنی کے عالم میں تھا (یعنی میری طبیعت بہت خراب تھی، اُداسی تھی)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: شداد! تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ فرمایا: تم پر دنیا تنگ نہیں ہوگی۔ شام اور بیت المقدس فتح ہوگا۔ تم اور تمہاری اولاد ان شاء اللہ ان لوگوں کے امام بنیں گے۔ (۱۰۳)

✦......سیدہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا ایک بار بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے دیکھا تو پوچھا: کیا وجہ ہے، اس کو ''غزہ'' کی بیماری لگ گئی ہے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی ہے؟ اُنہوں نے بتایا: اے اللہ کے نبی! میرے دائیں ہاتھ میں زخم (پھوڑا) ہے (یعنی مجھے عذر ہے، اس لئے سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتی)۔ (۱۰۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے چونکہ یہ جملہ ''اس کو ''غزہ'' کی بیماری لگ گئی ہے'' ادا ہو گیا تھا، تو ایسا ہی ہوا۔ یہ صحابیہ ''غزہ فلسطین'' میں پہنچیں تو طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو گئیں اور غزہ فلسطین میں انتقال کر گئیں۔ (۱۰۵)

فتح ''القدس'' کی شروعات

بیت المقدس اور بیت اللہ میں کس قدر باہم مناسبت، اتصال اور ربط و تعلق ہے، گذشتہ صفحات میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ دونوں مقامات کی تولیت کا استحقاق بھی مسلمانوں کو ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بیت اللہ (مکہ مکرمہ) اور بیت المقدس (فلسطین و شام) دونوں پر اغیار قابض تھے۔ اوّل مقام کی فتح و تولیت تو رسول فاتح صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ہی ہو گئی تھی۔ ثانی مقام اگرچہ رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کلی طور پر فتح نہیں ہوا، تاہم اس کی فتح کے بھی تقریباً تمام انتظامات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دے دیے تھے۔ اسی سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیت المقدس تشریف لے گئے۔ قبلہ اوّل کی طرف رُخ کر کے نمازیں ادا فرمائیں۔ مسجد اقصیٰ میں

نماز کے فضائل اور اُس طرف رختِ سفر کی ترغیب دی۔ فلسطین کے رؤساء وملوک کی طرف خطوط بھیجے۔ اراضی القدس کے وثیقہ جات لکھ کر دیے۔ چھ [٦] ھ میں اُس سمت میں ایک سریہ تشکیل دیا۔ آٹھ [٨] ھ میں ایک لشکر ''موتہ'' کی طرف بھیجا، جو ''بیت المقدس'' سے تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ پھر نو [٩] ھ میں بنفس نفیس خود تبوک تشریف لے گئے جوارض قدس سے تقریباً پانچ سو کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ حیات مستعار کے آخری ایام میں بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر ''القدس'' کی فتح وآزادی کی تمہید کے طور پر تشکیل دیا۔

بعض حضرات نے فتح القدس کی شروعات میں اوّل مکتوبات ووثیقہ جات کا ذکر کیا ہے اور ثانیاً سرایا وغزوات کو بیان کیا ہے۔ وثیقہ جات یہ تھے کہ شام وفلسطین کے متعدد قبائل اور افراد کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علاقوں کی اراضی (جاگیر) تحریر کر کے دے دیں، یہ اشارہ تھا کہ عنقریب ہم ارض قدس فتح کریں گے اور یہ زمین تمہارے نام ہوگئی۔ ہم بھی اسی ترتیب سے ان مہمات ومحرکات کی تفصیل شروع کرتے ہیں۔

القدس پر فارس کا قبضہ، سورہ روم کا نزول

عہدِ رسالت میں دو [٢] سپر طاقتیں ''روم وفارس'' آپس میں دست وگریبان رہتے تھے۔ القدس پر بھی قبضہ کے لیے اُن کے باہم قتل وکشت کا سلسلہ قائم رہتا تھا۔ ٥٨٦ قبل مسیح میں القدس پر فارسیوں کا قبضہ ہوا۔ بخت نصر نے یہاں یلغار کی۔ یہودیوں کا قتل عام کیا اور جو باقی بچ گئے اُنہیں غلام بنا کر بابل لے گیا۔ فارس والوں

کے یہاں پر قبضہ کا سلسلہ اسکندر کے قبضے تک جاری رہا جو ۳۳۲ ق م میں ہوا۔ ۶۱۴ء میں اہل فارس یہاں دوبارہ قابض ہو گئے۔ فارسیوں کی فتح نے مشرکین مکہ کو خوش کر دیا اور اس فتح پر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے فخر ظاہر کرنے لگے۔ کیونکہ فارسی مشرک اور ان پڑھ تھے۔ اور رومی اہل کتاب تھے۔ مسلمان ان کو اپنے قریب سمجھتے تھے۔ اس موقع پر سورۂ روم نازل ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بشارت دی کہ عنقریب دوبارہ اہل روم غالب آجائیں گے۔ چنانچہ یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی اور ۶۲۷ء میں فارس نے شکست کھائی اور رومیوں کو القدس پر فتح ہوگئی۔ (۱۰۶)

قرآن کریم نے رومیوں کے لئے ''القدس'' کی فتح کا اشارہ کیا دیا...... اس آیت نے تو مسلمانوں کے دل و دماغ میں ''بیت المقدس'' کا خیال و عشق بٹھا دیا۔ اب ہر وقت مسلمانوں کے ذہنوں میں ''القدس'' کی تاریخ ہے اور وہ اس دن کے منتظر ہیں جس دن ''القدس'' بت پرستوں اور مجوسیوں کے تسلط سے آزاد ہوگا۔ آخر کار دو [۲] ھ کو یہ اہل ایمان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور مسلمانوں کو دو [۲] خوشیاں نصیب ہوئیں، ایک فتح غزوۂ بدر کی اور دوسری (رومیوں کے لئے) فتح القدس کی۔

لیکن رُکیے! اسی پر بس نہیں، سورۂ روم کی اس آیت میں ایک لطیف اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ مسلمان رُومیوں کی فتح پر خوش ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کو خوشی و فرحت دینا چاہتے ہیں۔ تو لیجئے! حقیقی خوشخبری اور بشارت لے لیں کہ جیسے آج رومی القدس کے فاتح بن رہے ہیں، اسی طرح مسلمان عنقریب القدس کے فاتح بن کر اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کا مشاہدہ کریں گے۔

چنانچہ ''اسعد حومد'' ''أیسر التفاسیر '' میں لکھتے ہیں: وسیکون ذلك فالا حسنا لغلبة المسلمین علی الکافرین ۔اس آیت میں نیک فال اوراشارہ ہے ہے کہ مسلمان عنقریب غلبہ حاصل کریں گے کافروں پر۔(۱۰۷)

رُوح المعانی میں لکھا ہے کہ سورہ رُوم ہی کی آیت سے (بطور کرامت) بزرگ شیخ ابوالحکم بن برجان رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی فتح بیت المقدس کا اشارہ مستخرج کیا تھا۔زمانہ، تاریخ اور دن تک کا تعیّن کر دیا تھا۔ چنانچہ جو دن اُنہوں نے بتایا تھا، اُسی دن اور تاریخ میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیت المقدس فتح فرمایا۔

مکتوب گرامی فلسطین میں

''صلح حدیبیہ'' کے نتیجہ میں امن وامان کی کیفیت حاصل ہونے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتی خطوط لکھنا شروع فرمائے۔ قیصر روم کو بھی خط تحریر فرمایا، اور سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مکتوب مبارک دے کر روانہ کیا۔ اُنہیں یہ ہدایت فرمائی کہ پہلے وہ یہ خط لے کر بُصریٰ کے حاکم کے پاس جائیں، اور اس سے کہیں کہ وہ اسے قیصرِ روم تک بھجوا دے۔

اُدھر''القدس'' کی عظیم الشان فتح کی خوشی میں شکرانہ کے طور پر قیصر روم ہرقل اپنے پایہ تخت قسطنطنیہ سے بیت المقدس کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے وہ حمص پہنچا۔ کچھ دن حمص میں قیام کیا اور وہاں سے پا پیادہ ایلیا (بیت المقدس) روانہ ہوا۔ حمص سے اس کے ساتھ محافظین اور مصاحبین کے علاوہ بڑی تعداد میں اعیانِ سلطنت بھی تھے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ مکتوب مبارک لے کر بصریٰ پہنچے۔ پتہ چلا کہ ہرقل حمص

سے بیت المقدس جارہا ہے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی بیت المقدس پہنچ گئے۔ دربار میں حاضر ہوکر نامہ مبارک قیصر کے سپرد کیا۔ قیصر نے مکتوب مبارک احترام کے ساتھ لیا اور سرآنکھوں پر رکھا۔ خط کھول کر پڑھا۔ قیصر روم نے خط پڑھنے کے بعد اپنے آدمیوں سے کہا کہ صاحبِ مکتوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم کے کچھ لوگ اگر ہمارے یہاں آئے ہوئے ہوں تو اُنہیں میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں اُن (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں ان سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ کے کارندے عرب قافلہ کی تلاش میں نکل پڑے۔ اُنہیں پتہ چلا کہ مکہ مکرمہ کا ایک تجارتی قافلہ بیت المقدس کے قریب ہی غزہ میں موجود ہے۔ اس قافلہ میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ خود بتاتے ہیں کہ ''فواللّٰہ إنی وأصحابی لبغزۃ إذ ھجم علینا فسألنا: ممن أنتم ؟ فأخبرناہ، فساقنا إلیہ جمیعا۔ '' واللہ! میں اور میرے ساتھی غزہ میں تھے کہ بادشاہ کے لوگوں نے ہم پر دھاوا بول دیا اور ہم سے پوچھا: تم کہاں سے ہو؟ ہم نے بتایا کہ ہم مکہ مکرمہ سے ہیں۔ وہ ہمیں بادشاہ کے لے گئے۔

ہرقل نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، نسب، معاملات وغیرہ کے بارے میں سوالات کیے۔ (تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے) آخر میں اُس نے کہا: فإن کان ما تقول حقا فسیملك موضع قدمی ھاتین۔ اگر یہ سب باتیں جو آپ نے مجھے بتائی حق ہیں تو وہ عنقریب میرے پاؤں کی جگہ (بیت المقدس) کا مالک (فاتح) بنے گا۔ (۱۰۸)

یقیناً ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم

کی مدد و نصرت فرمائی۔ ملک شام فتح ہوا اور روم کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

فروہ الجذامی رضی اللہ عنہ کی طرف مکتوب گرامی

فروہ بن عمرو جذامی رضی اللہ عنہ رومی فوج کے عربی کمانڈر تھے۔ اُنہیں رومیوں نے اپنی حدود سے متصل عرب علاقوں کا گورنر بنا رکھا تھا۔ اُن کا مرکز معان (جنوبی اُردن) تھا۔ فلسطین کا متصلہ علاقہ بھی اُن کے پاس تھا۔ اُن تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچی تو اُنہوں نے غائبانہ اسلام قبول کر لیا اور ایک قاصد (مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اپنے قبول اسلام کی خبر اور کچھ ہدایا خدمت اقدس میں بھیجے۔ ہدایا میں یہ چیزیں تھیں: ایک گھوڑا، ایک سفید خچر، ایک عربی گدھا، چند عمدہ پارچات اور ایک قبا سندسی جو سونے کے تاروں کے حاشیہ سے مزین تھی۔ قاصد نے دربار نبوت میں یہ سب چیزیں پہنچا دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فروہ رضی اللہ عنہ کے نام یہ نامۂ مبارک تحریر فرمایا:

من محمد رسول اللّٰه إلى فروة بن عمرو۔ أما بعد افقد قدم علينا رسولك وبلغ ما أرسلت به وخبر عن ما قبلكم واتانا بإسلامك وإن الله هداك بهداه أن أصلحت وأطعت الله ورسوله وأقمت الصلاة وآتيت الزكاة۔

خدا کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے فروہ بن عمر کے نام۔ بعد حمد وصلاۃ، ہمارے پاس تمہارا قاصد پہنچا اور جو ہدایا تم نے بھیجے تھے، وہ اس نے پہنچا دیئے۔ اور تم سے پہلے کے حالات و واقعات سنائے اور پھر تمہارے مسلمان ہونے کا

واقعہ سنایا۔ اگر تم نیک خواہی میں مشغول رہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہے، نماز پڑھتے اور زکوۃ ادا کرتے رہے، تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ہدایت سے نواز لیا۔ (جو سب سے بڑی نعمت ہے)

نامہ مبارک لکھوا کر قاصد کے حوالے کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ قاصد کو پانچ سو درہم دے دو۔ (۱۰۹)

شام و فلسطین کے پہلے شہید

قیصر روم کو جب فروہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی اطلاع ملی تو اس نے اُنہیں گرفتار کروا کے اپنے دربار میں بلوایا اور ان سے کہا کہ دو چیزوں میں سے ایک کو منتخب کرلو: (۱) اسلام چھوڑ دو، تمہیں نہ صرف رہا کیا جائے گا بلکہ تمہیں اپنے عہدے پر بھی بحال کر دیا جائے گا۔ (۲) اگر تمہیں اسلام پسند ہے تو اس کے نتیجہ میں تمہیں سزائے موت دی جائے گی۔

اُنہوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کو چن لیا اور فلسطین میں عفراء نامی چشمے پر انہیں سولی دیکر شہید کر دیا گیا۔

مصطفیٰ مراد الدباغ لکھتے ہیں: فكان فروة الجذامي اوّل عربي شهيد استشهد في بلاد الشام بسبب اسلامه۔ (۱۱۰)

فروہ الجذامی رضی اللہ عنہ پہلے عربی شہید ہیں جنہوں نے شام میں اسلام کے لئے شہادت پائی۔

عفراء (عفریٰ) چشمہ قدیم حدود کے مطابق فلسطین میں تھا۔ قدیم کتب میں

اسے فلسطین کے علاقہ میں بتایا گیا ہے۔ معجم البلدان میں ہے: ماء بناحية فلسطين۔ اسدالغابہ میں ہے: ماء لهم يقال له "عفراء" بفلسطين۔ آج کل ''عفراء'' چشمہ کا محل وقوع شرق اردن میں ''الطفیلہ'' کے شمال میں ہے۔ (۱۱۱)

شہادت کے وقت فروہ بن عمرو جذامی رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار کہے۔ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ''اسدالغابہ'' میں وہ اشعار نقل کیے ہیں:

ألا هل أتى سلمى بأن حليلها على ماء عفرا فوق إحدى الرواحل

على ناقة لم يضرب الفحل أمها مشذبة أطرافها بالمناجل

بلغ سراة المسلمين بأنني سلم لربي أعظمي وبناني

کیا سلمٰی کو یہ خبر پہنچی کہ اس کا شوہر ''عفریٰ'' نامی چشمہ پر ہے۔

ایک نوجوان اونٹنی پر سوار ہے۔ جس کے پیر بندھے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کے سردار کو خبر پہنچادے کہ میری ہڈیاں اور جوڑ اپنے پروردگار کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ (۱۱۲)

ایک خط زیاد بن جھور رضی اللہ عنہ فلسطینی کے نام

حضرت زیاد بن جھور رضی اللہ عنہ فلسطینی ہیں۔ (۱۱۳) ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات تو دستیاب نہیں، البتہ ان کے نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مکتوب کا ذکر ملتا ہے۔ فرماتے ہیں: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب آیا جس میں یہ الفاظ تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى زِيَادِ بْنِ جَهْوَرَ، سِلْمٌ أَنْتَ، فَإِنِّيْ أَحْمَدُ اللّٰهَ إِلَيْكَ، إِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ

إِلَّا هُوَ، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّی أُذَكِّرُكَ اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ، أَمَّا بَعْدُ، فَلْيُوْضَعَنَّ كُلُّ دِيْنٍ دَانَ بِهِ النَّاسُ إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَعْلَمُ ذَالِكَ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے زیاد بن جمہور کی طرف ہے۔ آپ مسلمان ہیں۔ میں آپ کی طرف اللہ کی تعریف کرتا ہوں، جس کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے۔ حمد وسلام کے بعد میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت کا دن یاد دلاتا ہوں۔ اما بعد! اسلام کے سوا ہر اس دین کو جسے لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے، لازماً پست ہو کر رہنا پڑے گا۔ اس بات کو خوب جان لو۔ (۱۱۴)

ایک خط عبادہ رضی اللہ عنہ فلسطینی کے نام

عبادۃ بن الأشیب رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ ''عنز'' سے تھا۔ اہل فلسطین میں سے ہیں۔ (۱۱۵) عبادۃ بن الأشیب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے یہ خط لکھ کر دیا:

بسم الله الرحمن الرحيم من نبی الله لعبادة بن الأشيب العنزی: إنی أمرتك علی قومك ممن جری عليه عمالی وعمل بنی أبيك فمن قرء عليه كتابی هذا فلم يطع فليس له من الله معون۔

صحابی رضی اللہ عنہ میں یہ خط لے کر اپنی قوم کے پاس پہنچا۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ (۱۱۶)

سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کے لئے تحریر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام و فلسطین کے بعض علاقے وہاں کے کچھ قبائل و اشخاص کے نام تحریر کر کے دیے۔ ان تحریرات و وثائق سے یہ صریح قرینہ اخذ ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں مسلم ریاست قائم ہونے والی ہے اور اسلامی ریاست کی مرضی ہے جسے یہ علاقے بخشش کر دے۔ چنانچہ یہ وثائق فتح اسلامی کے لئے پیش خیمہ ہیں۔ ایک تحریر حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ کے نام ہے، جس کا قصہ خود ان سے روایت ہے۔

سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! شام میں فلاں فلاں زمین "جس پر ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم غالب نہیں آئے تھے" میرے نام لکھ دیجیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیا تم ان کی بات نہیں سن رہے؟ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، آپ ضرور اس پر غالب آئیں گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں (اس علاقہ کے بارے میں) تحریر لکھ کر دے دی۔ (۱۱۷)

اس روایت میں اس تحریر کا متن، تاریخ اور مقام متعین نہیں ہے۔ البتہ اتنی بات ہے کہ یہ شام کا علاقہ ہے بیت المقدس یا بیت المقدس کے قریب۔ (۱۱۸)

قبیلہ بنو جفال کے لئے وثیقہ اراضی

بنو جفال قبیلہ "جذام" کی ایک شاخ ہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

سے ان کے نام ایک تحریر موجود ہے۔ یہ تحریر، اُن کے لئے ایک زمین (جاگیر) کی عطا اور بخشش کا وثیقہ ہے۔ اس تحریر کا متن یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد النبي لبني جفال بن ربيعة بن زيد الجذاميين: إن لهم إرم لا يحلها عليهم أحدأن يغلبهم عليها، ولا يحاقهم فيها۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے بنو جفال بن ربیعہ بن زید جذامیین کی طرف۔ ''ارم'' مقام ان کو عطا ہوا۔ ان کے قبضہ کے بعد کوئی شخص ارم میں مداخلت نہیں کرے گا۔

یہ علاقہ بیت المقدس کے جنوب میں ''اَیلہ'' کے بعد واقع ہے۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قبیلہ کے نام یہ جاگیر تحریر کر دینا، یہ بھی یقیناً اشارہ ہے کہ بیت المقدس اور اس کے جنوب کا علاقہ اسلامی ریاست کے ماتحت ہونے والا ہے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلہ کے لئے وثیقہ جات اور تحریرات کا سلسلہ آگے آرہا ہے۔

سریہ حسمی، سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

اس سریہ کی تاریخ سن چھ [٦] ھ ہے۔ یہ ارض قدس کی طرف جانے والے راستے پر پہلا اسلامی سریہ تھا۔ ''ڈاکٹر عبداللہ معروف عمر'' لکھتے ہیں: كانت اوّل سرية تنطلق من المدينة المنورة الى الواصل الى بيت المقدس هي سرية

زید بن حارثة رضی اللہ عنه الی حسمی ۔ پھر مؤلف موصوف قدیم کتب جغرافیہ کی روشنی میں اس علاقہ کا محل وقوع ذکر کرتے ہیں کہ ''حسمی'' وادی القریٰ (العلاء) اور ایلہ (العقبہ، جو کہ بیت المقدس سے تین سو بیس [۳۲۰] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) کے درمیان کا علاقہ ہے، یعنی ''حسمی'' کا اطلاق ایک وسیع علاقہ پر ہوتا ہے۔ جو وادی القریٰ (العلاء)'' سے ایلہ (العقبہ) کے قریب حدود دیناء تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے حتمی طور پر کوئی خاص مقام اس سریہ کا معین نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ سریہ اُس سمت (راستہ) کو بھیجا گیا جو القدس کی طرف نکلتا تھا۔ (۱۱۹)

گویا کہ اس معرکہ سے شام وقدس کی طرف جنگی مہمات کا آغاز ہو رہا ہے۔ اور اس سریہ کا سبب بھی بیت المقدس کے ایک واقعہ سے منسلک ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

چھ [٦] ھ میں ہی دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ قیصر شاہِ روم کے پاس سے واپس آرہے تھے، اُنہیں قیصر نے بہت سارا مال اور کپڑے دیے تھے۔ جب ''حسمی'' علاقہ میں پہنچے تو قبیلہ جذام کے کچھ لوگوں نے اُنہیں گھیر لیا اور ان کا سب مال ومتاع چھین لیا۔ سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ خالی ہاتھ مدینہ منورہ واپس آئے اور اپنے گھر جانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہرقل کی مجلس میں جو کچھ ہوا تھا، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا، پھر قبیلہ جذام والوں نے ان کے ساتھ جو بُرا برتاؤ کیا، اس کی تفصیل بتائی۔

اُنہی دنوں رفاعہ بن زید جذامی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے، اور مدینہ میں ہی قیام پذیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک خط لکھ کر اُنہیں اُن کی قوم کے پاس روانہ کیا اور بالخصوص ان لوگوں کو مخاطب کیا جو مسلمان ہو چکے تھے، اور لکھا کہ اُن میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی جماعت میں داخل ہو گئے، اور جو مرتد ہو گیا ہے اُنہیں دو ماہ کا امان دیا جاتا ہے، اس خط کو سننے کے بعد رفاعہ رضی اللہ عنہ کی قوم نے فوراً اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

ابھی ان کا قبیلہ مسلمان ہوا تھا کہ دوسری طرف سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جو اس جنگی مہم پر بھیجے گئے تھے، ان کے علاقہ میں پہنچ کر ان لوگوں پر حملہ کر دیا، کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ گرفتار۔ رفاعہ اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریاد لے کر آئے اور وہ خط پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اب مقتولین کے بارے میں کیا کیا جائے؟ اُس وفد کے ایک رکن ابو زید رضی اللہ عنہ نے کہا قیدیوں کو رہائی کا حکم صادر فرمایا جائے، باقی جو لوگ قتل ہوئے، ان کا خون معاف کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو زید کی رائے درست ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ سب قیدیوں کو رہا کر دیں۔ چنانچہ تمام قیدی رہا کر دیے گئے اور جس قدر مال غنیمت تھا، سب واپس کر دیا گیا۔ (۱۲۰)

ارض قدس کے قریب ''معرکہ مُوتہ''

''موتہ'' کا مقام مدینہ منورہ سے ایک ہزار کلو میٹر اور بیت المقدس سے (براستہ الکرک) ایک سو ستر [۱۷۰] کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ معرکہ ارض قدس کے بالکل

قریب اور شام و فلسطین کے قلب میں واقع ہوا۔ اس معرکہ میں جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوئی۔ گویا کہ ان شہداء کا پاکیزہ خون بھی ارض قدس کی فتح کی آبیاری ہے۔ یہ جمادی الاول ۸ ھ کی بات ہے، شرحبیل بن عمرو غسانی جو کہ قیصر روم کی طرف سے ''بلقاء'' کا رئیس اور گورنر تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد اور سفیر حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے باندھ کر شہید کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصد کا قصاص لینے کے لیے تین ہزار کا لشکر تیار فرمایا۔ قیادت کے لئے یکے بعد دیگرے تین [۳] صحابہ رضی اللہ عنہم مقرر فرمائے: زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم۔

مسلمانوں کا یہ لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا۔ حجاز کا علاقہ ختم ہوا اور شام کا علاقہ شروع ہوا۔ ''معان'' میں مسلمان پہنچے۔ یہ شہر مدینہ منورہ سے کوئی ساڑھے آٹھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آج کل اردن کا دارالحکومت ہے۔ یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو اطلاع ملی کہ قیصر روم بنفس نفیس دو لاکھ کا لشکر لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پیش قدمی کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے ''معان شہر'' میں دو دن قیام کیا اور مشاورت کی کہ کیا کیا جائے۔ تین ہزار اور مقابلہ میں دو لاکھ۔ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال کی اطلاع دی جائے اور آپ کے حکم کا انتظار کیا جائے۔ اس موقع پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بہت پر جوش تقریر کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان پُر جوش ہو کر رومیوں کی طرف بڑھ چلے۔ دشمن بھی پیش قدمی کرتا ہوا مسلمانوں کی طرف آ رہا تھا۔ موتہ کے قریب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔

مسلمانوں میں سے تینوں قائدین یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ پھر مسلمانوں نے اپنا امیر خالد بن ولید کو بنا لیا۔ خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی منصوبہ بندی سے مسلمانوں نے شدید حملہ کیا۔ رومیوں کے اوسان خطا ہوئے۔ وہ مرعوب ہو کر پیچھے ہٹے اور میدان چھوڑنے لگے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب مناسب نہیں سمجھا، مسلمانوں کی اس مختصر جماعت کو سنبھال کر واپس مدینہ منورہ لے آئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے قائدین سمیت بارہ [۱۲] صحابہ رضی اللہ عنہم نے شہادت پائی۔ (۱۲۱)

معرکہ تبوک کی توجیہات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن نو [۹] ھ میں تبوک تشریف لے گئے۔ یہ درحقیقت اس سمت میں فتوحات اسلامیہ کی راہ ہموار کرنے کی ہی ایک کڑی ہے۔ رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بھیجتے رہے۔ پھر اپنی قیادت میں تیس ہزار کا لشکر لے کر بنفس نفیس روانہ ہوئے۔ "تبوک" مدینہ منورہ سے چھ سو بیس [۶۲۰] کلومیٹر اور بیت المقدس سے (براستہ معان) پانچ سو پچیس [۵۲۵] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں بیس [۲۰] دن قیام فرمایا۔ اگرچہ ہرقل اور رومی لشکر سامنے نہیں آیا۔ لیکن رسول حکیم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ شام کی سمت میں اہم پوائنٹ پر اسلامی ریاست کی اجارہ داری قائم فرما دی، جن کے نام یہ ہیں:

✦ ...... "دومۃ الجندل" کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا، جس کا نتیجہ صلح اور جزیہ کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ بیت المقدس سے تقریباً چھ سو [۶۰۰] کلومیٹر

ہے۔

ایلہ، مقنا اور اذرح وجربا کے باشندوں نے جزیہ دے کر صلح وامان کی درخواست کی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما کر ان تمام مقامات کو اسلامی ریاست کے تابع بنا دیا۔

✦......''ایلہ''......اس کو ''بوابة فلسطین (فلسطین کا دروازہ)'' کہا جاتا ہے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ اور فلسطین جانے والے زائرین کی ایک منزل شمار ہوتا تھا۔ آج کل جو یہاں آبادی ہے اُسے ''العقبۃ'' کہا جاتا ہے۔ یہ آج کل اردن کا حصہ ہے۔ تبوک سے تقریباً دو سو پینسٹھ [۲۶۰] کلومیٹر اور بیت المقدس سے تین سو بیس [۳۲۰] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

✦......''مقنا''...... اس وقت سعودی عرب کا حصہ ہے، تبوک سے ڈھائی سو [۲۵۰] کلومیٹر اور بیت المقدس سے جنوب کی طرف تقریباً چار سو ساٹھ [۴۶۰] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

✦......''اذرح (الجرباء)''......اس وقت اُردن کا حصہ ہے، تبوک سے کوئی دو سو ساٹھ [۲۶۰] کلومیٹر جو بیت المقدس سے تقریباً دو سو پچپن [۲۵۵] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ''الجرباء'' ''اذارح'' کے نواح میں چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ تحریرات نبوی میں بھی بہت سی تحریرات میں دونوں کا اکٹھے ذکر آیا ہے۔ (۱۲۲)

رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام تبوک کے دوران ان تمام علاقوں کو اسلامی ریاست سے متصل فرما کر اپنے خلفاء کے لئے بیت المقدس اور ارض شام کی فتوحات کا سلسلہ آسان کر دیا، کہ اب تمہارے لئے ارض قدس کی فتح کو آسان اور قریب کر دیا

گیا ہے، لہٰذا باقی کام آپ تکمیل دے دیں۔

غزوۂ تبوک، بشارت فتح القدس

جیسا کہ اوپر گزرا ہے رسول مجاہد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر گویا کہ ''فتح بیت المقدس'' کی ایک کڑی ہے۔ اسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی بھی ارشاد فرمائی۔

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی چھ علامات یاد کرلو: (۱) میری موت۔ (۲) پھر بیت المقدس کی فتح (۳) پھر بہت زیادہ اموات کا واقع ہونا، جیسا کہ گردن توڑ بیماری پھیلنے کی وجہ سے بکریوں میں بہت زیادہ اموات واقع ہوجاتی ہیں (۴) پھر مال کی فراوانی، حتیٰ کہ اگر کسی کو ایک شخص سو دینار بھی دیئے جائیں گے تو وہ اس پر بھی ناراض رہے گا۔ (۵) پھر ایسا فتنہ آئے گا کہ کسی عربی کا گھر اس سے محفوظ نہیں رہے گا۔ (۶) پھر تمہارے اور بنواصفر (رومیوں) کے درمیان صلح ہوجائے گی، لیکن وہ غداری کریں گے اور تم سے لڑنے کے لیے اسی [۸۰] جھنڈوں تلے جمع ہوکر آئیں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار فوجی ہوں گے۔ (۱۲۳)

عجیب اتفاق ہے کہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بشارتِ فتح بیت المقدس والی حدیث کے راوی ہیں اور یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح القدس

میں بھی شریک تھے۔ نیز یہ وصال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی حاضر تھے۔ یوں اُنہوں نے حدیث شریف میں مذکور اوّل دونوں (میری موت ، بیت المقدس کی فتح) نشانیوں کا مشاہدہ کیا۔

ارض قدس کی سمت میں جیش اُسامہ رضی اللہ عنہ

''غزوہ تبوک'' رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا۔ اس کے بعد سرایا تشکیل دیے ہیں۔ حیات طیبہ کا آخری سریہ ''جیش اسامہ'' ہے، اس کی تاریخ سن گیارہ [۱۱] ھ ہے ۔ اس لشکر کو رومیوں کے مقابلہ کے لیے مقام ''اُبنا'' کی طرف بھیجا گیا۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں غزوۂ موتہ واقع ہوا اور جس میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم وغیرھم شہید ہوئے۔ اس لشکر کی روانگی وداعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دن بعد ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ لشکر روانہ کیا۔ چالیس [۴۰] دن کے بعد یہ لشکر مظفر و منصور واپس آیا۔ معرکہ میں جو بھی مقابلہ پر آیا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اُسے تہہ تیغ کیا۔ اپنے والد (زید بن حارثہ) کے قاتل کو قتل کیا۔ (۱۲۴)

اس مقام کا محل وقوع کہاں ہے؟

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

والصحيح أنّها أُبنى، كما جاءت في الرواية، وهي قرية من أرض الكرك، في أطراف الشام، في الناحية التي قُتِلَ فيها أبوه۔ (۱۲۵)

صحیح یہ ہے کہ یہ ''اُبنیٰ'' ہے اور یہ اطرافِ شام میں کرک کے علاقہ میں ایک بستی

ہے، جہاں (اسامہ رضی اللہ عنہ) کے والد شہید ہوئے تھے۔

بہت سی دوسری کتابوں میں ''ابنیٰ'' کا تعارف قرية بموتة (موتہ میں ایک بستی)، موضع بناحية البلقاء (بلقاء کے قریب ایک جگہ) الفاظ کے ساتھ بھی آیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ موتہ یا موتہ کے قریب ہی کسی بستی کا نام تھا۔ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں:

هي القرية التي عند مؤتة حيث قتل أبوه زيد۔(۱۲۶)

یہ وہی بستی ہے جو موتہ کے قریب ہے، جہاں ان کے والد زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔

مصطفیٰ مراد الدباغ موجودہ محلِ وقوع کے اعتبار سے اس مقام کے بارے میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ یہ ''اُبنیٰ'' ہے۔اس کی جگہ پر آج کل حجازی ریلوے پٹڑی کا اسٹیشن ''خان الزبیب'' (الکرک کے شمال مشرق میں) قائم ہے۔یہ محطۃ عمان کے جنوب میں ۷۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر ''ضبعۃ'' اور ''الواقۃ'' کے درمیان ہے۔(۱۲۷)

''محطۃ خان الزبیب'' آج کل اردن مملکت میں واقع ہے اور بیت المقدس سے تقریباً ایک سو چالیس [۱۴۰] کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔مدینہ منورہ سے اس کی مسافت ایک ہزار کلومیٹر سے زائد ہے۔

دربارِ نبوی میں فلسطینی وفد

محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ تبوک

سے واپسی پر (فلسطین کے) قبیلہ داریین کا دس[۱۰] افراد کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ جن کے نام یہ ہیں: تمیم، نُعیم، یزید بن قیس، عزیز، مُرّہ، فاکہہ بن النعمان، جبلہ بن مالک، ابو ہند، طیب، ہانی بن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طیب کا نام بدل کر عبداللہ اور عزیز کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ ہانی بن حبیب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شراب کی ایک مشک اور چند گھوڑے اور ریشمی قباء جو سونے کے تاروں سے مزین تھی ہدیہ میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے اور قباء قبول فرمائے (شراب قبول نہیں فرمائی)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اُسے کیا کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں سے سونا نکال لو اور اپنی عورتوں کا زیور بنالو یا خرچ میں لے آؤ اور ریشم کو فروخت کر کے اس کا ثمن (قیمت) حاصل کرلو۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وہ قباء ایک یہودی کے ہاتھ آٹھ ہزار درہم میں فروخت کی تھی۔ (۱۲۸)

شام و فلسطین کے زیتون سے مسجد نبوی میں روشنی

مسجد نبوی میں سب سے پہلے چراغ روشن کرنے والے "تمیم داری رضی اللہ عنہ" ہیں، جو کہ فلسطینی ہیں۔ وھو أول من أسرج السراج بالمسجد۔ اور اس چراغ کا تیل بلکہ روشنی کا یہ سارا سامان شام و فلسطین سے آیا ہوا تھا۔

ابو ہند رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ ملک شام سے روغن زیتون اور قندیل اور رسی (یا زنجیر) لے کر چلے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو اتفاق

سے شب جمعہ تھی۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابوالبراد کو حکم دیا۔ وہ اُٹھا، رسی باندھی اور قندیل لٹکائی اس میں پانی اور زیتون کا تیل ڈالا۔ پھر بتی لگائی پھر ابوالبراد سے کہا: اسے سلگاؤ۔ چنانچہ اس نے سلگایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا: یہ روشنی کس نے کی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ تمیم نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دُعا دی):

نَوَّرْتَ الاسلامَ نَوَّرك عليك فی الدنيا والآخرة۔

تم نے اسلام کو روشن کر دیا اللہ تعالیٰ دارین میں تمہیں نور عطا کرے۔ پھر فرمایا:

أما انه لو كانت لی ابنة لَزوَّجتُكها۔

اگر میری کوئی بیٹی ہوتی تو ضرور تمہارا اس سے نکاح کرا دیتا۔

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی) نے کہا: یا رسول اللہ! میری ایک بیٹی ہے ''ام المغیر ہ'' (یہ بیوہ تھیں)۔ آپ جو چاہیں کر لیجئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا تمیم رضی اللہ عنہ سے نکاح کرا دیا اس شرط پر کہ مدینہ میں قیام کریں۔

چنانچہ وہ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد فلسطین منتقل ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اراضی اُنہیں عطا فرمائی تھی، اسی علاقہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ وہیں انتقال ہوا۔ ان کے مقام تدفین کی تفصیل باب سوم میں آ رہی ہے۔ (۱۲۹)

ایک روایت میں اس واقعہ میں یہ اضافہ بھی آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: من أسرج مسجدنا؟ ہماری مسجد میں چراغ کس نے جلایا؟

تمیم رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میرے غلام نے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟ جواب دیا: ''فتح''۔ارشاد فرمایا: اس کا نام ''سراج'' ہے۔ پس وہ غلام ''سراج التمیمی'' رضی اللہ عنہ سے مشہور ہوئے۔(۱۳۰)

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ کے لئے نبوی وثیقہ جات

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے قبیلہ داری کا وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو پوری زمین پر غالب کرے گا۔ ہمارے علاقے کی جاگیر (اراضی) ہمارے نام لکھ دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چرمی (چمڑے) کے ٹکڑے پر ان کے لئے وثیقہ لکھوا کر دے دیا۔ پھر اس وثیقہ میں تجدید ہوتی رہی۔ اہل سیر نے یہ تمام وثیقہ جات تفصیل سے نقل کئے ہیں۔

مصطفیٰ مراد دباغ نے ''بلادنا ھذہ فلسطین'' کی جلد پنجم میں ضمیمہ نمبر ا (الملحق الاوّل) میں ۳۳۲ تا ۳۴۲ میں ان تمام وثیقہ جات کو نقل کیا ہے۔ڈاکٹر حمید اللہ خان حیدرآبادی کی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سیاسی وثیقہ جات (مترجم) میں ص ۸۱ تا ۸۴ میں مختلف وثیقہ جات کا ترجمہ ذکر کیا گیا ہے۔

بعد میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے پھر اس وثیقہ کی تجدید فرمائی۔ان وثیقہ جات میں سے ایک کا ہم یہاں ترجمہ نقل کرتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریری وثیقہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے تمیم بن اوس (رضی

اللہ عنہ) کے لیے ہے۔ انہیں حبرون اور بیت عینون دونوں مواضعات بشمول ان کی اراضی، پہاڑوں، پانی کے نکاس، کھیتوں، چشموں اور وحشی گائیوں کے جاگیر میں دیے جاتے ہیں۔ یہ جاگیران کی اولاد در اولاد کے لئے منتقل ہوتی رہے۔ ان دونون موضعوں میں جو شخص مداخلت کا مرتکب ہو وہ ظالم ہے اور خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام بنی آدم کی لعنت کا مورد ہوگا۔ محرر علی (رضی اللہ عنہ) (۱۳۱)

بعض دوسرے وثیقہ جات کے مطاق چار علاقوں کی اراضی کا تذکرہ آتا ہے۔ موضع حبرون، موضع عینون، موضع بیت ابراہیم اور موضع مرطوم۔ یہ علاقے فلسطین کے "الخلیل" کی حدود میں آتے ہیں، جہاں اس قبیلہ کی سکونت تھی۔ (۱۳۲)

فتح القدس کے بعد حضرت تمیم رضی اللہ عنہ وہ دستاویز لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انا شاهد ذلك۔ میں خود اس کا شاہد ہوں۔ پھر اُسے نافذ کیا یعنی وہ قریہ (بستی، علاقہ) ان کے حوالے کردیا۔ (۱۳۳)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زمین "وقف الصحابی تمیم رضی الله عنه" نام سے اس وقت بھی موجود ہے۔ اسی علاقے کا ایک ادارہ اس کی نگرانی کرتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل یہ زمین فلسطینی حکومت کی طرف سے روسی مفادات میں دینے کا فیصلہ اُٹھا۔ اس پر تمیم داری رضی اللہ عنہ کے خاندان کے افراد نے سخت احتجاج کیا۔ سوشل میڈیا پر ایک ٹرینڈ "وقف تميم الداری لن يملك للروس (وقف تمیم داری کا مالک روس نہیں بن سکتا)" بھی چلا تھا۔ بالآخر سپریم کورٹ فلسطین نے "وقف تمیم الداری" رُوسی مشن کے لیے وقف کرنے کا صدارتی فیصلہ منسوخ کردیا۔ یہ فلسطینی نیٹ ورک "الترا فلسطین" کی 2020ء کی خبر ہے۔

نو[۹] سطری وثیقہ نبوی کی تحریر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمیم بن اوس رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلہ کے لئے لکھی جانے والی تحریرات میں ایک تحریر کی اصل ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ''نویری'' نے ''نہایۃ الارب فی فنون الادب'' میں لکھا ہے کہ یہ تحریر نو سطروں پر مشتمل ہے۔ قبیلہ داری کے ہاں نسل در نسل محفوظ چلی آ رہی ہے۔ ہم بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو نو[۹] سطروں میں یہاں نقل کرتے ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم
هذا ما أنطا محمد رسول الله لتميم
الدارى واخوته حبرون والمرطوم
وبيت عينون وبيت إبراهيم وما فيهن
نطية بت بذمتهم ونفذت وسلمت ذلك
لهم ولأ عقابهم فمن أذاهم آذاه
الله فمن آذاهم لعنه الله شهد عتيق
ابن أبى قحافة وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان
وكتب علي بن أبى طالب وشهد۔

قلقشندی (م ۸۲۱ھ) نے صبح الأعشیٰ میں لکھا ہے کہ حرم الخلیل کے خدام تمیموں کے ہاں یہ تحریر ابھی موجود ہے۔ جب بھی کوئی بادشاہ ان اراضی کے بارے میں کوئی اعتراض کرتا ہے تو وہ لوگ یہ تحریر بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ (۱۳۴)

''ڈکتور عبدالفتاح محمد العویسی'' لکھتے ہیں کہ یہ وثیقہ اس وقت ترکی میں محفوظ ہے۔(۱۳۵)

تمیم داری فلسطینی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

حضرت تمیم داری فلسطینی رضی اللہ عنہ کا ایک سمندری سفر ہوا تھا۔ اس سفر میں ان کی ملاقات دجال سے ہوئی، اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ مدینہ منورہ میں پہنچ کر حضرت تمیم رضی اللہ عنہ نے دجال کے ساتھ پیش آنے والی اپنی پوری روئیداد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔ پھر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حوالہ دیتے ہوئے منبر پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے دجال کا پورا واقعہ بیان کیا۔ یوں حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کی خوبیوں میں سے شمار کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ اس لئے یہ ایک پہیلی (چیستان) کا جواب بھی ہے کہ وہ کون سے صحابی ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم روایت نقل کرتے ہیں۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فحدث النبی صلی اللہ علیہ و سلم عنه بذلك علی المنبر وعد ذلك من مناقبه۔(۱۳۶)

حدیث دجال ''ذکر فلسطین''

حدیث دجال اکثر کتب صحاح نے نقل کی ہے۔ اس حدیث کا ارض قدس فلسطین سے خاص تعلق ہے۔

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت جو دجال سے متعلق ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا کہ'' فلسطین کے کچھ لوگ

سمندر میں کشتی میں سوار ہوئے''......دجال نے ان فلسطینیوں سے پوچھا: مجھے بیسان کے نخلستان کے متعلق بتاؤ جو کہ فلسطین اور اردن کے درمیان ہے......دجال کا واقعہ بیان کرنے والے راوی ''تمیم داری رضی اللہ عنہ'' فلسطینی ......دجال کے جزیرہ کی طرف سفر کرنے والے فلسطینی......دجال نے جن مقامات کی نشانیوں سے متعلق سوال کیا، وہ بھی فلسطین یا اس کے گرد و نواح میں......دجال کی آخری منزل، جہاں اس کی تباہی ہوگی ''باب لد'' وہ بھی فلسطین میں ...... دجال کو قتل کرنے والے نبی مکرم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی فلسطینی۔

اب یہاں صحیح مسلم شریف سے ''حدیث دجال'' کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو منبر پر بیٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ پھر فرمایا: ہر ایک آدمی اپنی نماز کی جگہ پر رہے۔ پھر فرمایا: تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں اکٹھا کیا ہے؟ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے کہا: اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہیں رغبت دلانے یا ڈرانے کے لئے جمع نہیں کیا، بلکہ اس لئے جمع کیا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا، وہ آیا اور اس نے بیعت کی اور مسلمان ہوا اور مجھ سے ایک حدیث بیان کی جو اُس حدیث کے موافق ہے جو میں تم سے دجال کے بارے میں بیان کیا کرتا تھا۔

اُس نے بیان کیا کہ وہ (یعنی تمیم) سمندر کے جہاز میں تیس [۳۰] آدمیوں کے ساتھ سوار ہوا جو لخم اور جذام قبیلہ میں سے تھے۔ پس ان کے ساتھ ایک مہینہ بھر سمندر

کی لہریں کھیلتی رہیں۔ پھر وہ لوگ سمندر میں ڈوبتے سورج کی طرف ایک جزیرے کے کنارے جا لگے۔ پس وہ جہاز سے پلوار (یعنی چھوٹی کشتی) میں بیٹھے اور جزیرے میں داخل ہو گئے۔ وہاں ان کو (ایک عورت) ایک جانور ملا جو کہ بھاری دم، بہت بالوں والا کہ اس کا اگلا پچھلا حصہ بالوں کے ہجوم سے معلوم نہ ہوتا تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ اے کمبخت! تو کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا کہ میں (جساسۃ) جاسوس ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ جاسوس کیا؟ اس نے کہا کہ اُس مرد کے پاس چلو جو دیر (مجوسیوں کا عبادت خانہ، کلیسا) میں ہے، کہ وہ تمہاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔

تمیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب اُس نے مرد کا نام لیا تو ہم اس جانور (عورت) سے ڈرے کہ کہیں شیطان نہ ہو۔ تمیم نے کہا کہ پھر ہم دوڑتے ہوئے (یعنی جلدی) دیر میں داخل ہوئے۔ دیکھا تو وہاں ایک بڑے قد کا آدمی ہے کہ ہم نے اتنا بڑا آدمی اور ویسا سخت جکڑا ہوا کبھی نہیں دیکھا۔ اُس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور دونوں زانوں سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے کہا کہ اے کمبخت! تو کیا چیز ہے؟ اُس نے کہا تم میری خبر پر قابو پا گئے ہو (یعنی میرا حال تو تم کو اب معلوم ہو جائے گا)، تم اپنا حال بتاؤ کہ تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہم عرب لوگ ہیں، سمندر میں جہاز میں سوار ہوئے تھے، لیکن جب ہم سوار ہوئے تو سمندر کو جوش میں پایا پھر ایک مہینے کی مدت تک لہر ہم سے کھیلتی رہی، پھر ہم اس جزیرے میں آ لگے تو چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے، پس ہمیں ایک بھاری دم کا اور بہت بالوں والا جانور ملا، ہم اس کے بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا اگلا پچھلا حصہ نہ پہچانتے تھے۔ ہم نے اس سے کہا کہ اے کمبخت! تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں

جاسوس ہوں۔ہم نے کہا کہ جاسوس کیا؟ اس نے کہا کہ اس مرد کے پاس چلو جو دیر میں ہے اور وہ تمہاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔

پس ہم تیری طرف دوڑتے ہوئے آئے اور ہم اس سے ڈرے کہ کہیں بھوت پریت نہ ہو۔ پھر اس مرد نے کہا کہ مجھے بیسان کے نخلستان کی خبر دو۔ہم نے کہا کہ تو اس کا کون سا حال پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کے نخلستان کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ پھلتا ہے؟ ہم نے اس سے کہا کہ ہاں پھلتا ہے۔اس نے کہا کہ خبر دار رہو عنقریب وہ نہ پھلے گا۔اس نے کہا کہ مجھے طبرستان کے دریا کے بارے میں بتلاؤ۔ ہم نے کہا کہ تو اس دریا کا کون سا حال پوچھتا ہے؟ وہ بولا کہ اس میں پانی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس میں بہت پانی ہے۔اُس نے کہا کہ البتہ اس کا پانی عنقریب ختم ہو جائے گا۔پھر اس نے کہا کہ مجھے زغر کے چشمے کے بارے میں خبر دو۔لوگوں نے کہا کہ اس کا کیا حال پوچھتا ہے؟ اس نے کہا کہ اس چشمہ میں پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس پانی سے کھیتی کرتے ہیں؟ ہم نے اس سے کہا کہ ہاں! اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس کے پانی سے کھیتی کرتے ہیں۔

اُس نے کہا کہ مجھے اُمیّین کے پیغمبر کے بارے میں خبر دو کہ وہ کیا رہے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ مکہ سے نکلے ہیں اور مدینہ میں گئے ہیں۔اُس نے کہا کہ کیا عرب کے لوگ ان سے لڑے؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔اس نے کہا کہ اُنہوں نے عربوں کے ساتھ کیا کیا؟ ہم نے کہا کہ وہ اپنے گرد و پیش کے عربوں پر غالب ہوئے اور اُنہوں نے ان کی اطاعت کی۔اس نے کہا کہ یہ بات ہو چکی؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔اس نے کہا کہ خبردار رہو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہے کہ پیغمبر کے تابعدار ہوں۔اور البتہ میں تم

سے اپنا حال کہتا ہوں کہ میں مسیح (دجال) ہوں۔ اور البتہ وہ زمانہ قریب ہے کہ جب مجھے نکلنے کی اجازت ہوگی۔ پس میں نکلوں گا اور سیر کروں گا اور کسی بستی کو نہ چھوڑوں گا جہاں چالیس رات کے اندر نہ جاؤں، سوائے مکہ اور طیبہ کے، کہ وہاں جانا مجھ پر حرام ہے یعنی منع ہے۔ جب میں ان دونوں بستیوں میں سے کسی کے اندر جانا چاہوں گا تو میرے آگے ایک فرشتہ بڑھ آئے گا اور اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی، وہ مجھے وہاں جانے سے روک دے گا اور البتہ اس کے ہر ایک ناکہ پر فرشتے ہوں گے جو اس کی چوکیداری کریں گے۔ (۱۳۷)

حدیث دجال، نخل بیسان

دجال کے بنیادی طور پر سوالات تین ہیں: (۱) بیسان میں واقع کھجوروں کے باغ میں پھل آتے ہیں یا نہیں؟ (۲) طبریہ کی جھیل میں پانی ہے یا نہیں؟ (۳) زغر کے چشمہ سے لوگ کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں یا نہیں؟

یہاں ان تینوں سوالات کے محل وقوع کا ذکر کیا جاتا ہے۔

''بیسان'' فلسطین کے قدیم مقامات میں سے ہے۔ اس کی تاریخ چھ ہزار [۶۰۰۰] سال پرانی ہے۔ کنعانی دور میں اس کا نام ''بیت شان'' تھا۔ عہد قدیم سے یہ تجاری و عسکری مرکز رہا ہے۔ زراعت کے اعتبار سے بھی بہت زرخیز خطہ ہے۔ اس میں کھجور، کپاس وغیرہ کی خوب کاشت ہوتی رہی ہے۔ (۱۳۸)

''نخل بیسان'' کی تشریح میں مفتی ابولبابہ صاحب لکھتے ہیں:

بیسان فلسطین میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مشہور کمانڈر حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ 1924ء میں خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد جب جزیرۃ العرب کے حصے بخرے ہوئے تو یہ اردن کا حصہ تھا۔ مئی 1948ء میں اسرائیل نے بیسان سمیت اردگرد کے علاقے پر قبضہ کرلیا اور تا حال اسرائیل کے قبضہ میں ہے جو دجالی ریاست ہے۔ یہ علاقہ قدیم زمانے سے کھجوروں کے باغات کے لئے مشہور تھا، جس کی تصدیق صحابیِ رسول نے کی...... لیکن اب یہاں پھل نہیں ہوتا۔ مشہور مؤرخ اور سیاح علامہ یاقوت حموی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''معجم البلدان'' میں فرماتے ہیں: میں کئی مرتبہ بیسان گیا ہوں لیکن مجھے وہاں صرف دو پرانے کھجوروں کے باغ ہی نظر آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کے باغ پہلے پھل دیتے تھے 626ھ تک جو علامہ حموی کی تاریخ وفات ہے، ان درختوں نے پھل بند کر دیا تھا۔ (۱۳۹)

حدیث دجال ''بحیرہ طبریہ''

بحیرہ طبریہ کو ''بحر الجلیل'' یا ''بحیرۃ الجلیل'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ فلسطین کے علاقہ ''الجلیل'' میں واقع ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا سمندر ہے جو کہ مقبوضہ فلسطین کے شمال میں القدس سے شمال میں تقریباً ۶۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

مفتی ابولبابہ صاحب لکھتے ہیں:

بحیرۂ طبریہ اسرائیل کے شمال مشرق میں اردن کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس کی لمبائی 23 کلومیٹر، زیادہ سے زیادہ چوڑائی 13 کلومیٹر اور انتہائی گہرائی 157 فٹ ہے۔ اس کا کل رقبہ 166 مربع کلومیٹر ہے۔ اس وقت اس پر اسرائیل کا قبضہ

ہے۔(دجال کون ہے؟ص ۱۸۵)

مصطفیٰ مراد الدباغ نے قزوینی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بحیرہ طبریہ کے درمیان میں ایک کٹاؤ دار چٹان ہے جس کے اوپر ایک اور چٹان چڑھی ہوئی ہے جو دیکھنے والوں کو دور سے نظر آتی ہے۔اس علاقے والوں کا اس کے بارے میں یہ خیال ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر ہے۔(۱۴۰) واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث دجال "چشمہ زغر"

دجال کا ایک سوال "زغر" کے چشمے کے بارے میں تھا۔

زَغر دراصل حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی کا نام ہے۔آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں: "ربہ" اور "زغر"۔ بڑی صاحبزادی کو انتقال کے بعد جس جگہ دفنایا گیا وہاں قریب ہی ایک چشمہ تھا جس کا نام "عین ربہ" پڑ گیا۔

عربی میں چشمے کو "عین" کہتے ہیں، چھوٹی صاحبزادی کے انتقال پر انہیں بھی ایک چشمے کے قریب دفن کیا گیا تو اس کا نام "عین زغر" (زغر کا چشمہ) پڑ گیا- جگہ بھی اسرائیل ہی میں بحر مردار (Dead Sea) کے مشرق میں ہے۔(۱۴۱)

باب لُد، مقتل دجال

دجال کی بربادی کے بارے میں صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ ہیں: فیطلبہ حتیٰ یدرکہ بباب لد فیقتلہ...... پس عیسیٰ (علیہ السلام) دجال کو تلاش کریں، یہاں تک کہ اُسے "باب لُد" (لُد کے دروازے) پر پا لیں گے اور قتل کر دیں گے۔

"مقام لُد" یہ "یافا" سے جنوب مشرق میں اور "الرملہ" سے شمال میں واقع ہے۔

''لد'' کا علاقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فتح ہوا۔''الرملہ'' کی آبادی سے پہلے یہ'' جند فلسطین'' کا مرکز رہا۔(۱۴۲)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفرنامہ (انبیاء کی سرزمین میں 2004ء) میں ''مقام لُد'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اُردن اور شام کے اس سفر میں قدم قدم پر نظر آتا رہا کہ یہ حضرت مہدی کے ظہور اور دجال سے ان کی ہونے والی جنگ کا میدان تیار ہو رہا ہے۔اور اسی جنگ کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے فوراً بعد ان کے ہاتھوں دجال کے قتل اور ساتھ ہی یہودیوں کے قتل عام کا جو واقعہ ہونے والا ہے اس کی تیاری میں خود یہودی ......نادانستہ ہی سہی......پیش پیش ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کافی پہلے ''بخت نصر'' بادشاہ نے جب یہودیوں پر ضرب کاری لگائی تھی تو یہ تتر بتر ہو کر پوری دنیا میں ذلت کے ساتھ بکھر گئے تھے۔اب سے تقریباً ساٹھ سال پہلے تک ان کا یہی حال تھا۔اب ہزاروں سال بعد ان کا پوری دنیا سے کھنچ کھنچ کر فلسطین میں آ کر......دوسرے لفظوں میں اپنے مقتل میں آ کر......جمع ہو جانا یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کا کام آسان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ورنہ بقول حضرت والد ماجد (مفتی محمد شفیع صاحب) رحمہ اللہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو پوری دنیا میں کہاں کہاں تلاش کرتے پھرتے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہودی دجال کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ

اُس کی آمد کے اُسی مقام پر منتظر ہیں، جہاں پہنچ کر اُس کا قتل ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگی خبر کے مطابق مقدر ہو چکا ہے۔ ہمارے ایک میزبان ''حسن یوسف'' یہ اصل باشندے فلسطین کے ہیں۔ وہاں سے ہجرت کر کے تقریباً 25-30 سال سے عمان ہی میں مقیم ہیں۔ اُنہوں نے بتایا کہ اب سے کئی برس پہلے وہ تبلیغ کے سلسلہ میں فلسطین گئے تو وہاں ایک کے ایک شہر ''لُدّ'' بھی جانا ہوا، جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ وہاں ایک بڑا گیٹ دیکھا جو ''بابُ اللُّد'' (لُد کا دروازہ) کہلاتا ہے۔ اس پر اسرائیلی انتظامیہ نے لکھا ہے: ''هنا يخرج ملك السلام'' ''سلامتی کا بادشاہ (دجال) یہاں ظاہر ہوگا۔''

ہمارے ایک اور میزبان جناب علی حسن احمد البیاری جو ''اربد'' (Irbid) کے معروف تاجر ہیں اور تبلیغی کام سے وابستہ ہیں۔ ان کے والد بھی اصل باشندے فلسطین کے تھے، بلکہ خاص شہر ''لُدّ'' ہی کے رہنے والے تھے۔ اُنہوں نے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ 1980ء میں یہ دس روز اپنے آبائی وطن ''لُدّ'' میں جا کر رہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہاں ''باب اللد'' ہی کے مقام پر ایک کنواں ہے۔ یہودی شہری انتظامیہ نے وہاں سے ایک سڑک گزارنے کے لئے اس کنویں کو ختم کرنا چاہا، مگر بلڈوزروں نے اور طرح طرح کی مشینوں سے بھی اس کنویں کو ختم نہ کیا جا سکا۔ مجبوراً سڑک وہاں سے ہٹا کر گزارنی پڑی۔ وہاں اب یہ لکھا ہوا تھا کہ ''هذا مكان تاريخي'' (یعنی یہ ایک تاریخی مکان ہے)۔

علی حسن بیاری نے یہ بھی بتایا کہ ان کے ایک ماموں زاد بھائی ہیں، وہ لُد گئے تھے۔ وہاں اُنہوں نے ایک محل دیکھا جو اسرائیلی انتظامیہ نے اپنے ''ملك السلام''

(سلامتی کے بادشاہ یعنی دجال) کے لئے بنایا ہے۔"(۱۴۳)

"ارضِ قدس" طائفہ منصورہ کا مسکن

آخری زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا۔ اُس پرفتن زمانہ میں رسول مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارض شام، ارض مقدس کی طرف ہجرت کرنے کی ترغیب دی ہے۔ کیونکہ اسی سرزمین سے فتنوں کا قلع قمع ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی سرزمین پر دجال کا خاتمہ فرمائیں گے۔ اہل ایمان یہاں جمع ہوں گے اور یہ سرزمین مسلمانوں کا اہم ٹھکانہ، مضبوط گڑھ اور جہاد کا مرکز ہوگا۔ نیز متعدد احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ "خطہ شام وقدس" طائفہ منصورہ کا مسکن بنا رہے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یزال أهل الغرب ظاهرين على الحق حتى تقوم الساعة۔ (۱۴۴)

شام کی جہت والے لوگ بالاتر رہیں گے، حق پر رہتے ہوئے، یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ اس حدیث میں متعدد محدثین کے ہاں "أهل الغرب" سے مراد اہل الشام ہیں اور بعض روایات میں تو اہل بیت المقدس مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تزال طائفة من أمتي على الدين ظاهرين لعدوهم قاهرين لا يضرهم من خالفهم إلا ما أصابهم من لأواء حتى يأتيهم أمر الله وهم كذلك قالوا: يا رسول الله وأين هم قال: ببيت المقدس وأكناف بيت المقدس۔ (۱۴۵)

ایک روایت میں آتا ہے:

اِذا فسد اهل الشام فلا خير فيكم، لا تزال طائفة من امتى منصورين لا يضرهم من خذلهم حتىٰ تقوم الساعة۔ (۱۴۶)

جب اہل شام فساد کا شکار ہو جائیں تو پھر تم میں کوئی خیر نہیں۔ میری امت میں سے ایک طبقہ نصرت مندر ہے گا، جو لوگ ان کو بے یار و مددگار چھوڑیں گے وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ پائیں گے، یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔

میری امت میں سے کچھ لوگ مسلسل ابواب دمشق اور اس کے اردگرد، ابواب بیت المقدس اور اس کے اردگرد جہاد میں مشغول رہیں گے۔ ملامت کرنے والے ان کا کچھ نہ بگاڑ پائیں گے، وہ حق پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔ (۱۴۷)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ شام و قدس میں جہاد مسلسل جاری رہے گا۔ یہ سرزمین مجاہدین کی قیام گاہ اور اہل ایمان کا مضبوط گڑھ رہے گی۔ اس جگہ ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہے گی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد یافتہ اور پختہ ایمان والوں کی ہوگی۔ یہی لوگ ہوں گے جن کی قیادت حضرت مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

حضرت مہدی "بیت المقدس" میں

علامات قیامت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ظہور مہدی" کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ حضرت مہدی حسنی سادات میں سے ہوں گے۔ ان کا نام نامی محمد یا احمد، والد کا نام عبداللہ والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ جائے پیدائش مدینہ طیبہ، جائے بیعت مکہ مکرمہ اور جائے ہجرت و تدفین بیت المقدس ہوگی۔ عمر مبارک چالیس سال ہوگی کہ

اُمت مسلمہ کے علماء ومشائخ علامات ونشانیاں دیکھ کر اُنہیں پہچان لیں گے اور اُمت کی قیادت کے لئے اُن پر اصرار کریں گے۔ کہیں گے سفیانی لشکر (اس کا تذکرہ آگے آرہا ہے) ہماری تلاش میں نکل پڑا ہے، آپ بیعت کے لئے تیار ہو جائیں۔ اوّل تو وہ ٹالتے رہیں گے لیکن آخرکار حامی بھرلیں گے۔ مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان علماء، مشائخ اور مجاہدین اُن کے ہاتھ پر بیعت جہاد کریں گے۔ آپ کی بیعت کی شہرت سن کر مدینہ منورہ کے مجاہدین مکہ معظّمہ مکرمہ میں جمع ہو جائیں گے۔ شام، عراق اور یمن کے اہل اللہ اور اَبدال سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور بیعت کریں گے۔ ملک شام سے ایک لشکر (بقول بعض محققین کے سفیانی لشکر) ان کا مقابلہ کرنے آئے گا، لیکن یہ مدینہ منورہ کے قریب ''بیداء'' نامی جگہ پر دھنسا دیا جائے گا۔

حضرت مہدی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کریں گے۔ پھر شام روانہ ہوں گے، دمشق پہنچ کر عیسائیوں سے ایک خونریز جنگ ہوگی جس میں بہت سے مسلمان شہید ہو جائیں گے۔ بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوگی۔ حضرت مہدی ملک کا انتظام سنبھال کر قسطنطنیہ فتح کرنے کے لئے عازمِ سفر ہوں گے۔ قسطنطنیہ فتح کر کے حضرت مہدی شام کے لئے روانہ ہوں گے۔ شام پہنچنے کے کچھ ہی عرصے بعد دجال نکل پڑے گا۔ دجال شام اور عراق کے درمیان میں سے نکلے گا اور گھومتا گھومتا دمشق کے قریب پہنچ جائے گا۔

حضرت مہدی دمشق کی جامع مسجد میں فجر کی نماز کے لئے مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے کہ یکایک مینارہ شرقی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ حضرت مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر مصلیٰ سے ہٹ جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

فرمائیں گے کہ آپ ہی نماز پڑھائیں، یہ اقامت آپ کے لئے ہی کہی گئی ہے۔ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگے گا، بالآخر بابِ لُدّ پر پہنچ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کا کام تمام کردیں گے۔

حضرت مہدی اپنے ظہور کے بعد (جو چالیس کی عمر کے لگ بھگ ہوگا) سات سال تک دنیا کی تین بڑی کفریہ طاقتوں (ہندو، عیسائی اور یہودی) میں سے دو کے خلاف جہاد فرمائیں گے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف شاندار فتح حاصل کریں گے۔ اب پیچھے صرف یہودی رہ جائیں گے۔ آٹھویں سال دجال ظاہر ہوگا۔ اسی سال عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ نواں سال دجال کے قتل اور ''شر کے گھر'' اسرائیل کے خاتمے کا ہوگا۔ 49 سال کی عمر میں حضرت مہدی انتقال کر جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھ کر بیت المقدس میں ان کی تدفین فرمائیں گے۔(۱۴۸)

''اندَر''، سفیانی لشکر کا خروج

اُوپر سفیانی لشکر کا تذکرہ ہوا۔ اس کی وضاحت میں مفتی ابولبابہ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت مہدی کے زمانہ میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک طبقہ ہوگا، جو اسلام کا دعوے دار ہونے کے باوجود حضرت کے مخالفین میں سے ہوگا اور اُسے اللہ تعالیٰ ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے دردناک عذاب میں گرفتار کرے گا۔ وہ زندہ جسموں کے ساتھ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔ ان کا سربراہ ''عبداللہ سفیانی'' نامی شخص

ہوگا۔ یہ یہودیوں کا تیار کردہ اسلامی لیڈر ہوگا، جس کو عالمی میڈیا مسلمانوں کے ہیرو اور قائد کے طور پر پیش کرے گا۔ بعض جنگوں میں وہ مغرب کے خلاف فاتحانہ کردار ادا کرے گا، لیکن مسلمانوں کی مقبولیت میں وہ اپنا اصلی روپ ظاہر کرے گا۔ اس کا خروج مغربی شام میں ''اُندَرُ (یا اندرا) '' نامی جگہ سے ہوگا۔ یہ لفظ اصل میں ''عین دور'' ہے یعنی دور کا چشمہ۔ عوام کی زبان میں بگڑ کر "اُندَر" ہوگیا۔ "اُنـدَر" اس وقت اسرائیل کے ضلع الناصرہ کا ایک قصبہ ہے، جس پر اسرائیل نے 24 مئی 1948ء میں قبضہ کرلیا تھا۔ یہ شخص حضرت مہدی کے خلاف صف آرا ہوگا۔ حضرت مہدی فتنہ کے اس سرغنہ کو ایک چٹان پر بکری کی طرح ذبح کردیں گے۔(۱۴۹)

ابو عبداللہ آصف مجید نقشبندی ''ظہور مہدی تک'' میں لکھتے ہیں کہ سفیانی جابر حکمران کی حیثیت سے ظاہر ہوگا۔ شام کے کسی علاقہ میں اس کی حکومت ہوگی، نو ماہ حکومت کرے گا۔ حضرت مہدی کے ظہور کی خبر سن کر یہ ایک لشکر روانہ کرے گا جو مدینہ منورہ میں پہنچ کر لوٹ مار کرے گا اور اہل بیت کو یرغمال بنائے گا، بعدازاں مکہ مکرمہ کی طرف حضرت مہدی کے خلاف جنگ کے لئے روانہ ہوگا، لیکن مقام ''بیداء'' میں دھنسا دیا جائے گا۔(۱۵۰)

فلسطین اور ارض ہند

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں آخری زمانہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے ساتھ سرزمین ہند کے مجاہدین کا بھی ایک خاص تعلق اور

نسبت ہے۔ اسی لئے یہاں ''فلسطین اور ارض ہند'' کے اس ربط و تعلق کے بارے میں کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

سرزمین ہند جغرافیائی اعتبار سے ارض قدس و عرب سے بہت دور سہی، مگر مذہبی، تجارتی اور ثقافتی لحاظ سے اس کا تعلق ارض قدس اور عربوں سے صدیوں پرانا ہے۔ شروع کے صفحات میں گزرا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ارض ہند میں اُترے اور پھر مختلف اسفار میں وہ حجاز و ارض قدس آتے جاتے رہے ہیں۔ ارض قدس میں ان کی متعدد یادگار ابھی بھی موجود ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پایہ تخت بیت المقدس تھا۔ وہاں سے ان کی ارض ہند میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ہند میں ایک طویل پہاڑی سلسلہ ''کوہ سلیمان'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔ ابن بطوطہ نے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ''کوہ سلیمان'' پر چڑھے اور انہوں نے ارض ہند کی طرف دیکھا۔

آبادی و ضروریات میں اضافہ کے ساتھ انسان کے اسفار و مشاغل کا سلسلہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ ہند کے تاجر عرب میں اور عرب تاجروں کے قافلے سندو ہند میں آتے جاتے رہے ہیں۔ یہ آٹھویں صدی عیسوی کی بات ہے کہ عرب قافلہ کی ایک خاتون کی دادرسی کے لیے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ کی زیر قیادت عرب مجاہدین کا ایک لشکر سندھ کے ساحل پر اس ظالم راجہ کو سبق سکھانے کے لیے پہنچا۔ اس جہادی لشکر میں شریک مجاہدین کی ایک بڑی تعداد کا تعلق فلسطین کے شہر ''اریحا'' سے تھا۔ ان کی تعداد کم و بیش چھ ہزار [۶۰۰۰] بتائی ہے۔ ان میں سے بہت لوگ پھر ہندوستان ہی میں رہ بس گئے اور انہی کی نسل ''اریحا'' کی نسبت سے یہ لوگ ارائیں کہلائے۔ (۱۵۱)

ہند کی تحریک آزادی کے قائد مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک ارض قدس میں ہے۔آپ جنوری 1931ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے انگلستان گئے۔ یہاں آپ نے آزادیء وطن (آزادیء ہندوستان) کا مطالبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم انگریز میرے ملک کو آزاد نہ کرو گے تو میں واپس نہیں جاؤں گا اور تمہیں میری قبر بھی یہیں بنانا ہوگی۔اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے لندن میں انتقال فرمایا۔مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی کی خواہش پر ان کی تدفین ارض مقدس میں کی گئی۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کے پیچھے مفتی اعظم کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو مذہبی بنیاد پر فلسطین کے ساتھ منسلک کیا جائے۔جس طرح ہندوستان کے مسلمان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے محبت کرتے ہیں، ویسی ہی محبت وہ بیت المقدس سے کریں۔ بیت المقدس جو قبلہ اوّل اور پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کی منزل اوّل ہونے کے علاوہ برگزیدہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام اور بے شمار اولیاء مقبولین کی قبروں کا مسکن تھا۔

یہ تمام شواہد وواقعات فلسطین وہند کے اُس ربط وتعلق کی تمہید ہیں جن کی طرف رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے اعتبار پیش گوئی فرمائی ہے۔حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کا ایک بادشاہ ہندوستان کی طرف ایک لشکر روانہ کرے گا، وہ اس کو فتح کریں گے پس مجاہدین ہند کی سرزمین کو پامال کر ڈالیں گے اس کے خزانوں پر قبضہ کرلیں گے پھر وہ بادشاہ اُن خزانوں کو بیت المال کی تزئین کے لیے استعمال کرے گا۔ وہ لشکر ہندوستان کے بادشاہوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر اس بادشاہ کے روبرو پیش کریگا اور وہ لشکر مشرق و

مغرب کے درمیان کا سارا علاقہ فتح کرلیں گے اور دجال کے خروج تک ہندوستان میں قیام کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے: اللہ رب العزت میری امت کے دو گروہوں کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا (یعنی وہ عذاب جہنم سے محفوظ رہیں گے اور جنتی ہوں گے) ان میں سے ایک ہندوستان میں جہاد کرے اور دوسرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ہوگا۔(۱۵۲)

ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ایک جماعت ہندوستان کے ساتھ جنگ کرے گی۔ اُسے اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ یہ فاتحین (مجاہدین) اہلِ ہند کے حکمرانوں کو زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کو مغفرت کا تمغہ عطا فرمائیں گے۔ اس (جہاد ہند) سے مسلمان فارغ ہوں گے اور (مشرق وسطیٰ کی جانب یہودی فتنہ کی سرکوبی کے لئے پہنچیں گے تو) شام میں مسیح علیہ السلام کو پائیں گے۔(۱۵۳)

ایک روایت میں ہے کہ ایک جماعت ہندوستان میں جہاد کرے گی اور اس کو فتح نصیب ہوگی اور جب وہ مال غنیمت لے کر واپس لوٹے گی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ملک شام میں نزول ہو چکا ہوگا۔ جب وہ واپس لوٹیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شام میں پائیں گے۔(۱۵۴)

مفتی ابولبابہ شاہ منصور زید مجدہم لکھتے ہیں:

''ان احادیث میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ آخر زمانہ میں اللہ رب العزت

پاکستان (وافغانستان) اور فلسطین کے مسلمانوں سے جہاد اور نصرتِ اسلام کے حوالے سے اہم کام لے گا اور اُن کے دشمنوں، برصغیر میں ہنود اور مشرق وسطیٰ میں یہود کو اُن کے ہاتھوں عبرتناک انجام سے دوچار کرے گا۔" (۱۵۵)

فلسطین میں "دجال اور یہود" کی بربادی

دجال اور یہودی دونوں کا خاتمہ فلسطین القدس میں ہوگا۔ گویا کہ دجال اور یہودی ایک دوسرے سے لازم ملزوم ہیں۔ "یہودی" دجال کے فوجی اور سپاہی ہوں گے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے دجال کے بارے میں مذکور احادیث طیبہ کا خلاصہ ذکر کیا ہے، ہم اُس کا کچھ حصہ یہاں بیان کرتے ہیں:

(دجال کا حلیہ) رنگ سرخ، جسم بھاری بھرکم، قد پستہ، سر کے بال نہایت خمیدہ الجھے ہوئے، ایک آنکھ بالکل سپاٹ، دوسری عیب دار، پیشانی پر ك، ف، ر یعنی کافر کا لفظ لکھا ہوگا جسے پڑھا لکھا اور اَن پڑھ ہر مؤمن پڑھ سکے گا۔ پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر ترقی کر کے خدائی کا مدعی ہوگا۔ اس کا ابتدائی خروج اصفہان خراسان سے ہوگا اور عراق وشام کے درمیان راستہ میں اعلانیہ دعوت دے گا۔ گدھے پر سوار ہوگا، ستر ہزار [۷۰۰۰۰] یہودی اس کی فوج میں ہوں گے۔ آندھی کی طرح چلے گا اور مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کے علاوہ ساری زمین میں گھومے پھرے گا۔ مدینہ میں جانے کی غرض سے اُحد پہاڑ کے پیچھے ڈیرہ ڈالے گا، مگر خدا کے فرشتے اُسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں سے ملک شام کا رخ کرے گا اور وہاں جا کر ہلاک ہوگا۔

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے مقابلہ کے لئے نکلیں گے تو) آپ کے ہاتھ میں اس وقت ایک چھوٹا سا نیزہ ہوگا۔ دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ آپ اس سے فرمائیں گے کہ: اللہ تعالیٰ نے میری ایک ضرب تیرے لیے لکھ رکھی ہے، جس سے تو بچ نہیں سکتا! دجال بھاگنے لگے گا، مگر آپ ''بابِ لُدّ'' کے پاس اُس کو پالیں گے اور نیزے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اُس کا نیزے پر لگا ہوا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔ اس وقت اہل اسلام اور دجال کی فوج میں مقابلہ ہوگا۔ دجالی فوج تہہ تیغ ہو جائے گی اور شجر و حجر پکار اُٹھیں گے کہ: اے مؤمن! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اُس کو قتل کر۔ (۱۵۶)

غرقد کا درخت، یہود کی بربادی

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (قیامت کی نشانیاں اور یہودی بربادی کی علامات بتاتے ہوئے) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت اُس وقت تک نہیں آئے گی جب تک مسلمانوں کی یہود سے جنگ نہ ہو جائے۔ پھر مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے یہاں تک کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپتے پھریں گے اور وہ پتھر یا درخت کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آ، اسے قتل کر دے، سوائے غرقد کے درخت کے (وہ چھپے ہوئے یہودی کے بارے میں نہیں بتائے گا) کیوں کہ وہ یہود کا درخت ہے۔ (۱۵۷)

حافظ عبدالاعلیٰ درانی لکھتے ہیں:

''یہودیوں کے ہاں ''غرقد'' کے پھل کو آج کل (Holly fruits) مقدس

پھل کے نام سے جانا جاتا ہے۔ غرقد ایک کانٹے دار جنگلی خودرو جھاڑی ہے۔ اس کی اُونچائی چار سے چھ فٹ تک ہوتی ہے۔ اسے عربی میں عسوتج۔ انگریزی میں Bosthron اور یونانی میں Lycium کہا جاتا ہے۔ اس کی ستر [۷۰] کے قریب اقسام ہیں۔ ان میں سے Lycium نامی قسم متحدہ عرب امارات میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ عہد نبوی میں یہی قسم مدینہ اور اطراف مدینہ میں بکثرت موجود تھی، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُکھڑوا دیا تھا۔ سعودی حکومت اب بھی اس کا پتہ چلنے پر فوراً ختم کروا دیتی ہے۔ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کا اصل نام بقیع الغرقد اسی لیے تھا کہ جس جگہ یہ قبرستان ہے، پہلے غرقد کی جھاڑیوں سے بھرا ہوا جنگل تھا۔

قوم یہود عذاب الٰہی سے ڈرنے کی بجائے اُسے پانے کے لیے ہمیشہ مستعد رہی ہے۔ اسی غلیظ سوچ کا نتیجہ ہے کہ وہ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیش نظر اس درخت کی کاشت میں لگے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کو تحفہ میں دیتے ہیں۔ پچھلے چالیس سالوں میں ایک اندازے کے مطابق (سال 2010 تک) 30 کروڑ درخت لگا چکے ہیں۔ اسرائیل میں چلنے والی ٹرینوں کے اطراف تقریباً 30 سے 40 کلومیٹر تک لائن پٹڑی کے دائیں بائیں صرف غرقد ہی لگے ہوئے ہیں۔ جافا جہاں دجال نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہونا ہے وہ ابھی سے غرقد کا جنگل لگنے لگا ہے۔ ہم جب یافا پہنچے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھوں دجال کے قتل کی جگہ کو دیکھا۔ اللہ سے من جمیع السیئات سے پناہ مانگی۔'' (۱۵۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تمنا اور وصیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ کو منسوخ فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں دجال کو ہلاک فرمائیں گے۔ اللہ کے دین کا بول بالا ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیا تم مجھے نہیں دیکھتے ہو کہ میں بالکل بوڑھا ہو چکا ہوں؟ میری ہنسلی کی ہڈیاں بڑھاپے کے سبب مل جانے کے قریب ہیں۔ میری یہ تمنا ہے کہ میری موت اس وقت تک نہ آئے جب تک کہ میں آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے مل نہ لوں اور میں ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سناؤں اور آپ میری تصدیق کریں۔ اگر میں آپ کی ملاقات سے پہلے مر جاؤں اور تمہاری ان کے ملاقات ہو جائے تو آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو میرا سلام عرض کرنا۔" (۱۵۹)

یاجوج ماجوج ارض قدس میں

دجال کے خاتمہ کے بعد یاجوج ماجوج کا زمانہ آئے گا۔ یہ بھی ارض قدس فلسطین میں آئیں گے۔ نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کی ایک طویل روایت ہے، جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو ڈھونڈیں گے یہاں تک کہ اسے باب لد کے پاس پالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ جتنا چاہے گا عیسیٰ علیہ السلام ٹھہریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس وحی بھیجے گا کہ میرے

بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ، اس لیے کہ میں نے کچھ ایسے بندے اُتارے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں تاب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ویسے ہی ہوں گے جیسا اللہ تعالیٰ نے کہا ہے:"وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ" (ہر بلندی سے پھیل پڑیں گے) ان کا پہلا گروہ "بحیرہ طبریہ" سے گزرے گا اور اس کا تمام پانی پی جائے گا۔ پھر اس سے ان کا دوسرا گروہ گزرے گا تو کہے گا: اس میں کبھی پانی تھا ہی نہیں۔ پھر وہ لوگ چلتے رہیں گے یہاں تک کہ جبل بیت المقدس تک پہنچیں گے تو کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا اب آؤ آسمان والوں کو قتل کریں۔ چنانچہ وہ لوگ آسمان کی طرف اپنے تیر چلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان تیروں کو خون سے سرخ کر کے ان کے پاس واپس کر دے گا۔(۱۶۰)

اسی روایت میں آگے الفاظ ہیں کہ: اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا، جس سے وہ سب دفعتاً ایک جان کی طرح مرجائیں گے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فلسطین سے ارض حجاز

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قتل یہود ودجال کے بعد فلسطین سے مکہ مکرمہ جائیں گے اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کریں گے۔ روضہ اقدس پر حاضری دیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ بات بیان فرمائی: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فج روحاء کے مقام سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے۔(۱۶۱)(۱۶۱)

بندوں کوطور کی طرف لے جاو، اس لیے کہ میں نے کچھ ایسے بندے اُتارے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں تاب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ویسے ہی ہوں گے جیسا اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: "وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ" (ہر بلندی سے پھیل پڑیں گے) ان کا پہلا گروہ " بحیرہ طبریہ" سے گزرے گا اور اس کا تمام پانی پی جائے گا۔ پھر اس سے ان کا دوسرا گروہ گزرے گا تو کہے گا: اس میں کبھی پانی تھا ہی نہیں۔ پھر وہ لوگ چلتے رہیں گے یہاں تک کہ جبل بیت المقدس تک پہنچیں گے تو کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا اب آؤ آسمان والوں کو قتل کریں۔ چنانچہ وہ لوگ آسمان کی طرف اپنے تیر چلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان تیروں کو خون سے سرخ کر کے ان کے پاس واپس کر دے گا۔ (۱۶۰)

اسی روایت میں آگے الفاظ ہیں کہ: اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا، جس سے وہ سب دفعتاً ایک جان کی طرح مر جائیں گے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فلسطین سے ارض حجاز

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قتل یہود و دجال کے بعد فلسطین سے مکہ مکرمہ جائیں گے اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کریں گے۔ روضہ اقدس پر حاضری دیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ بات بیان فرمائی: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فج روحاء کے مقام سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے۔ (۱۶۱) (۱۶۱)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم، عادل اور امام منصف کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ فج روحاء سے حج یا عمرہ کا احرام باندھیں گے اور (روضہ اطہر پر) مجھے سلام کہیں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ (۱۶۲)

یہ بھی روایات میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح کریں گے۔ آپ کی شادی سیدنا شعیب علیہ السلام کے خاندان کی ایک خاتون سے ہوگی اور صاحب اولاد بھی ہوں گے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، روضہ مبارکہ میں تدفین

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہوگا تو کہاں تدفین ہوگی؟

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا انتقال ہوگا اور آپ کو میرے پاس (یعنی میرے مقبرہ میں) دفن کیا جائے گا۔ پس میں اور حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) قیامت کے دن ایک جگہ سے اُٹھیں گے اور ہمارے دائیں بائیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) ہوں گے۔ (۱۶۳)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے یہ خیال ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی تو کیا آپ مجھے اِس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے برابر میں دفن ہو جاؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ جگہ تمہیں کیسے مل سکتی ہے؟ وہاں تو میری، ابوبکر کی، عمر کی اور عیسیٰ ابن مریم کی قبر کے علاوہ کسی کی جگہ نہیں ہے۔ (۱۶۴)

متعدد اہل سیر نے لکھا ہے کہ حجرہ مبارکہ کی زیارت کرنے والوں کا قول ہے کہ حجرہ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اور وہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن ہے۔ نکاح ،شادی، حج وعمرہ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی۔

اس کے ایک سو بیس سال بعد قیامت آجائے گی۔ یہ ایک سو بیس سال نہایت تیزی سے گزر جائیں گے، حتیٰ کہ سال مہینہ کے برابر، مہینہ ہفتہ کے، ہفتہ ایک دن کے اور ایک دن ایک گھنٹہ کے برابر معلوم ہوگا۔ (١٦٥)

باب سوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فلسطین میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اشتیاق ''القدس''

جب ارض قدس رُومیوں سے آزاد ہو کر اہل ایمان کو عطا ہونے کا وقت آ گیا تو تکوینی طور پر اس کے اسباب پیدا ہو گئے ۔قرآن کریم کی آیات وقتاً فوقتاً ارض مقدسہ کے بعض احوال سے متعلق نازل ہونے لگیں ۔رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بھی ارض مقدس کا ذکر ،فضائل وواقعات بیان ہونے لگے ۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ارض قدس کا اس قدر شدت سے اشتیاق ہونے لگا کہ کوئی صحابی نذر مان رہا ہے کہ کعبہ فتح ہوا تو میں بیت المقدس جاؤں گا۔کسی نے بیماری سے شفایابی ہونے پر تہیہ کر لیا کہ مسجد اقصیٰ کی زیارت کرنے جائیں گے۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں ارض قدس کی سیر کرائی گئی اور کچھ عرصہ تک القدس کو نماز کے لئے قبلہ بنایا گیا،تو یہ رغبت وشوق مزید عروج پر پہنچا۔ رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل ایمان کا یوں جوش خروش دیکھا تو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مختلف معرکوں میں ارض قدس کی سمت بھیجنے لگے ۔یوں فتح القدس کے مراحل آہستہ آہستہ طے ہوتے رہے۔آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں وہ وقت فتح آ پہنچا۔مسلمانوں نے بیت المقدس شہر کا محاصرہ کیا۔ سبحان اللہ! عجیب مناظر تھے،اصحاب رضی اللہ عنہم کی خوشی کی کیفیات کیا تھیں؟ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے منظر کشی کی ہے:

مسلمان مجاہدین بیت المقدس کی فتح کے لئے اتنے شائق تھے کہ یہ رات اُنہوں نے اس انتظار کے ساتھ کاٹی جیسا کہ کوئی شخص آنے والے کے انتظار میں بسر کیا کرتا

ہے۔ ہر سردار یہی چاہتا تھا اور ہر ایک کی یہی تمنا تھی کہ اس کی فتح کا اعزاز مجھے ملے اور میں ہی سب سے پہلے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھوں اور آثار انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت کروں ۔ آخر خدا خدا کر کے سفیدہ صبح نے جلوہ ریزی کی ۔ مسلمانوں نے خدائے بزرگ و برتر کے نغمے گائے ۔ مسلمان جوق در جوق اپنے پروردگار اور معبود حقیقی و یکتا کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کے لئے بڑھے ۔ ہر امیر نے اپنی اپنی فوج کو اللہ عز وجل کے سامنے لا کھڑا کیا اور صف بندی کے بعد خدائی مرکز کے چاروں طرف امام کی زبانوں سے قرآن شریف کی تلاوت ہونے لگی ۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے امامت کراتے ہوئے یہ آیات پڑھیں:

يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ

اے قوم ! ارض مقدس میں جو تمہارے لئے اللہ پاک نے لکھ دی ہے، داخل ہو جاؤ اور پیٹھ دے کر الٹے پاؤں نہ پھرو ورنہ خسارے میں پڑ جاؤ گے۔(۱)

اصحاب محمد ﷺ فلسطین کی طرف

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جہادی وعسکری میدان میں اُسی منصوبہ بندی کو برقرار رکھا، جس کی شروعات رسول مجاہد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں ۔ جن علاقوں کی طرف رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں سرایا تشکیل دیئے، خلیفہ اوّل نے ان علاقوں کو اپنے لشکروں کا خصوصی مرکز وہدف بنایا۔ انہی کے عہد خلافت میں شام وقدس کی طرف مجاہدین کے قافلے نکلے ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تشکیل فرمائی اور اُنہیں ''ایلہ'' (بیت المقدس، فلسطین، شام) کی سمت روانہ فرمایا۔عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں مدینہ منورہ سے تین ہزار مجاہدین کا لشکر نکلا، جن میں بہت سے مہاجرین وانصار تھے۔(۲)

فلسطین کے فاتحین میں تین بڑے نام زیادہ مشہور ہیں: عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، (شہید فلسطین) شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، ان کو شمال فلسطین کا فاتح کہا جاتا ہے۔فلسطین کے شمالی حصہ کے علاقے ان کی قیادت میں فتح ہوئے۔ اس کے علاوہ فلسطین کے چھوٹے بڑے علاقوں کی طرف متعدد چھوٹے بڑے جہادی دستے بھی تشکیل دیئے گئے۔جوان کی قیادت میں فتح ہوئے۔ ڈاکٹر اسامہ جمعہ الاشقر نے ''موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین'' میں فلسطین کے مختلف معرکوں میں فاتحین کی تعداد چھتیس [۳۶] لکھی ہے۔

اسی طرح اردن، شام وعراق کے مختلف علاقے بھی مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قیادت میں فتح ہوئے۔خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ شام کی فتوحات بالخصوص فتح قدس کے بڑے محرک، داعی اور مشتاق تھے۔اُنہوں نے مشہور اسلامی کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا:

مجاہدین کو جلدی شام کی طرف بھیجو۔واللہ! بیت المقدس کی ایک بستی، اللہ تعالیٰ فتح کروادے وہ میرے نزدیک عراق کے ایک بڑے علاقہ کی فتح سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(۳)

فتح بیت المقدس

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے ہی مسلمان شام و فلسطین کے محاذوں پر پہنچ چکے تھے اور مختلف علاقوں میں مصروف جہاد تھے۔ان تمام علاقوں کے سپہ سالار اوّل حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، جنہیں ''فاتح شام'' کہا جاتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہونے تک شام کے متعدد علاقے فتح ہو چکے تھے۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شام میں مختلف محاذ قائم کئے ہوئے تھے۔ بیت المقدس کے قرب و جوار کا علاقہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں تھا۔حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کمالِ مہارت کے ساتھ بیت المقدس کے قرب وجوار کے علاقے غزہ ،سبط، نابلس ،لد، عمواس ،جبرین ،یافا وغیرہ مختلف سالاروں کی قیادت میں فتح کر کے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا۔رومی عیسائی بھی دلیری سے شہر کا دفاع کرنے لگے۔چونکہ بیت المقدس کا معرکہ نہایت نازک تھا اور مقدس بھی۔لہٰذا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شام کے کئی اہم اضلاع کی فتح سے فراغت کے بعد بیت المقدس کا رُخ کیا۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کے ساتھ بیت المقدس پہنچے تو عیسائیوں کی ہمت جواب دے گئی۔اُنہوں نے صلح کی درخواست کی۔

متعدد مؤرخین نے لکھا ہے کہ عیسائی پادریوں نے اپنے سپہ سالار ارطبون کو بتایا کہ ہماری کتابیں بتاتی ہیں کہ مسلمانوں کے امیر اس شہر کو ضرور فتح کریں گے۔لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ صلح کر لی جائے۔اِسی وجہ سے عیسائیوں نے صلح کے لئے شرط لگائی کہ مسلمانوں کے امیر اگر خود ہمارے ساتھ صلح کریں گے تو ہم بغیر لڑائی کے شہر اُن

کے حوالے کر دیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ خط لکھا اور صورتحال بتائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشاروت کی۔ بعد ازاں بیت المقدس روانہ ہو گئے۔ جابیہ کے مقام پر فاتح شام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور دیگر کمانڈروں نے امیر المومنین کا استقبال کیا۔ بعد ازاں نشانیاں اور علامات دیکھ کر عیسائیوں نے بیت المقدس کی چابیاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔

متعدد مورخین کے مطابق ''جابیہ'' کے مقام پر ''فتح بیت المقدس'' کا عہد نامہ لکھا گیا۔ اس عہد نامہ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ ''ایلیا'' یعنی بیت المقدس میں صرف رومی (عیسائی) رہ سکیں گے جو جزیہ ادا کریں گے۔ کسی یہودی کو بیت المقدس میں رہنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی کسی یونانی کو۔

بیت المقدس کے لوگوں نے جزیہ ادا کر کے شہر کے دروازے کھول دیے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ پیدل بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ مسجد اقصیٰ پہنچے۔ بعد میں وہاں صخرہ مقدسہ کو صاف کروایا اور وہاں مسجد کی بنیاد رکھی، جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔ (۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فلسطین کو نظام کے تحت لانے کے لئے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کا عامل علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ کو بنایا، اُنہیں القدس میں ٹھہرایا اور علقمہ بن حکیم الکنعانی کو بقیہ آدھے کا والی بنایا اور اُنہیں ''اللد (رملہ)'' میں ٹھہرایا۔ (۵)

فلسطین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مسکن

فتح بیت المقدس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نے القدس کا رُخ کیا۔ متعدد اصحاب رضی اللہ عنہم نے القدس کو اپنا مسکن بنالیا اور اسی بقعہ کے پیوند خاک ہوئے۔ کچھ اصحاب رضی اللہ عنہم ایسے بھی تھے جو فلسطین کے باشندے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں ان کے علاقے بطور جاگیر تحریر کر کے دے دیے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو تعلیم وتدریس کے حلقے قائم کرنے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم یہاں مقرر کیے گئے۔ مختلف اوقات میں آنے جانے والے اصحاب رضی اللہ عنہم کی تو ایک بڑی تعداد ہے، جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ یوں القدس اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ بن گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار و نقوش ''فلسطین القدس'' کا اعزاز بن گئے۔

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فلسطین میں تشریف لائے، فتوحات و جہاد میں شریک ہوئے، یا یہاں آ کر زیارت کر کے واپس چلے گئے، ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شمار تو کافی تفصیل طلب ہے۔ اس باب میں صرف اُن چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جنہوں نے فلسطین میں سکونت اختیار فرمائی۔ ڈاکٹر اسامہ جمعہ الاشقر نے ''موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین'' میں ایک عنوان ''من نزل فلسطین من الصحابۃ'' قائم کیا ہے۔ اس عنوان کے تحت اُنہوں نے اُن اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے، جنہوں نے فلسطین کو اپنا مسکن بنایا، ان کی تعداد ایک سو بیاسی [۱۸۲] ہے۔ اُن میں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ ہیں:

فلسطین کے پہلے قاضی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے دو[۲] جلیل القدر انصاری صحابہ یہاں قیام پذیر ہوئے: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (وفات ۳۴ھ) اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فلسطین میں اسلامی تاریخ کے پہلے قاضی بھی تھے۔ ان حضرات نے یہاں تعلیم وتدریس میں زندگی گزاری۔ یہیں کی مبارک مٹی میں مدفون ہوئے۔ ان کے مزارات مسجد اقصیٰ کی مشرقی دیوار کے پاس باب الرحمت نامی مقبرے میں ہیں۔(۶)

مقبرۃ باب الرحمت یہ فتح عمر رضی اللہ عنہ، فتح اسلامی کے وقت کا مقبرہ ہے، اس میں متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبور ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے بھی بیت المقدس میں سکونت اختیار فرمائی، البتہ ان کا انتقال رملہ میں ہوا۔(۷)

مقبرۃ باب الرحمت کے باسی

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہیں علم اور حلم دونوں کا مجمع البحرین کہا جاتا تھا۔ علم وفضل کے مرجع خاص تھے۔ لوگ دور دور سے اُن سے احادیث سننے اور تحصیل علم کے لئے خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ باب دوم میں گزرا ہے کہ اُنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کے طور پر فرمایا تھا کہ تم اور تمہاری اولاد بیت المقدس میں امام ہوگی۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوئی اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اہل قدس کے امام، استاد ومعلم بنے۔

بیت المقدس سولہ [۱٦] ھ میں فتح ہوا۔ اُنہوں نے بیت المقدس میں سکونت اختیار فرمائی۔ مشہور قول کے مطابق ۵۸ ھ میں وفات پائی اور مقبرہ باب الرحمت کے پاس بنے۔ مقبرہ میں ان کی قبر معروف ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر بیت المقدس، سفر معراج والی حدیث کے راوی ہیں اور ان کی زندگی کا ایک بڑا حصہ بیت المقدس میں گزرا۔

فلسطین کی زینت، سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ

باب دوم میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ گزرا ہے۔ یہ بڑے زاہد صحابی تھے۔ رات نوافل میں گزارتے۔ ایک بار اس ایک آیت کی تلاوت کرتے کرتے صبح ہوگئی:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ .

ان کی اولاد الخلیل، نابلس، بئر السبع اور الکرک وغیرہ میں موجود ہیں۔ ان کی قبر بیت جبرین کے شمال میں موجود ہے۔ ان کا علاقہ بیت جبرین تھا۔ یہ بیت المقدس سے ۵۸ کلو میٹر اور "الخلیل" سے ۲٦ کلو میٹر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ایام میں اس علاقہ کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر نے فتح کیا۔ بیت جبرین (بستی "بریر") میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ قبر کے کتبہ پر یہ لکھا ہوا ہے: مات سنة اربعين، یعنی چالیس [۴۰] ھ میں انتقال فرمایا۔ (۸)

''دکتور عبدالفتاح محمد العویسی'' لکھتے ہیں کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کا کتبہ برطانوی قبضہ کے زمانہ تک موجود رہا۔ بعد میں یہودیوں نے اُسے غائب کر دیا۔(۹)

بیت جبرین میں مدفون صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جبرین میں وفات پائی، جن کے نام یہ ہیں:

✦ ......حضرت بریر رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی (ماں شریک بھائی) تھے۔ وہ بھی صحابی ہیں۔ فلسطین میں ان کا قیام تھا۔ ان کا انتقال ''بیت جبرین'' میں ہوا۔(۱۰)

✦ ......حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے ایک غلام ''ابو کثیر'' رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق یہ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس سمندری سفر میں بھی تھے، جہاں ان لوگوں کی دجال سے ملاقات ہوئی۔(۱۱)

✦ ......سوید بن زید الجذامی رضی اللہ عنہ، یہ رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے معرکہ میں قید ہوئے تھے۔ (معرکہ کا تذکرہ باب دوم میں گزرا ہے) رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر دیا۔ ان کا انتقال بھی بیت جبرین میں ہوا۔(۱۲)

✦ ......ابورویحہ الخثعمی رضی اللہ عنہ، انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی بنایا تھا۔ ''بیت جبرین'' میں ان کا انتقال ہوا۔(۱۳)

✦......انیف بن ملہ الجذ امی رضی اللہ عنہ،ان کے بارے میں آتا ہے کہ جذام قبیلہ کے اُس وفد میں شریک تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا۔ یہ رملہ میں رہتے تھے۔انتقال بیت جبرین میں ہوا۔(۱۴)

✦......برذع بن زید الجذ امی رضی اللہ عنہ کا انتقال بیت جبرین میں ہوا۔(۱۵)

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

سیدنا واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ تبوک سے پہلے اسلام لائے اور غزوہ تبوک میں شریک ہوئے۔ یہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔شام کی فتوحات میں بھی شریک رہے۔ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ دمشق میں رہے اور وہیں انتقال فرمایا۔دوسرا قول یہ ہے کہ دمشق میں رہنے کے بعد پھر بیت القدس تشریف لائے۔ بیت جبرین کو اپنا مسکن بنایا۔ان کی قبر کے بارے میں بیت جبرین کے لوگوں کو علم نہیں ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا انتقال بیت المقدس میں ہوا۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی چار صاحبزادیاں تھیں،جن کے نام اسماء، جمیلہ،حصیلہ،فسیلہ رضی اللہ عنہن ہیں۔یہ چاروں بلند پایہ اور ثقہ محدثہ ہیں،عباد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر متعدد جلیل القدر محدثین نے اُن سے روایات لی ہیں۔(۱۶)

رملہ،مقبرہ الجامع الابیض،مقبرۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

قوم ثمود کا علاقہ''الحجر''تھا،جو''مدائن صالح''کے نام سے آج کل سعودی حکومت کی حدود میں ہے۔اس قوم پر عذاب آیا تھا اور قوم ثمود کے لوگ ہلاک و برباد ہو گئے۔حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے ایک سو بیس مسلمانوں

نے کہاں سکونت اختیار کی؟ تفسیر خازن کے مصنف نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ لوگ مدائن صالح سے ہجرت کر کے فلسطین کے علاقہ رملہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضر موت میں اور ایک قول یہ ہے مکہ مکرمہ میں جا کر مقیم ہوئے۔

''الرملۃ'' القدس سے شمال مغرب میں ۲۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔اس کی جدید آبادی اور تعمیر مشہور اموی بادشاہ ''سلیمان بن عبدالملک'' کی ہے۔انہوں نے ایک شاندار مسجد بھی تعمیر کرائی جو ''الجامع الابیض'' سے معروف ہے۔یہاں ان کا ایک محل بھی تھا۔الجامع الابیض میں ایک قبر ہے جو حضرت صالح علیہ السلام کی طرف منسوب ہے۔واللہ اعلم

یہاں کے مقامی مسلمان بتاتے ہیں کہ مقبرۃ الجامع الابیض میں چالیس صحابہ رضی اللہ عنہم مدفون ہیں اور اس بات کا امکان بھی موجود ہے، کیونکہ ''رملہ'' کا علاقہ عربی لشکروں کا مرکز تھا۔تو ممکن ہے کہ یہاں معرکہ اجنادین کے شہداء اور طاعون عمواس میں وفات پانے والے شہداء مجاہدین کی تدفین ہوئی ہو۔پھر جب شہر رملہ کی آبادی اور تعمیر ہوئی تو مسجد بھی اس مقبرہ کے قریب بنائی گئی ہو۔

''الرملۃ'' میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی قبر بھی معروف ہے۔یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تدفین میں بھی شریک تھے۔وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شام میں جہاد کے لئے نکلے۔ایک قول کے مطابق معرکہ اجنادین میں شہید ہوئے اور دوسرے قول کے مطابق طاعون عمواس میں وفات پائی۔(۱۷)

ربوۃ (رملہ) مقبرۃ اقرع العکی رضی اللہ عنہ

باب دوم میں گزرا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اقرع بن شفی العکی رضی اللہ عنہ" سے فرمایا تھا: تم زندہ رہو گے اور ارض شام ہجرت کرو گے اور تمہاری موت فلسطین کے علاقہ "ربوۃ" میں آئے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں "رملہ" میں ان کا انتقال ہوا۔ رملہ کے مقبرہ میں ان کی تدفین ہوئی۔ "اردن" میں ان کے قبیلہ "عک" میں جب کسی شخص کا انتقال ہوتا تھا اور مقبرہ تک پہنچنے کی کوئی صورت بنتی تھی تو وہ اُس میت کو اسی مقبرہ میں لے آتے اور اسے "اقرع العکی" رضی اللہ عنہ کے قریب دفن کرتے۔(۱۸)

معرکہ اجنادین ومقبرۃ الشہداء

فلسطین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معرکوں میں سے "معرکہ اجنادین" ایک سخت معرکہ ہے۔ خونریز لڑائی کے بعد مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ فتح کی خوشخبری امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اُس وقت ملی جب اُن کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔ فلسطین کے ضلع "الخلیل" میں "زکریا" شہر کے قریب اس کا محل وقوع ہے۔ اسی شہر میں جنابا الفوقا کے قریب "الصالحی" مقام پر جو مقبرہ ہے، اس میں اجنادین معرکہ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی قبور ہیں۔

اس معرکہ میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: عمرو بن سعید بن العاص، اَبان بن سعید بن العاص، خالد بن سعید بن العاص، طفیل بن عمرو الدوسی، ضرار بن الأزور الأسدی (یا ضرار بن الخطاب)، عکرمۃ بن اَبی

جہل، سلمۃ بن ہشام بن المغیرۃ، نعیم بن عبداللہ، ہشام بن العاص رضی اللہ عنہم۔ (۱۹)

بشر بن عقربہ فلسطینی رضی اللہ عنہما

بشر یا بشیر بن عقربہ رضی اللہ عنہما جہنیہ قبیلہ سے ہیں۔ بعد میں فلسطین میں قیام پذیر ہوئے اور فلسطینی سے مشہور ہوئے۔ ان کے والد ''عقربہ رضی اللہ عنہ'' غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ یہ ان کی یاد میں رو رہے تھے۔ نبی مشفق صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے، اُنہیں روتا دیکھ کر تسلی دیتے ہوئے فرمایا: خاموش ہو جاؤ، کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ میں تمہارا والد اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری والدہ ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔

ان کا انتقال ۸۵ ھ کے بعد ہوا۔ مصطفیٰ مراد الدباغ لکھتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے ''الخلیل'' کے شہر ''الدوایمۃ'' کے شمال مشرق میں ''خربۃ بشر'' میں ان کی تدفین ہوئی۔ (۲۰) یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ ''رملہ'' کے عامل رہے ہیں۔ (۲۱)

مقام سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ

فلسطین کے مشہور شہر یافا سے مشرق میں پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک قدیم بستی ''قریۃ سلمۃ'' نام سے معروف ہے۔ یہ بستی صحابی سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے، جو ابو جہل کے بھائی ہیں۔ ابتدائے اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حبشہ کی طرف ہجرت بھی فرمائی۔ پھر واپس مکہ مکرمہ آئے تو ابو جہل نے ان کو قید کر دیا اور طرح طرح کی اذیتیں دینے لگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نام

لے کر دعا فرمایا کرتے تھے۔ بدر کے بعد رہا ہوئے اور تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ پھر شام و فلسطین کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں معرکہ ''اجنادین'' میں شہید ہوئے تھے۔ (جیسا کہ پیچھے ان کا نام شہداء معرکہ اجنادین میں گزرا ہے) دوسرا قول یہ ہے کہ مرج الصفر کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ یہ حضرت عمر بن الخطاب کا دور خلافت تھا۔ یہ قول راجح لگتا ہے کیونکہ ان کا مقام شہادت سلمہ شہر کے قریب ہے اور معرکہ مرج الصفر بھی اسی شہر کے قریب ہوا تھا۔ ''سلمہ'' بستی میں ان کی قبر ہے۔ لوگ قبر کی زیارت کے لئے آتے رہتے ہیں۔ (۲۲)

جبل الدحی، دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ

الناصرہ کے جنوب میں تقریباً تیس [۳۰] کلومیٹر کے فاصلے پر العفولہ کے مشرق میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ (م ۴۵ھ) کی قبر معروف ہے۔ اس بستی کا نام بھی ''الدحي'' ہے اور بستی کے قریبی پہاڑ کا اصل نام ''حرمون الصغیر یا جبل مصعر'' ہے۔ لیکن آج کل وہ پہاڑ بھی ''جبل الدحي'' سے مشہور ہے۔ (۲۳)

''الدحي'' بستی کو ''مرج بن عامر'' بھی کہا گیا ہے۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے اجداد کے نام کی نسبت سے۔ صحابی کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے: دحیۃ بن خلیفۃ بن فضالۃ بن زید بن امری ء القیس بن الخزرج بن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عوف الکلبی۔ (۲۴)

ایک قول کے مطابق ان کی قبر مبارک ''طبریہ'' کے مقام ''الشجرۃ'' میں ہے۔ یہ بہت خوبصورت صحابی تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قیصر روم کے پاس

مکتوب مبارک دے کر بھیجا تھا۔اُس وقت قیصر روم ارض قدس فلسطین میں تھا۔

تاریخ دمشق اور الاصابہ میں ہے کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دمشق میں ہوا۔اگر یہ قول درست ہے تو پھر فلسطین میں یہ قبر بنوکلب قبیلہ کے کسی اور صحابی یا تابعی کی قبر ہوگی۔واللہ اعلم۔

مقبرۃ عمواس،قبور صحابہ رضی اللہ عنہم

یافا سے جنوب مشرق میں ۲۸ کلومیٹر اور القدس سے تقریباً ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر فلسطین کا قدیم شہر ''عمواس'' ہے۔بقول ازدی کے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے شام کے جن علاقوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح کیا۔ان میں عمواس بھی تھا۔(۲۵)

یہ بھی مؤرخین نے لکھا ہے کہ بیت المقدس کی فتح میں ''عمواس'' کی حیثیت مقدمۃ الجیش کی تھی۔یہاں کے لوگ مسلمان ہوئے تو اُنہوں نے ''مسجد عمواس'' بنائی جو 1967 تک موجود رہی ،اسرائیلی یہودی صہیونیوں نے اس شہر کو ویران کر دیا۔یہی وہ جگہ ہے جہاں سے طاعون پھیلا تھا،جس نے بعد میں مکمل شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔اس وبا میں ہزاروں مسلمان وفات پا گئے تھے۔''عمواس مقبرہ'' جو کہ یہاں کا قدیم مقبرہ ہے،بتایا جاتا ہے کہ اس میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی قبور ہیں۔یہاں دو مقام ''مقام معاذ بن جبل ﷛'' اور ''مقام ابوعبیدہ بن جراح ﷛'' مشہور ہیں،شاید یہ ان حضرات کے قیام کی نسبت سے بنائے گئے ہوں گے۔کیونکہ مشہور قول کے مطابق ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہما کی قبور مبارکہ اردن میں ہیں۔(۲۶)

اسدود میں صحابی عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی قبر

''اسدود'' میں صحابی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے۔ کاتب وحی تھے۔ ۳۷ھ میں انتقال ہوا۔ نماز پڑھ رہے تھے اور قیام میں تھے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئے۔ اسدود کا قدیم نام اشدود تھا۔ یہ عسقلان کے شمال میں اٹھارہ [۱۸] کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ (۲۷)

اسدود کے اس مزار کے بارے میں کچھ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ یہ حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ لیکن مصطفیٰ مراد الدباغ لکھتے ہیں: والحقیقة ان صاحب هذا القبر هو الصحابی عبدالله بن ابی سرح۔ (۲۸)

''بئر السبع'' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا شہر

بئر السبع کی نسبت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے۔ وہ پہلے اس جگہ آ کر آباد ہوئے۔ یہاں کنواں کھودا اور مسجد بنائی۔ بعد میں ان کے بیٹے اسحاق علیہ السلام نے اس کنویں کی مرمت فرمائی۔ بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ بئر السبع کے مقام پر سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کا استقبال کیا تھا، جب وہ زیارت اور ملاقات کے لئے حاضر ہوئی۔

اسلامی فتوحات کی تاریخ میں اس شہر کو 'بلدة عمرو بن العاص'' (حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا شہر) کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں فلسطین اور اردگرد کے علاقے کا والی مقرر فرمایا تھا۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے

اختلاف کے سلسلہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مشاورت کے لئے بلایا تو اُس وقت حضرت عمرو العاص رضی اللہ عنہ بئر السبع میں قیام پذیر تھے۔ یہاں ان کا ایک محل بھی تھا، جس کا نام ''عجلان'' تھا۔ اسی زمین میں ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہما کا انتقال ہوا۔ (۲۹)

ذُوالاصابع التمیمی رضی اللہ عنہ

باب دوم میں ان کا واقعہ گزرا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ''بیت المقدس کو ٹھکانہ بنالینا، ہوسکتا ہے کہ تمہارے ہاں کوئی نسل ایسی پیدا ہو جو صبح شام اس مسجد میں آنا جانا رکھے۔'' چنانچہ اُنہوں نے بیت المقدس کو ہی اپنا ٹھکانا بنایا۔ ان کے بارے میں اہل سیر لکھتے ہیں: سکن بيت المقدس ،یعنی انہوں نے بیت المقدس میں سکونت اختیار فرمائی۔

ابوقرصافة رضی اللہ عنہ کی بستی

''المسمیۃ الکبیرۃ'' کے شمال مغرب میں تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر اس بستی کا محل وقوع تھا۔ اس بستی کو ''سناجیۃ ،قریۃ أبی قرصافۃ'' کہا جاتا تھا۔ آج کل اس جگہ کا نام ''خربۃ السلوجیۃ'' ہے خربۃ کے معنی ہیں: ''کھنڈر، ویران مقام''۔ اسی علاقہ میں اس صحابی رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ ''یبنا'' بستی میں جو قبر ابوہریرہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ صحابی ''ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ'' کی قبر ہے۔ (۳۰)

ان کا اصلی نام جندرہ بن خیشنۃ ہے مگر یہ اپنی کنیت ابوقرصافہ سے زیادہ مشہور ہیں۔ اُن کی کرامت تھی کہ ان کی آواز سینکڑوں میل دور تک پہنچتی تھی۔ رُومی کفار نے

ان کے ایک فرزند کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں بند کر دیا تھا۔ حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ جب نماز کا وقت آتا تو عسقلان کی چار دیواری پر چڑھتے اور بلند آواز سے پکار کر کہتے: اے میرے پیارے بیٹے! نماز کا وقت آ گیا ہے۔ ان کی اس پکار کو ہمیشہ ان کے صاحبزادے سن لیا کرتے تھے، حالانکہ وہ سینکڑوں میل کی دوری پر رومیوں کے قید خانہ میں قید تھے۔ (۳۱)

فلسطین میں صحابیات کی آمد

یہ سلسلہ نامکمل رہے گا، اگر فلسطین القدس میں آنے والی صحابیات کا ذکر نہ کیا جائے۔ القدس کی تاریخ مرتب کرنے والے حضرات نے ان صحابیات رضی اللہ عنہن کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے جنہوں نے ارض قدس کے فضائل کو دیکھتے ہوئے یہاں کا سفر کیا ہے۔ ہم یہاں مختصراً ان کا تذکرہ کرتے ہیں:

✦......اُم المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بیت المقدس تشریف لائیں۔ یہاں نماز پڑھی اور طور زیتا پہاڑ پر بھی چڑھیں۔ وہاں رات گزاری، نماز ادا کی اور فرمایا: قیامت کے دن یہاں سے لوگ چھانٹی کئے جائیں گے، جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف۔ (۳۲)

✦......ام الحکیم بنت الحارث رضی اللہ عنہا، یہ فلسطین کے جہاد میں بھی شریک ہوئی ہیں۔ ان کے ہاتھوں سات [۷] رومی ہلاک ہوئے۔ اُنہوں نے بیت المقدس سے احرام بھی باندھا ہے۔ (۳۳)

✦......ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا، جو سمندری جہاد کی بشارت والی

روایت کی راویہ ہیں۔ان کا تذکرہ باب دوم میں آچکا ہے۔

✦......فاختہ بنت قرظہ رضی اللہ عنہا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ، باب دوم میں گزرا ہے کہ یہ اپنے شوہر کے ساتھ فلسطین کے سمندری جہاد میں شریک ہوئیں۔

✦......ام ابان بنت عتبہ رضی اللہ عنہا، یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خالہ اور ھندہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔اپنے شوہر کے ساتھ فلسطین کے جہاد میں بھی شریک رہی ہیں۔(۳۴)

✦......سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا، کا انتقال غزہ میں ہوا۔ واقعہ کی تفصیل باب دوم میں گزری ہے۔

فلسطین میں آخری فوت ہونے والے صحابی

ابوأبی بن ام حرام رضی اللہ عنہ، یہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ربیب ہیں (یعنی ان کی اہلیہ کے پہلے شوہر کے بیٹے ہیں)۔قدیم الاسلام ہیں۔ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فلسطین میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی یہ ہیں۔(۳۵)

ارض قدس، ارض محشر

کتاب کے آغاز میں ہم نے عنوان قائم کیا تھا ''تخلیق ارض''، یعنی زمین کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے جن مقامات کو ابتداء میں پیدا فرمایا، وہ بیت اللہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس ہیں۔تو جس طرح خانہ کعبہ اور القدس سے زمین کی تخلیق کا آغاز ہوا ہے، اختتام بھی ارض قدس میں ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ ارض قدس کو سرزمین محشر (جمع ہونے) اور منشر (دوبارہ زندہ ہونے کی جگہ) بھی کہا جاتا ہے۔قرآن کریم میں ہے

هُوَ الَّذِیْ أَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِیَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ (الحشر) ......وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافرلوگوں کوان کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا۔ یہاں ''اوّل حشر'' سے مراد یعنی ان یہودیوں کا ملک شام میں اکٹھا ہونا ہے۔ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کو سرزمین مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ: ''اوّل حشر'' کے طور پر ان کی دنیا میں جلاوطنی سرزمین شام میں ہوئی تھی۔ ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''اوّل حشر'' سے مراد سرزمین شام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جس کو اس بات میں شک ہو کہ ''ارض محشر'' سے مراد سرزمین شام ہے وہ اس آیت کو پڑھے۔ پھر اس آیت کا آپ رضی اللہ عنہ نے تذکرہ فرمایا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بنونضیر فلسطین کے باشندے تھے۔ 132ء میں رومیوں کی سخت روئی کی وجہ سے یہودیوں کے چند قبائل جن میں بنونضیر اور بنوقریظہ شامل تھے، فلسطین کو چھوڑ کر یثرب جا کر آباد ہو گئے۔ بنونضیر مدینہ میں قباء کے قریب مشرقی جانب آباد ہو گئے تھے۔ اس وقت مدینہ میں عرب قبائل میں سے بنواوس اور بنوخزرج ممتاز قبائل تھے یہ دونوں یہودی قبائل بنونضیر اور بنوقریظہ اوس کے حلیف بن گئے۔ اور بنواوس اور بنوخزرج کی باہمی لڑائیوں میں اوّل الذکر کا ساتھ دیتے رہے۔

بعض حضرات نے قرآن کریم کی آیت ''مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى'' سے بھی استدلال کیا ہے۔ ''من'' کا استعمال ابتداء کے لیے اور ''إِلَى'' کا استعمال انتہاء کے لئے ہوتا ہے۔ یعنی مسجد الحرام (مکہ مکرمہ) سے انسانی حیات کا ابتدائی تعلق ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انسانی عبادت کے لئے اس کی اوّل تعمیر

فرمائی۔اور مسجد الاقصیٰ سے انسانی حیات کا تعلق انتہاءً ہے، کہ یہاں محشر ہوگا۔(۳۶)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: بیت المقدس میں نماز افضل ہے یا مسجد نبوی میں افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز وہاں کی چار نمازوں سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔اور بہترین نماز کی جگہ حشر نشر کی سرزمین میں ہے۔اور لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب ایک کوڑے کے برابر جگہ یا فرمایا کہ آدمی کی کمان کے برابر جگہ، جہاں سے وہ بیت المقدس کو دیکھ سکتا ہو اس کے لیے بہتر ہوگی یا اسے اتنی جگہ ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہوگی۔(۳۷)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہمیں بیت المقدس کے بارے میں (کوئی خاص بات) بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ارض المحشر والمنشر) وہ محشر (حساب کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کی جگہ) اور منشر (لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی جگہ) ہے۔(۳۸)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے فرماتے تھے کہ تم حشر (جمع) کئے جاؤ گے بیت المقدس میں، پھر تمہیں قیامت میں جمع کیا جائے گا (یعنی اکٹھے اُٹھایا جائے گا)۔(۳۹)

سورۂ ق کی اس آیت......وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ...... اور توجہ سے سنیے جس دن پکارنے والا پکارے گا قریب جگہ سے۔

آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''من مکان قریب'' سے ''صخرۃ بیت المقدس'' مراد ہے۔یہی قول حضرت قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔(۴۰)

ابوعبداللہ المنہاجی کہتے ہیں کہ میزان کا عمل بھی بیت المقدس کی سرزمین پر ہوگا۔

اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس میں صور پھونکیں گے۔اسی جگہ سے پھر لوگوں کی تقسیم ہوگی (چھانٹی ہوگی)۔جنت والے جنت کی طرف جائیں گے اور جہنم والے جہنم کی طرف (۴۱)۔

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب کا قول نقل کیا ہے کہ عرض اور حساب بیت المقدس میں ہوگا۔(۴۲)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ معراج کی رات بیت المقدس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی: لتتشرف به ارض المحشر ذهابا وإيابا...... تاکہ یہ "ارض محشر" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ورفت سے (یعنی قدم مبارک لگنے سے) شرف وکرامت حاصل کرے۔(۴۳)

بعض حضرات اس قول کے ذیل میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اس خطۂ زمین پر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک قدم رکھ کر اس خطے سے اجنبیت کو ختم کر کے اُنسیت عطا فرمادی کہ میری اُمت بروز قیامت ارض محشر میں پہنچے تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک لگنے کی برکت سے اُمت کے ساتھ رحمت وکرم کا معاملہ ہوجائے۔

یقیناً ہم سیاہ کار اللہ پاک سے اُمید رکھتے ہیں کہ کل جب قیامت کے میدان حشر میں حاضر ہوں تو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمارے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ ہوجائے۔اے اللہ! اپنے حبیب وخلیل صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر عفو درگزر کا معاملہ فرمایا اور ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا وحبیبنا ونبینا

محمد وعلی آلہ وصحبہ وذریاتہ وأزواجہ أجمعین

حوالہ جات باب اوّل

(۱)......فضائل القدس، امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن الجوزی، دار الآفاق الجدیدۃ
بیروت، ۱۴۰۰ھ 1980ء، ص ۷۲

(۲)...... مصطفیٰ مراد الدباغ، دار الہدی کفر قرع، بلادنا فلسطین، 1991ء، الجزء الثانی، القسم
الثانی ص ۲۳۲۔۲۳۳

(۳)...... بلادنا فلسطین،، الجزء السابع، القسم الثانی ص ۱۹۶

(۴)...... بلادنا فلسطین،، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۲۳۲۔۲۳۳

(۵)...... فلسطین التاریخ المصور، ڈاکٹر طارق محمد السویدان، الابداع الفکری الکویت، ص ۲۶
ترمیم واضافہ کے ساتھ

(۶)...... تاریخ فلسطین، عمر الصالح البرغوثی خلیل طوطح۔ مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ بور سعید الظاہر، ص
۱۰۔۱۱ تلخیص کے ساتھ

(۷)...... تفصیل کے لئے دیکھئے: بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۷۰۸۔۷۰۹

(۸)...... تفصیل کے لئے دیکھئے: بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۷۱۴۔۷۱۵

(۹)...... بلادنا فلسطین،، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۱۵ ترمیم واضافہ کے ساتھ

(۱۰)...... بلادنا فلسطین، الجزء التاسع، القسم الثانی، ص ۱۳

(۱۱)...... بلادنا فلسطین، الجزء التاسع، القسم الثانی، ص ۲۲ تا ۲۴ ملخصاً

(۱۲)...... بلادنا فلسطین، الجزء التاسع، القسم الثانی، ص ۸۰ ملخصا

(۱۳)...... المائدۃ آیت نمبر ۲۱

(۱۴)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۱۴۔۴۱۵ ملخصاً

(۱۵)......الانبیاء ۷۱

(۱۶)......سفر مسجد اقصیٰ اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد۔ حافظ عبد الاعلیٰ درانی، خطیب

بریڈفورڈ برطانیہ، تلخیص وترمیم کے ساتھ

https://siratemustaqeem.mjah.org.uk

(۱۷)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۱۶ ملخصاً

(۱۸)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۱۷

(۱۹)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۱۸

(۲۰)...... بلادنا فلسطین، الجزء الخامس، القسم الثانی، ص ۱۶۳۔۱۶۴ تلخیص وترمیم کے ساتھ

(۲۱)...... ملخصاً از بلدۃ الخلیل، https://www.hebron-city.ps

(۲۲)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۱۸

(۲۳)...... سفرنامہ بیت المقدس، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، المعہد العالی الاسلامی

حیدرآباد انڈیا، ۱۴۴۰ھ 2019ء ص ۲۳۔۲۴

(۲۴)...... سفر مسجد اقصیٰ اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۲۵)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۱۸۔تا ۴۱۹

(۲۶)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۹۸

(۲۷)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۲۲۳۔۲۲۴

(۲۸)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثالث، القسم الاوّل ص ۸۱

(۲۹)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثالث، القسم الاوّل ص ۹۴

(۳۰)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۲۲۸۔۲۷۷ تلخیص کے ساتھ

(۳۱)...... موسوعۃ القریٰ الفلسطینیۃ، معلومات عامۃ عن قریۃ حلحول

(۳۲)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۲۵

(۳۳)...... سیرت انبیائے کرام علیہم السلام، مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب، ادارہ اسلامیات

کراچی، 1990ء، ۲/۱۰۵

(۳۴)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۴۴۴

(۳۵)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۵۳۰

(۳۶)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۳۱۸

(۳۷)...... فلسطین التاریخ المصور ص ۳۴ تا ۳۷ ملخصاً

(۳۸)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۲۹۷

(۳۹)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۵۳۰۔۵۳۱ تلخیص وترمیم کے ساتھ

(۴۰)...... بلادنا فلسطین، الجزء السادس القسم الثانی ص ۲۲۸

(۴۱)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی القسم الثانی ص ۴۲

(۴۲)...... بلادنا فلسطین، الجزء الثانی القسم الثانی ص ۱۰۵

(۴۳)...... بلادنا فلسطین،، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۳۵۹

(۴۴)...... بلادنا فلسطین،، الجزء الثامن، القسم الثانی ص ۹۲

(۴۵)...... فلسطین التاریخ المصور ص ۴۰ تا ۴۲ ملخصاً

(۴۶)...... الانبیاء آیت نمبر ۷۹

(۴۷)...... اتحاف الاخصا، ابو عبد اللہ المنہاجی السیوطی، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1982ء، ۱/۱۰۵

(۴۸)...... فتح الباری ۶/۴۰۸

(۴۹)...... سفر مسجد اقصی اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۵۰)...... تفسیر روح البیان، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنفی، دار احیاء التراث العربی، تفسیر التوبۃ آیت نمبر ۱۸

(۵۱)...... سفر نامہ بیت المقدس ص ۲۱ ملخصاً

(۵۲)...... سفر مسجد اقصی اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد ملخصاً

(۵۳)......فضیلت بیت المقدس اور فلسطین وشام، حافظ محمد اسحاق زاہد، دار السلام لاہور، 2002ء ص ۵۷

(۵۴)......سفر مسجد اقصی اورارض فلسطین کی روح افزا روئیداد، تلخیص وترمیم کے ساتھ

(۵۵)......سفرنامہ بیت المقدس ص ۲۲۔۲۳

(۵۶)......سفر مسجد اقصی اورارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۵۷)......اقصیٰ کے آنسو، شاہ منصور، الاقصیٰ پبلشر، ص ۲۵ ترمیم واضافہ کے ساتھ

(۵۸)......سفر مسجد اقصی اورارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۵۹)......سفرنامہ بیت المقدس ص ۲۱۔۲۲

(۶۰)...... حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، تاریخ ابن کثیر اردو، دار الاشاعت کراچی 2008ء ۱/ ۵۱۶۔۵۱۷ تلخیص وترمیم کے ساتھ

(۶۱)......بلادنا فلسطین،، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۴۰۲

(۶۲)......بلادنا فلسطین،، الجزء الثانی، القسم الثانی ص ۴۰۲ [حاشیہ]

(۶۳)......ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 3، جلد 98 :، جمادی الاولی 1435 ہجری مطابق مارچ 2014ء، تین قدرتی چشمے، حکیم ظل الرحمٰن، دہلی، تلخیص وترمیم کے ساتھ

(۶۴)......بلادنا فلسطین، الجزء الثامن القسم الثانی ص ۴۰۵

(۶۵)......سفر مسجد اقصی اورارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۶۶)......معالم المسجد الاقصیٰ، مؤسسۃ القدس الدولیۃ، فتح منفذ بیروت لبنان، ص ۱۷

(۶۷)......دار الافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی

فتویٰ نمبر 144106201093

(۶۸)......سفر مسجد اقصی اورارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۶۹)......فلسطین التاریخ المصور ص ۴۶ تا ۶۷ ملخصاً

(۷۰)......فلسطین التاریخ المصور ص ۶۴ تا ۶۷ ملخصاً

(۷۱)......اس مضمون کی تیاری میں ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے: اقصیٰ کے آنسو، فضیلت بیت المقدس، سفر مسجد اقصیٰ اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد، وکی پیڈیا

حوالہ جات باب دوم

(۱)......صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل البخاري، الطاف اینڈ سنز کراچی، ۱۴۲۹ھ 2008ء، کتاب الانبیاء

(۲)......فتح الباری، أحمد بن علی بن حجر العسقلاني، دار المعرفة بیروت، لبنان، ۱۳۷۹ھ، ۶/۴۰۹

(۳)......فتح الباری ۶/۴۰۹

(۴)......سیرت حلبیہ، علی بن برہان الدین حلبی، (مترجم، مولانا محمد اسلم قاسمی)، دارالاشاعت کراچی، 2009ء، ۱/۴۹۲

(۵)......صناعة التاریخ المستقبلی، عبد الفتاح محمد العویسی، دار الخلدونیة للنشر والتوزیع الجزائر، ۱۴۳۴ھ/ 2013ء، ص ۱۱۴

(۶)......روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، شہاب الدین محمود ابن عبداللہ الحسینی الألوسی، مکتبة الشاملة تفسیر سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۷

(۷)......بلادنا فلسطین، الجزء التاسع، القسم الثانی، ص ۸۱ ملخصاً

(۸)......بلادنا فلسطین،، الجزء الاوّل القسم الثانی ص ۳۷۹-۳۸۰

(۹)......بلادنا فلسطین،، الجزء الثانی القسم الاوّل ص ۴۲

(۱۰)......الاصابة في تمییز الصحابہ، أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، دار الجیل، بیروت،

۱۴۱۲ھ،ذکر أمية بن أبی الصلت الثقفی الشاعر المشهور

(۱۱)......بلادنا فلسطین،،الجزء الثانی القسم الاوّل ص ۴۳ باضافۃ

(۱۲)......https://arabicpost.net/

(۱۳)......بلادنا فلسطین،،الجزء الاوّل،القسم الثانی،ص ۴۳

(۱۴)......تاریخ ابوزرعہ الدمشقی،۱/۸۴،مکتبۃ الشاملۃ

(۱۵)......السیر ۃ النبویۃ،أبو الفدا ء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي،صفۃ مولده الشريف عليہ الصلاۃ والسلام،مکتبۃ الشاملۃ

(۱۶)......بلادنا فلسطین،،الجزء الاوّل،القسم الثانی،ص ۴۷۔۴۸

(۱۷)......الأنس الجليل بتاريخ القدس والخليل،مجير الدين الحنبلي العليمي،دار النشر،مکتبۃ دنديس،عمان ۱۴۲۰ھ 1999ء،۲/۷۴

(۱۸)......المصنف فی الاحاديث والآ ثار،ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن أبي شيبۃ الكوفي،مکتبۃ الرشد،الرياض،۱۴۰۹ھ،رقم الحديث ۱۳۷۹۸

(۱۹)......تفسیر ابن اکثیر،أبوالفدا ء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي،مکتبۃ الشاملۃ،تفسیر سورہ الاسراء

(۲۰)......مولانا شبیر احمد عثمانی،تفسیر عثمانی،تفسیر سورۃ اسراء

(۲۱)......روح المعانی ،تفسیر سورۃ الاسراء آیت نمبر ا

(۲۲)......الخصائص الكبرىٰ،أبو الفضل جلال الدين عبد الرحمٰن أبي بكر السيوطي،دار الكتب العلمیۃ،بیروت،۱۴۰۵ھ/ 1985ء،باب خصوصیۃ (صلى الله عليہ وسلم) بالإسراء وماراٰی من آیات ربہ الکبری،بتلخیص

(۲۳)......فضائل بيت المقدس،ابو الفرج جمال الدين ابن الجوزی،مکتبۃ الامام البخاری للنشر والتوزيع،۱۴۳۴ھ/ 2013ء،ص ۹۹

(۲۴)......صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ اونحوھا

(۲۵)......بیت المقدس وما حولہ ،ڈاکٹر محمد عثمان شبیر ،مکتبۃ الفلاح کویت ،۱۴۰۷ھ ، 1987ء، ص ۲۳

(۲۶)......صحیح لمسلم ،مسلم بن الحجاج ابو الحسین نیشاپوري، المکتبۃ البشریٰ کراچی، ۱۴۳۲ھ، 2011ء، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲۷)......سفرنامہ بیت المقدس ص ۱۸۔۱۹

(۲۸)......سفر مسجد اقصی اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۲۹)......تفسیر بن کثیر، حافظ ابن کثیر، تفسیر سورہ الاسراء ملخصاً

(۳۰)......اقصیٰ کے آنسو ص ۲۸۔۲۹ قدرے ترمیم واضافہ کے ساتھ

(۳۱)......سفر مسجد اقصی اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد۔ حافظ عبدالاعلیٰ درانی

(۳۲)......دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، فتوی نمبر: 144112200343

(۳۳)......روح المعانی، تفسیر سورہ الاسراء آیت نمبر ا

(۳۴)......اقصیٰ کے آنسو ص ٦

(۳۵)......دلائل النبوۃ، امام بیہقی، ذکر اسراء رسول اللہ ﷺ، مکتبۃ الشاملۃ، رقم الحدیث ٦٧٩

(۳۶)......فضائل بیت المقدس لمقدسی ص ۸۰۔۸۴

(۳۷)......صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ بنی اسرائیل الاسراء

(۳۸)......الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن، ابن عقیلۃ المکی، جامعۃ الشارقۃ متحدہ عرب امارات، ۱۴۲۷ھ۔ 2006ء، ۱/ ۲۴۹

(۳۹)......البرہان فی علوم القرآن، امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی، دارالتراث قاہرہ، ص ۱۹۷

(۴۰)......الاتقان فی علوم القرآن، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (تحقیق، مرکز الدراسات القرآنیۃ) مجمع الملک فہد، سعودی عرب ۱۴۲۶ھ، ص ۱۳۱

(۴۱)......الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۵۵

(۴۲)......بیت المقدس وماحولہ، دکتور محمد عثمان شبیر، مکتبۃ الفلاح کویت، ۱۴۰۷ھ 1987ء ص ۳۹

(۴۳)......اقصیٰ کے آنسو ص ۳۸

(۴۴)......معالم المسجد الاقصیٰ، مؤسسۃ القدس الدولیۃ، منح معفذ بیروت لبنان، ص ۱۵

(۴۵)......صحیح مسلم کتاب الایمان، باب فی ذکر سدرۃ المنتہیٰ۔ کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ

(۴۶)......سیرت حلبیہ اردو، ۲/۵۰۲

(۴۷)...... الإسراء ۱

(۴۸)......الأنبیاء ۱۷

(۴۹)......الأنبیاء ۸۱

(۵۰)......سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ رحمانیہ لاہور، باب فی سکن الشام

(۵۱)......کتاب الفتن، رقم الحدیث ۱۷۵۸

(۵۲)......ملخص از استفتاء "بعثت کے بعد کتنے عرصے تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے؟" دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، فتوی نمبر 144309100059

(۵۳)......الدر الثمین فی معالم دار الرسول الامین صلی اللہ علیہ وسلم ادارہ احیاء التراث الاسلامی قطر، ص ۲۳۶

(۵۴)......اقصیٰ کے آنسو ص ۴۷

(۵۵)......اقصیٰ کے آنسو ص ۴۸

(۵۶)......اقصیٰ کے آنسو ص ۴۸

(۵۷)......اقصیٰ کے آنسو ص ۴۸

(۵۸)......بلادنا فلسطین، الجزء التاسع، القسم الثانی، ۱۱۹ تا ۱۲۲ ملخصاً

(۵۹)......یہ پورا مضمون قدرے ترمیم کے ساتھ ''اقصیٰ کے آنسو ص ۲۹ تا ۳۳'' سے تیار کیا گیا ہے

(۶۰)......اقصیٰ کے آنسو ص ۲۶ ملخصاً

(۶۱)......اقصیٰ کے آنسو ۲۵-۲۶ تلخیص و ترمیم کے ساتھ

(۶۲)......بلادنا فلسطین الجزء التاسع، القسم الثانی ۱۳۱

(۶۳)......اقصیٰ کے آنسو ص ۳۶-۳۷

(۶۴)......السنن الصغیر للبیہقی، کتاب المناسک، باب إتیان المدینۃ وزیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصلاۃ فی مسجدہ ومسجد قباء وزیارۃ قبور الشہد، جامعۃ الدراسات الإسلامیۃ، کراتشی باکستان

(۶۵)......سنن ابن ماجہ، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی الصلاۃ فی المسجد الجامع دار إحیاء الکتب العربیۃ

(۶۶)......سنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیۃ، کتاب إقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی الصلاۃ فی المسجد الجامع۔ وھکذا فی النسائی، کتاب المساجد، باب فضل المسجد الأقصی والصلاۃ فیہ

(۶۷)......مسند امام احمد بن حنبل، احمد بن حنبل أبو عبداللہ الشیبانی، مؤسسۃ قرطبۃ - القاہرۃ، حدیث میمونۃ بنت سعد رضی اللہ عنہا

(۶۸)......سفرنامہ بیت المقدس ص ۲۲

(۶۹)......المستدرک علی الصحیحین، امام الحافظ أبی عبداللہ الحاکم النیسابوری، ذکر الأرقم بن أبی الأرقم المخزومی رضی اللہ عنہ، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان

(۷۰)......مسند احمد، حدیث میمونۃ بنت الحارث الہلالیۃ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ

(۷۱)......سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب من نذر أن یصلی فی بیت المقدس

(۷۲)......صناعۃ التاریخی المستقبلی، ص ۱۳۶ تا ۱۳۸

(۷۳)......سنن ابی داؤد، باب المواقیت

(۷۴)......روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی، شہاب الدین محمود ابن عبداللہ الحسینی الألوسی، مکتبۃ الشاملۃ، تفسیر سورہ ہود، آیت نمبر ۶۹

(۷۵)......مسند أبی یعلی الموصلی، أحمد بن علی بن المثنی أبو یعلی الموصلی التمیمی، مکتبۃ الشاملۃ، بقیۃ مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

(۷۶)......کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، فی الآذان والترغیب فیہ وآدابہ

(۷۷)......اسعاد الاخصا بذکر صحیح فضائل الشام والمسجد الأقصی، مکتبۃ الشاملۃ

(۷۸)......فضائل بیت المقدس، امام حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی، دارالفکر دمشق، سوریا، ۱۴۰۵ھ/1988ء، ص ۴۶

(۷۹)......کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، رقم الحدیث ۳۴۳۵۴

(۸۰)......کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ذکر خروج الدجال، مسند امام احمد

(۸۱)......مسند امام احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ مسند أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

(۸۲)......صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ احلت لکم الغنائم

(۸۳)......سفرنامہ بیت المقدس، ص ۱۶۔۱۷ ملخصا

(۸۴)......سفر مسجد اقصی اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد، تلخیص وترمیم کے ساتھ

(۸۵)......جامع البیان فی تأویل القرآن، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی،

أبو جعفر الطبری، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ/ 2000ء، سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۵۰

(۸۶)...... تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم آیت نمبر ۲۲۔ معالم التنزیل، محیی السنۃ، أبو محمد الحسین بن مسعود البغوی، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ۱۴۱۷ھ، 1997ء، سورہ مریم آیت نمبر ۲۲

(۸۷)...... معالم التنزیل، تفسیر سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۴۹

(۸۸)...... سفر مسجد اقصی اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد، تلخیص وترمیم کے ساتھ

(۸۹)...... صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب رکوب البحر

(۹۰)...... موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص ۲۹۳ ملخصاً

(۹۱)...... بلادنا فلسطین،، الجزء السابع، القسم الثانی ص ۱۹۳

(۹۲)...... بلادنا فلسطین،، الجزء السابع، القسم الثانی ص ۱۹۶

(۹۳)...... مسند الامام أحمد بن حنبل،، رقم الحدیث ۱۳۳۵۶

(۹۴)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الثانی ۱۵۶

(۹۵)...... المعجم الکبیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب أبو القاسم الطبرانی، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل، ۱۴۰۴ھ/ 1983ء، احادیث عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب

(۹۶)...... القول المسدد فی الذب عن المسند للإمام أحمد، احمد بن علی العسقلانی أبو الفضل، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، ۱۴۰۱ھ، ص ۲۷

(۹۷)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الثانی ۱۸۳ تلخیص کے ساتھ

(۹۸)...... سلیمان بن صالح الخراشی، قبور ومشاہد مکذوبۃ، مسجد (الحسین) بمصر،
http://saaid.org/Warathah/Alkharashy/mm/13.htm

(۹۹)...... سیرت حلبیہ اردو ۱/ ۴۵

(۱۰۰)...... بلادنا فلسطین،، الجزء السادس، القسم الثانی ص ۱۰۲۔۱۰۳

(۱۰۱)...... مسند احمد بن حنبل، حدیث ذی الاصابع رضی اللہ عنہ

(۱۰۲)......الاصابہ فی تمییز الصحابۃ، ذکر اقرع بن شفی العکی رضی اللہ عنہ

(۱۰۳)......کنز العمال، رقم الحدیث ۳۸۲۱۶

(۱۰۴)......دلائل النبوۃ، امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، مکتبۃ الشاملۃ، باب ماجاء فی دعاۂ علی من أکل بشمالہ الخ

(۱۰۵)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص ۲۹۹

(۱۰۶)......اقصیٰ کے آنسو، شاہ منصور، الاقصیٰ پبلشر ص ۲۲ قدرے ترمیم کے ساتھ

(۱۰۷)......أیسر التفاسیر، اسعد حومد، مکتبۃ الشاملۃ، تفسیر سورہ روم آیت نمبر ۴

(۱۰۸)......کشف الباری (شرح صحیح البخاری)، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی، ۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴ء، جلد اول باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سیرت ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، حدیث ابی سفیان عن کتاب رسول اللہ الی قیصر

(۱۰۹)......بلاغ مبین یعنی مکاتیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، خواجہ پریس دہلی، ص ۲۲۵

(۱۱۰)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۷۰۸

(۱۱۱)...... بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل، ص ۷۰۸

(۱۱۲)......أسد الغابۃ، ابن الأثیر أبو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ/1996ء، ذکر فروہ بن عامر (عمرو) الجذامی

(۱۱۳)...... بلادنا فلسطین،، الجزء الرابع، القسم الثانی ص ۴۹

(۱۱۴)......المعجم الصغیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب أبو القاسم الطبرانی، المکتب الإسلامی، دار عمار، بیروت، عمان، ۱۴۰۵ھ/1985ء، مکاتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۱۵)...... بلادنا فلسطین،، الجزء الرابع، القسم الثانی ص ۲۸۔ اسد الغابۃ، ذکر عبادہ بن

الاشیب العزی رضی اللہ عنہ
(۱۱۶)......أسد الغابة، أبو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری، ابن الأثیر، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ۔ 1996ء، ۱۵۶/۳
(۱۱۷)......مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ
(۱۱۸)......بیت المقدس فی استراتیجیة النبی صلی اللہ علیه و سلم، الدار العربیة للعلوم ناشرون بیروت لبنان، ۱۴۳۵ھ/ 2014ء، ص ۳۵
(۱۱۹)......بیت المقدس فی استراتیجیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۷۷ ملخصاً
(۱۲۰)......سبل الہدیٰ والرشاد ۶/ ۱۴۰
(۱۲۱)......سبل الهدیٰ والرشاد في سيرة خير العباد، محمد بن يوسف الصالحي الشامي، وزارة الاوقاف مصر، ۱۴۱۸ھ 1997ء، ۶/ ۲۲۸ تا ۲۴۸ ملخصاً
(۱۲۲)......ان مقامات کی معلومات گوگل میپ، وکی پیڈیا اور مختلف ویب سائٹ سے لی گئی ہیں
(۱۲۳)......صحیح البخاری، کتاب الجزیۃ، باب اثم من عاھد ثم غدر
(۱۲۴)......سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ۶/ ۳۷۸۔ سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، کتب خانہ مظہری کراچی، سن ندارد، ۳/۱۵۳ ملخصاً
(۱۲۵)......المغنی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، دار عالم الکتب الریاض، ۱۴۱۷ھ 1997ء، ۱۳/ ۱۴۷
(۱۲۶)......الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن أحمد السہیلی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ 2000ء، ۷/ ۵۰۸
(۱۲۷)......بلادنا فلسطین، الجزء الرابع، القسم الثانی ص ۱۲ حاشیۃ ۔ ۵۹۰ حاشیہ
(۱۲۸)......الطبقات الکبری، محمد بن سعد بن منیع أبو عبد اللہ البصری الزہری، دار صادر،

بیروت، ذکر وفد الداریین

(۱۲۹)......الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ذکر أبوالبراد غلام تمیم الداری۔ضریح ومسجد الصحابی الجلیل تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ، دکتور عبدالفتاح محمد العویسی، القدس ۱۴۱۰ھ/1989ء

(۱۳۰)......الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ذکر سراج التمیمی رضی اللہ عنہ

(۱۳۱)......سیاسی وثیقہ جات، ڈاکٹر حمید اللہ خان حیدرآبادی، مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور، جون 2005ء، ص ۸۱

(۱۳۲)......سیاسی وثیقہ جات، ص ۸۰

(۱۳۳)......سیر أعلام النبلاء، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن أحمد الذہبی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ 1985ء، ذکر تمیم الداری رضی اللہ عنہ

(۱۳۴)......صبح الأعشی فی صناعۃ الإنشا، أحمد بن علی القلقشندی، دار الفکر، دمشق، 1987ء، ۱۲۹/۱۳

(۱۳۵)......ضریح ومسجد الصحابی الجلیل تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ ص ۱۰

(۱۳۶)......الاصابۃ، ذکر تمیم الداری رضی اللہ عنہ

(۱۳۷)......صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب قصۃ الجساسۃ

(۱۳۸)......بلادنا فلسطین،، الجزء السادس، القسم الثانی ۴۶۲

(۱۳۹)......دجال کون ہے؟، مفتی ابولبابہ شاہ منصور، مکتبہ السعید، ۱۴۳۱ھ 2010ء، ص ۱۸۴

(۱۴۰)......بلادنا فلسطین،، الجزء السادس، القسم الثانی ص ۲۸۲

(۱۴۱)......دجال کون ہے؟ ص ۱۸۵

(۱۴۲)......بلادنا ھذہ، الجزء الرابع، القسم الثانی ص ۴۶۵

(۱۴۳)......انبیاء کی سرزمین میں چند روز، مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۴۲۸ھ، 2007ء، ص ۸۵ تا ۸۷ ملخصاً

(۱۴۴)......صحیح مسلم، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من اُمتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خالفہم

(۱۴۵)......مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث ابی امامۃ

(۱۴۶)......مسندالامام احمد، حديث معاوية بن قرة

(۱۴۷) ......مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، نور الدین علی بن أبی بکر الہیثمی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ، باب ماجاء فی فضل الشام

(۱۴۸)......یہ مضمون ان کتابوں سے تلخیص وترمیم کے ساتھ تیار کیا گیا ہے: ظہور مہدی تک ، ابوعبداللہ آصف مجید نقشبندی، مکتبہ حبیبہ جھنگ صدر۔ علامات قیامت اور عقیدہ ظہور مہدی، مولانا سہیل باوا، ختم نبوت اکیڈمی لندن۔ دجال جلد اوّل

(۱۴۹)......دجال جلد اوّل ص ۶۸ تا ۷۲ ملخصاً

(۱۵۰)......ظہور مہدی تک، ۷۵۔۷۶ ملخصاً

(۱۵۱)......سفر مسجد اقصیٰ اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد۔ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا

(۱۵۲)......کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، علی بن حسام الدین المتقی الہندی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1989ء، باب نزول عیسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام

(۱۵۳)......کتاب الفتن، نعیم بن حماد المروزی أبو عبد اللہ، مکتبۃ التوحید ، القاہرۃ، ۱۴۱۲ھ، رقم الحدیث ۱۲۳۶

(۱۵۴)......کتاب الفتن رقم الحدیث ۱۲۳۹

(۱۵۵)......اقصیٰ کے آنسو ص ۱۲۰ ملخصاً

(۱۵۶)......آپ کے مسائل اور اُن کا حل جدید، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مکتبہ لدھیانوی کراچی، جلد دوم ص ۲۷۳ تلخیص کے ساتھ

(۱۵۷)......صحیح مسلم، الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال وصفتہ

(۱۵۸)......سفر مسجد اقصیٰ اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد

(۱۵۹)......السنن للدانی، بحوالہ دجال ص ۱/۱۰۳

(۱۶۰)......سنن الترمذی، باب ماجاء فی فتنۃ الدجال

(۱۶۱)......صحیح مسلم، کتاب الحج، باب إہلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہدیہ

(۱۶۲)......ابن عساکر، کتاب الاعلام ص ۱۶۲ للسیوطی

(۱۶۳)......مشکوٰۃ المصابیح، قدیمی کتاب خانہ کراچی، ص ۴۸۰

(۱۶۴)......کنز العمال، کتاب القیامۃ من قسم الافعال، باب نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱۶۵)......دجال ص ۱۲۸

حوالہ جات باب سوم

(۱)......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنگی معرکے، (اردو ترجمہ فتوح الشام للواقدی) مترجم مولانا حکیم شبیر احمد انصاری، المیزان لاہور، 2004ء، ص ۳۵۸

(۲)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص ۹۔۱۰

(۳)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص ۵۰

(۴)......تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور 2004ء، جلد اوّل ص ۳۲۹ تا ۳۳۲ تلخیص و ترمیم کے ساتھ

(۵)......بلادنا ھذہ، الجزء الرابع، القسم الثانی ص ۳۳

(۶)......بلادنا ھذہ، الجزء الرابع القسم الثانی، ص ۴۰۔ اقصیٰ کے آنسو ص ۴۰

(۷)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص ۲۲۹

(۸)......ضریح ومسجد الصحابی الجلیل تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ ص ۱۰۔ بلادنا ھذہ فلسطین

،الجزء الخامس،القسم الثانی ص۳۰۲

(۹)......ضریح ومسجد الصحابی الجلیل تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ ص۱۲

(۱۰)......بلادنا ھذہ فلسطین،الجزء الخامس،القسم الثانی ص۳۰۲

(۱۱)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۲۲۶

(۱۲)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۲۴۳

(۱۳)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۲۲۱

(۱۴)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۲۲۹

(۱۵)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۲۲۹

(۱۶)......بلادنا ھذہ فلسطین،الجزء الخامس،القسم الثانی ص۳۰۲۔ضریح ومسجد الصحابی الجلیل تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ ص۱۵

(۱۷)......بلادنا ھذہ،الجزء الرابع،القسم الثانی ص۴۴۹تا۴۵۵تلخیص کے ساتھ

(۱۸)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۲۲۸

(۱۹)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۱۴۔۲۱

(۲۰)......بلادنا ھذہ،الجزء الرابع،القسم الثانی ص۳۰

(۲۱)......موسوعۃ الصحابۃ علی ارض فلسطین ص۲۳۱

(۲۲)......موسوعۃ القریٰ الفلسطینیۃ،سلمۃ ، قضاء یافا،قریۃ مھجرۃ۔وکی پیڈیا،عنوان ''حضرت سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ''

(۲۳)......بلادنا ھذہ،الجزء الاوّل،القسم الاوّل ص۴۹

(۲۴)......بلادنا ھذہ،الجزء السابع،القسم الثانی ص۱۳۴

(۲۵)......فتوح الشام، أبو مخنف لوط بن یحیٰی الأزدی،مؤسسۃ سجل العرب القاھرۃ مصر،۲۳۴۔۲۳۷

(۲۶)......الجزء الرابع، القسم الثانی ص ۵۱۰ تلخیص کے ساتھ

(۲۷)......بلادنا ھذہ الجزء الاوّل القسم الاوّل ص ۴۲۳

(۲۸)......بلادنا ھذہ الجزء الاوّل القسم الثانی ص ۱۹۶

(۲۹)......بلادنا ھذہ۔ الجزء الاوّل، القسم الثانی ص ۳۴۳۔۳۴۵ تلخیص کے ساتھ

(۳۰)......بلادنا ھذہ الجزء الاوّل القسم الاوّل ص ۴۴۵ تلخیص کے ساتھ۔ بلادنا ھذہ الجزء الاوّل القسم الثانی ص ۲۰۳ تلخیص کے ساتھ

(۳۱)......المعجم الصغیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب أبو القاسم الطبرانی، المکتب الاسلامی، دار عمار، بیروت۔ ۱۴۰۵ھ، رقم الحدیث ۳۰۰

(۳۲)......موسوعۃ الصحابہ علی ارض فلسطین ص ۳۰۵

(۳۳)......موسوعۃ الصحابہ علی ارض فلسطین ص ۱۵۰

(۳۴)......موسوعۃ الصحابہ علی ارض فلسطین ص ۲۹۱

(۳۵)......الاصابہ فی تمییز الصحابۃ، ذکر ابوابی ابن ام حرام

(۳۶)......صناعۃ التاریخ المستقبلی، عبد الفتاح محمد العویسی، دار الخلدونیۃ للنشر والتوزیع الجزائر، ۱۴۳۴ھ/ 2013ء، ص ۱۱۳

(۳۷)......فضائل بیت المقدس لمقدسی، ص ۵۲

(۳۸)......مسند امام احمد، حدیث میمونۃ بنت سعد رضی اللہ عنہا

(۳۹)......مجمع الزوائد، باب جامع فی البعث

(۴۰)......بلادنا فلسطین، الجزء الاوّل، القسم الاوّل ص ۳۳۹

(۴۱)......اتحاف الاخصا ۱/ ۱۰۷

(۴۲)......فضائل بیت القدس لابن الجوزی، ص ۱۳۷

(۴۳)......روح المعانی، تفسیر سورہ الاسراء آیت نمبر ۱

مراجع وکتابیات

الکتب العربیۃ

✦......أیسر التفاسیر، اسعد حومد، مکتبۃ الشاملۃ

✦......اتحاف الاخصا، ابو عبد اللہ المنہاجی السیوطی، (تحقیق احمد رمضان احمد)، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب۔1982ء

✦......الاتقان فی علوم القرآن، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (تحقیق، مرکز الدراسات القرآنیۃ)، مجمع الملک فہد، سعودی عرب ۱۴۲۶ھ

✦......ادارۃ اوقاف القدس وشؤون المسجد الاقصی المبارک، ویب سائٹ۔

✦......الاصابۃ في تمييز الصحابہ، أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، دار الجيل، بيروت، ۱۴۱۲ھ

✦......الأنس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل، مجیر الدین الحنبلی العلیمی، دار النشر، مکتبۃ دندیس، عمان ۱۴۲۰ھ 1999ء

✦......أسد الغابۃ، ابن الأثیر أبو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد الشیبانی الجزری، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ/1996ء

✦......بیت المقدس فی استراتیجیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الدار العربیۃ للعلوم ناشرون بیروت لبنان، ۱۴۳۵ھ/2014ء

✦......بلدۃ الخلیل، https://www.hebron-city.ps

✦......بیت المقدس وما حولہ، دکتور محمد عثمان شبیر، مکتبۃ الفلاح کویت، ۱۴۰۷ھ 1987ء

✦......البرہان فی علوم القرآن، امام بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، دار التراث قاہرہ

✦......تاریخ ابوزرعہ الدمشقی، ابوزرعہ الدمشقی، مکتبۃ الشاملۃ

✦......تفسیر بن اکثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، مکتبۃ الشاملۃ

✦......تفسیر روح البیان، اسماعیل حقی بن مصطفیٰ الاستانبولی الحنفی، دار احیاء التراث العربی

✦......تاریخ فلسطین، عمر الصالح البرغوثی خلیل طوطح۔ مکتبہ الثقافۃ الدینیۃ بور سعید الظاہر

✦......جامع الترمذی، محمد بن عیسی الترمذی، الطاف اینڈ سنز کراچی، ۱۴۳۰ھ 2009ء

✦......جامع البیان فی تأویل القرآن، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الآملی، أبو جعفر الطبری، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۰ھ/ 2000ء

✦......الخصائص الکبریٰ، أبو الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن أبی بکر السیوطی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ/1985ء

✦......الدر الثمین فی معالم دار الرسول الامین ﷺ، ادارہ احیاء التراث الاسلامی قطر

✦......روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی محمود ابن عبد اللہ آلوسی، مکتبۃ الشاملۃ

✦......الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن أحمد السہیلی، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ 2000ء

✦......الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن، ابن عقیلۃ المکی، جامعۃ الشارقۃ متحدہ عرب امارات، ۱۴۲۷ھ۔2006ء

✦......سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ رحمانیہ لاہور

✦......السیرۃ النبویۃ، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، مکتبۃ الشاملۃ

✦......سیر أعلام النبلاء، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن أحمد الذہبی، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ 1985ء

✦......السنن الصغیر للبیہقی، جامعۃ الدراسات الإسلامیۃ، کراتشی باکستان

✦......سنن ابن ماجہ، دار إحیاء الکتب العربیۃ

✦......صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، الطاف اینڈ سنز کراچی، ۱۴۲۹ھ 2008ء

✦......صناعۃ التاریخ المستقبلی، عبد الفتاح محمد العویسی، دار الخلدونیۃ للنشر والتوزیع

الجزائر، ۱۴۳۴ھ/2013ء
✦......صحیح لمسلم، مسلم بن الحجاج ابوالحسین نیشاپوري، المکتبۃ البشریٰ کراچی
✦......صبح الأعشیٰ فی صناعۃ الانشا، أحمد بن علی القلقشندی، دار الفکر، دمشق، 1987ء
✦......ضریح ومسجد الصحابی الجلیل تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ، دکتور عبد الفتاح محمد العویسی، القدس ۱۴۱۰ھ/1989ء
✦......الطبقات الکبری، محمد بن سعد بن منیع أبوعبداللہ البصری الزہری، دار صادر، بیروت
✦......فتح الباری، أحمد بن علی بن حجر العسقلاني، دار المعرفۃ بیروت، لبنان، ۱۳۷۹ھ
✦......فتوح الشام، أبومخنف لوط بن یحییٰ الأزدی، مؤسسۃ سجل العرب القاہرۃ مصر
✦...... فلسطین التاریخ المصور، ڈاکٹر طارق محمد السویدان، الابداع الفکری الکویت
✦......فضائل بیت المقدس، ابوالفرج جمال الدین ابن الجوزی، مکتبۃ الامام البخاری للنشر والتوزیع، ۱۴۳۴ھ/2013ء
✦......فضائل بیت المقدس، امام حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی، دار الفکر دمشق، سوریا، ۱۴۰۵ھ/1988ء
✦......القول المسدد فی الذب عن المسند للإمام أحمد، احمد بن علی العسقلانی أبوالفضل، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ، ۱۴۰۱ھ
✦......قبور ومشاہد مکذوبۃ، مسجد (الحسین) بمصر، سلیمان بن صالح الخراشی،
http://saaid.org/Warathah/Alkharashy/mm/13.htm
✦......کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، علی بن حسام الدین المتقی الہندی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1989ء
✦......کتاب الفتن، نعیم بن حماد المروزی أبوعبداللہ، مکتبۃ التوحید، القاہرۃ، ۱۴۱۲ھ
✦......کتاب المناسک، مکتبۃ الرشد

✦......سبل الهدىٰ والرشاد في سيرة خير العباد، محمد بن يوسف الصالحي الشامي ،وزارة الاوقاف مصر، ۱۴۱۸ھ 1997ء

✦......المصنف فی الاحادیث والآثار، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن أبي شيبة الکوفی ،مکتبۃ الرشد ،الرياض، ۱۴۰۹ھ،

✦......معالم المسجد الاقصیٰ ،مؤسسۃ القدس الدولیۃ ، منج منقذ بیروت لبنان

✦......مسند امام احمد بن حنبل، احمد بن حنبل أبو عبداللہ الشیبانی، مؤسسۃ قرطبۃ -القاہرۃ

✦......المغنی، ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، دار عالم الکتب الریاض، ۱۴۱۷ھ 1997ء

✦......مسند أبي يعلى الموصلي، أحمد بن علی بن المثنی أبو یعلی الموصلی التیمی ،مکتبۃ الشاملۃ

✦......المستدرک علی الصحیحین ،ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری، دارالمعرفۃ بیروت، لبنان

✦......معالم التنزیل، محیی السنۃ ، أبو محمد الحسین بن مسعود البغوی، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ۱۴۱۷ھ/ 1997ء

✦......المعجم الکبیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب أبو القاسم الطبرانی ،مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل، ۱۴۰۴ھ/1983ء

✦......المعجم الصغیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب أبو القاسم الطبرانی، المکتب الإسلامی، دارعمار، بیروت، عمان، ۱۴۰۵ھ/1985ء

✦......موسوعۃ القریٰ الفلسطیںیۃ، معلومات عامۃ عن قریۃ حلحول

اردو کتب

✦......اقصیٰ کے آنسو، شاہ منصور، الاقصیٰ پبلشر

✦......آپ کے مسائل اور اُن کا حل جدید، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مکتبہ لدھیانوی کراچی

✦......انبیاء کی سرزمین میں چندروز، مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۴۲۸ھ، 2007ء

✦......بلاغ مبین یعنی مکاتیب سید المرسلین ﷺ، محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، خواجہ پریس دہلی

✦......تاریخ اسلام، مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی، مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور 2004ء

✦......تاریخ ابن کثیر اردو، حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، دارالاشاعت کراچی

✦......دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی،

✦......دجال کون ہے؟ مفتی ابولبابہ شاہ منصور، مکتبہ السعید، ۱۴۳۱ھ 2010ء

✦......انبیاء کی سرزمین میں چندروز، مفتی محمد رفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۴۲۸ھ، 2007ء

✦......تفسیر عثمانی، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی

✦......سیاسی وثیقہ جات، ڈاکٹر حمید اللہ خان حیدرآبادی، مجلس ترقی ادب کلب روڈ لاہور، جون 2005ء

✦......سیرت مصطفیٰ ﷺ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، کتب خانہ مظہری کراچی

✦......سیرت حلبیہ، علی بن برہان الدین حلبی، (مترجم، مولانا محمد اسلم قاسمی)، دارالاشاعت کراچی، 2009ء

✦......سیرت انبیائے کرام علیہم السلام، ادارہ اسلامیات لاہور کراچی، مولانا محمد عبد الرحمٰن صاحب، 1990ء

✦......سفرنامہ بیت المقدس، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد انڈیا، ۱۴۴۰ھ 2019ء

✦......سفر مسجد اقصیٰ اور ارض فلسطین کی روح افزا روئیداد۔ حافظ عبدالاعلیٰ درانی، خطیب بریڈ فورڈ برطانیہ https://siratemustaqeem.mjah.org.uk/

✦......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنگی معرکے، (اردو ترجمہ فتوح الشام للواقدی) مترجم مولانا حکیم شبیر احمد انصاری، المیزان لاہور، 2004ء

✦......ظہور مہدی تک، ابوعبداللہ آصف مجید نقشبندی، مکتبہ حبیبہ جھنگ صدر

✦......علامات قیامت اور عقیدہ ظہور مہدی، مولانا سہیل باوا، ختم نبوت اکیڈمی لندن

✦......فضیلت بیت المقدس اور فلسطین وشام، حافظ محمد اسحاق زاہد، دار السلام لاہور 2002ء

✦......کشف الباری، شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی، ۱۴۲۵ھ-۲۰۰۴ء

✦......ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ 3، جلد 98 :، جمادی الاولی 1435 ہجری مطابق مارچ 2014ء، تین قدرتی چشمے، حکیم ظل الرحمٰن، دہلی

Websites

✦......https://siratemustaqeem.mjah.org.uk

✦......http://saaid.org/Warathah/Alkharashy/mm/13.htm

✦......https://www.hebron-city.ps

✦......https://www.wikipedia.org

✦......https://palqura.com(موسوعة القرى الفلسطينية)

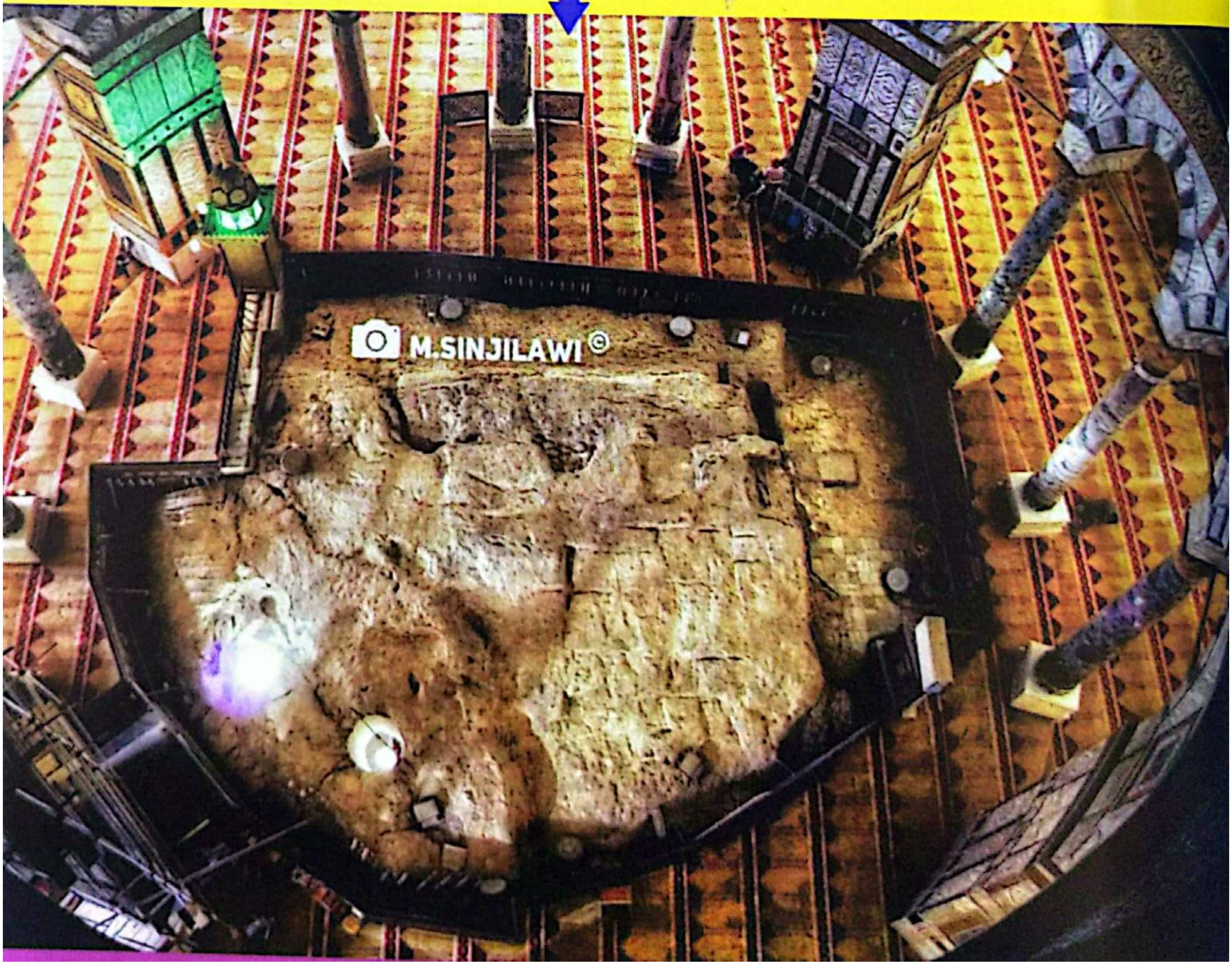
✦......https://www.banuri.edu.pk

✦......https://darulifta-deoband.com

✦......https://www.awqafalquds.org



قبلہ اوّل ''الصخرۃ'' (چٹان)......اُوپر بنایا گیا ''قبۃ الصخرۃ''





مسجد اقصیٰ کے صحن و احاطہ میں قائم کیے گئے دو قبے...... قبة النبی ﷺ...... قبة المعراج

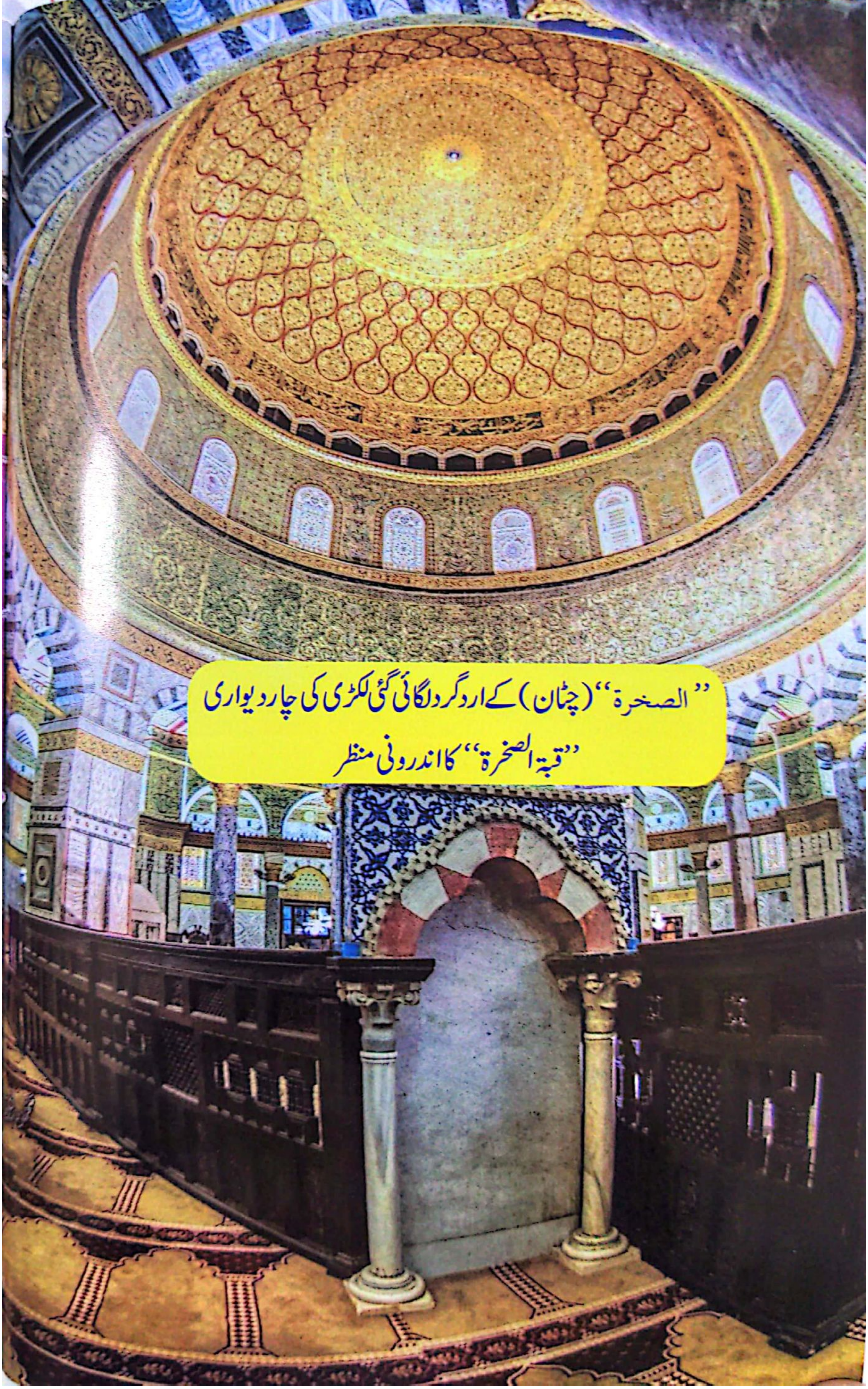




"مسجد النبی صموئیل"...... یہاں ایک قبر ہے جو نبی سیدنا صموئیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے

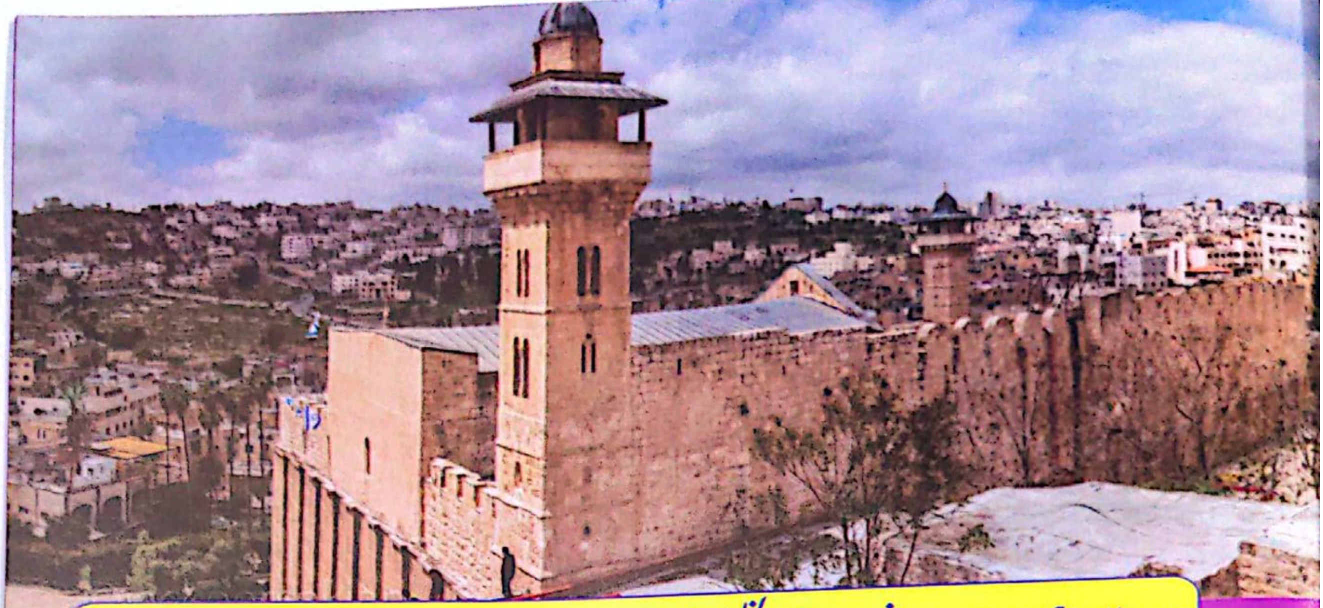
شہر "حلحول" میں مقام سیدنا یونس علیہ السلام



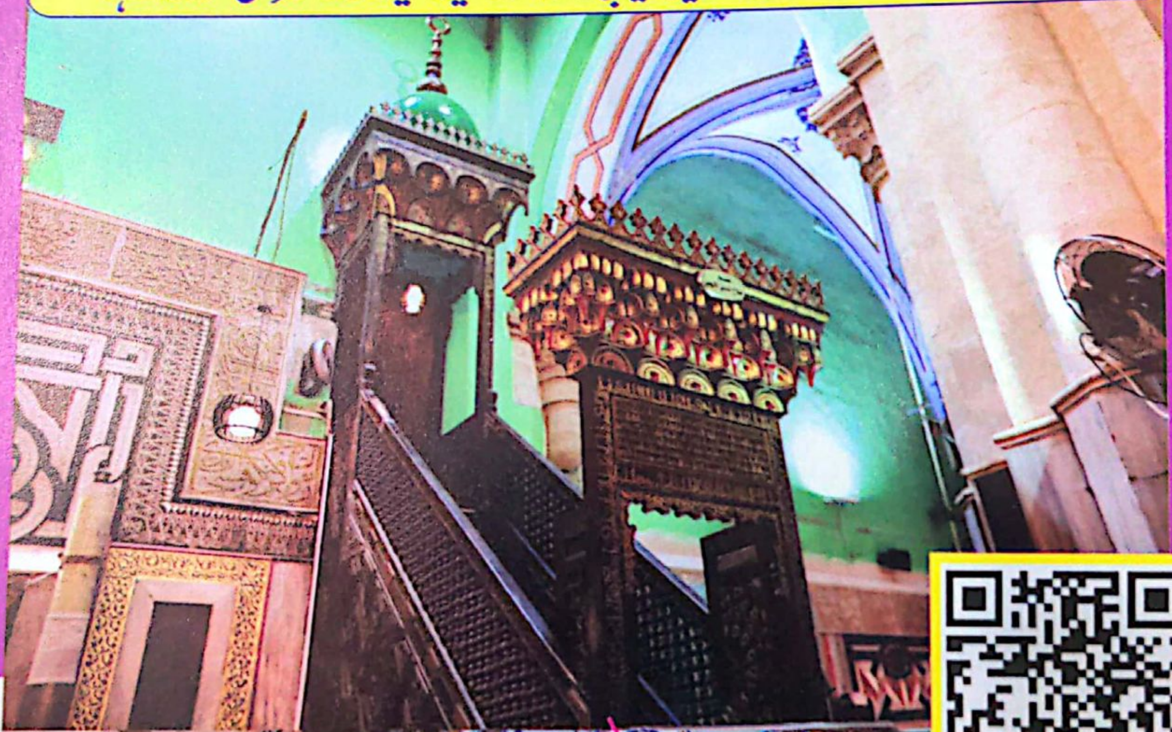


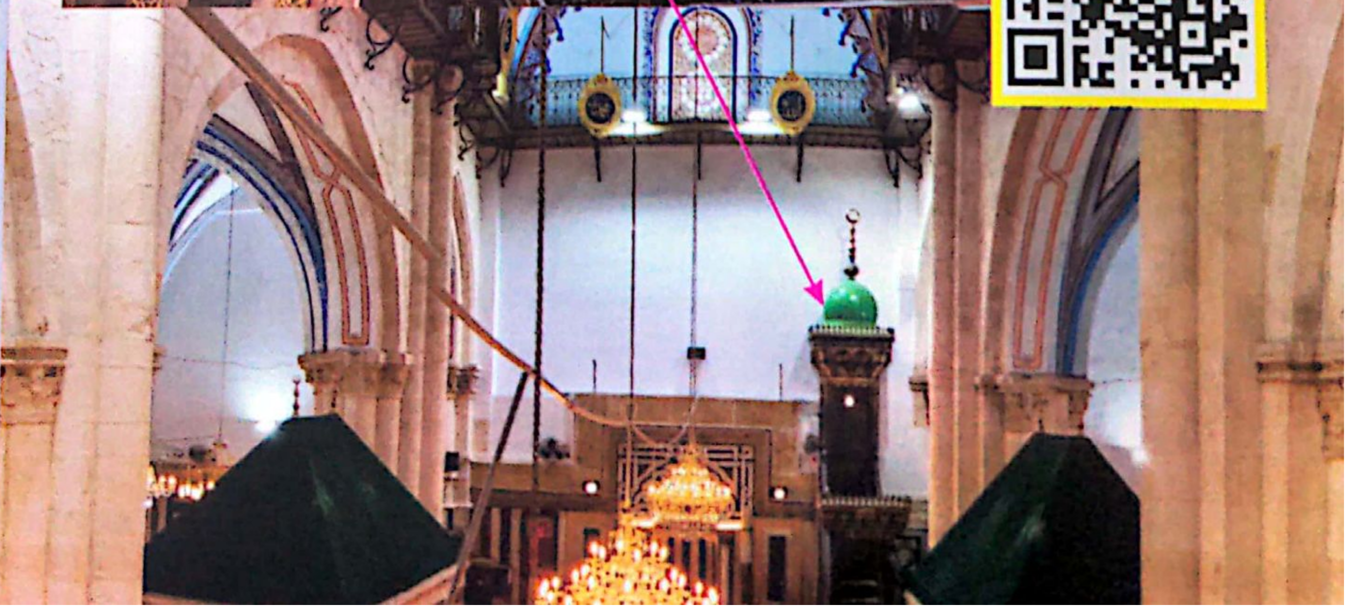
''الصخرۃ'' (چٹان) کے اردگرد لگائی گئی لکڑی کی چاردیواری

''قبۃ الصخرۃ'' کا اندرونی منظر



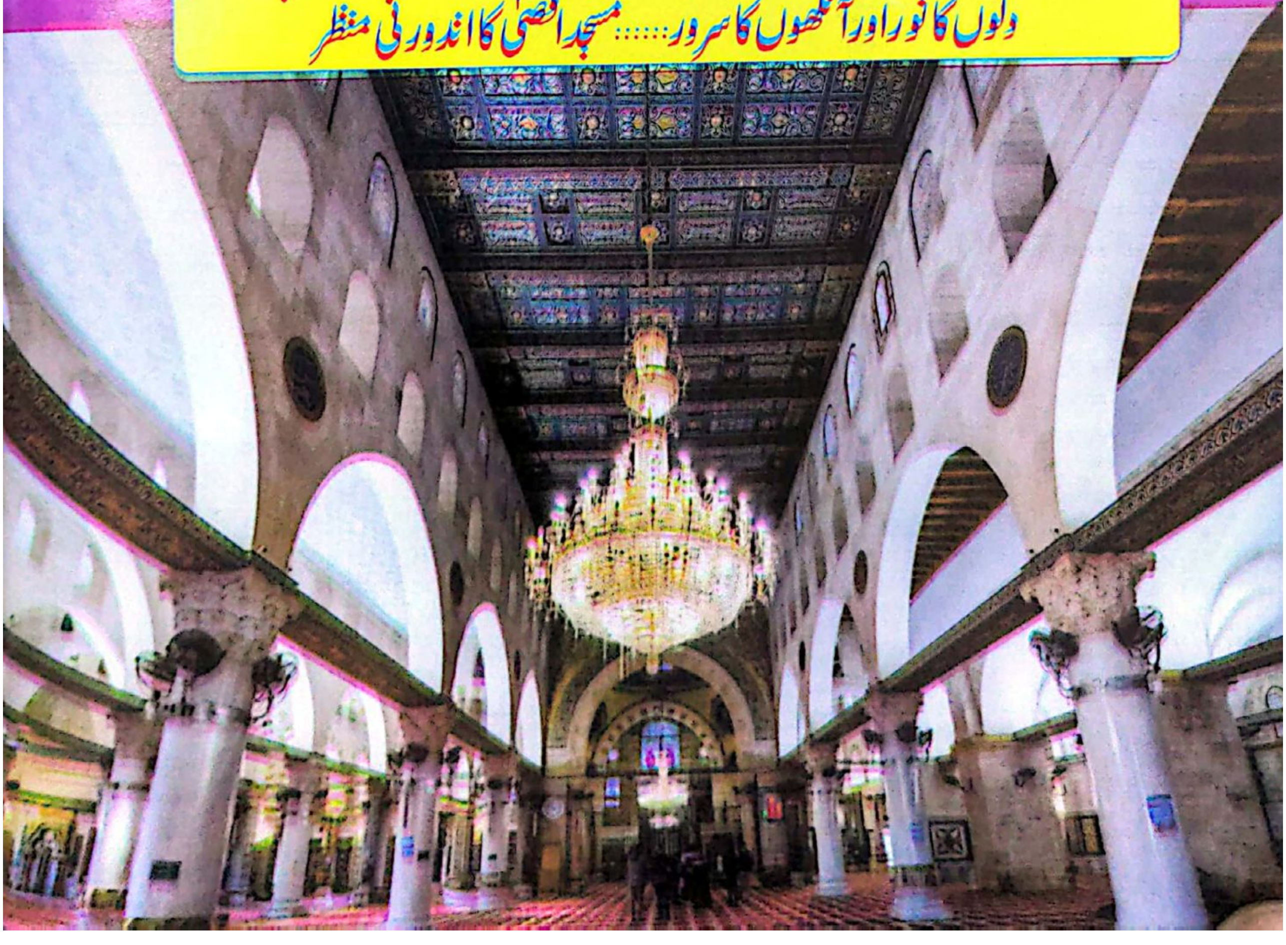
سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے منسوب شہر الخلیل اور مسجد الابراہیمی.. اس مسجد میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام
سیدنا اسحاق علیہ السلام، سیدنا یعقوب علیہ السلام، سیدنا یوسف علیہ السلام کی قبور مبارکہ ہیں
اس مسجد میں سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا تیار کردہ منبر بھی موجود ہے

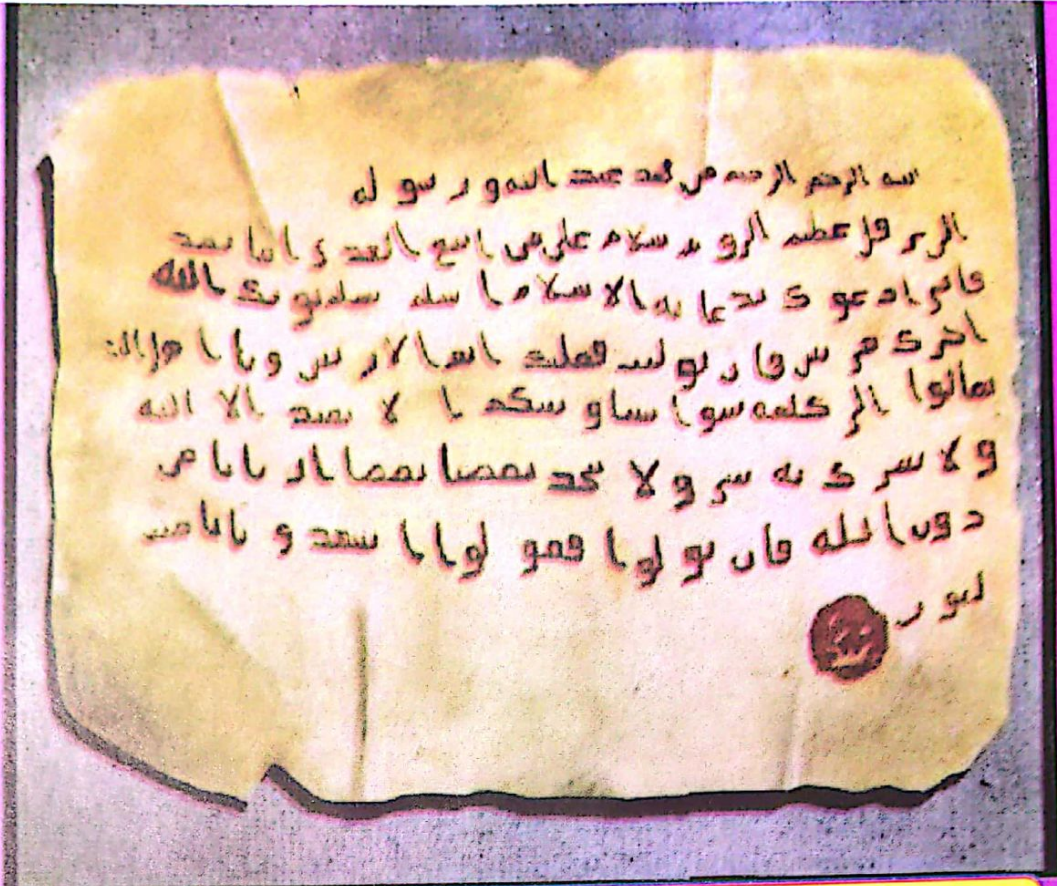






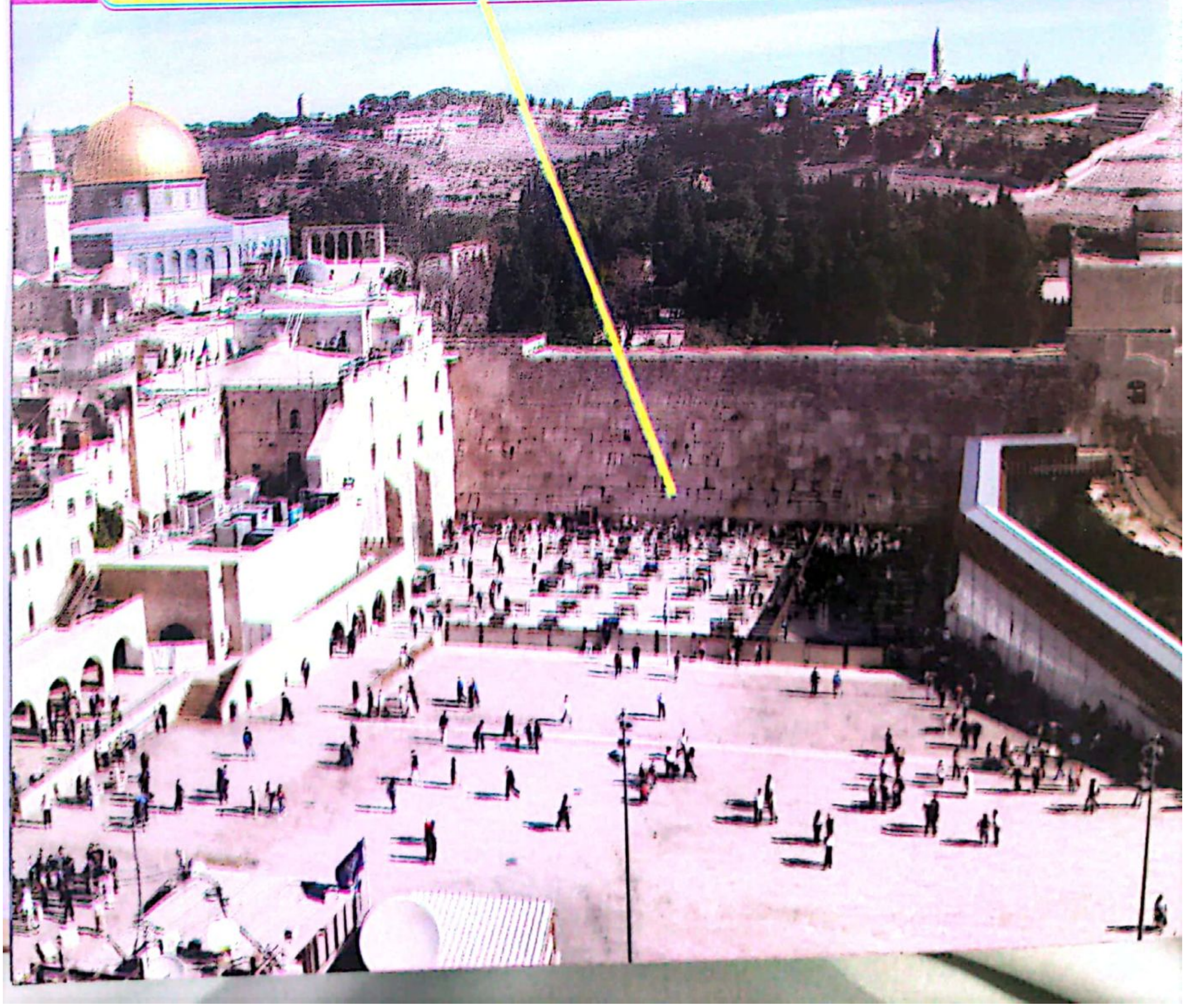
مسجد اقصیٰ میں سیدنا زکریا علیہ السلام سے منسوب ''محرابِ زکریا''......خوبصورت و پرنور منظر
دلوں کا نور اور آنکھوں کا سرور......مسجد اقصیٰ کا اندرونی منظر

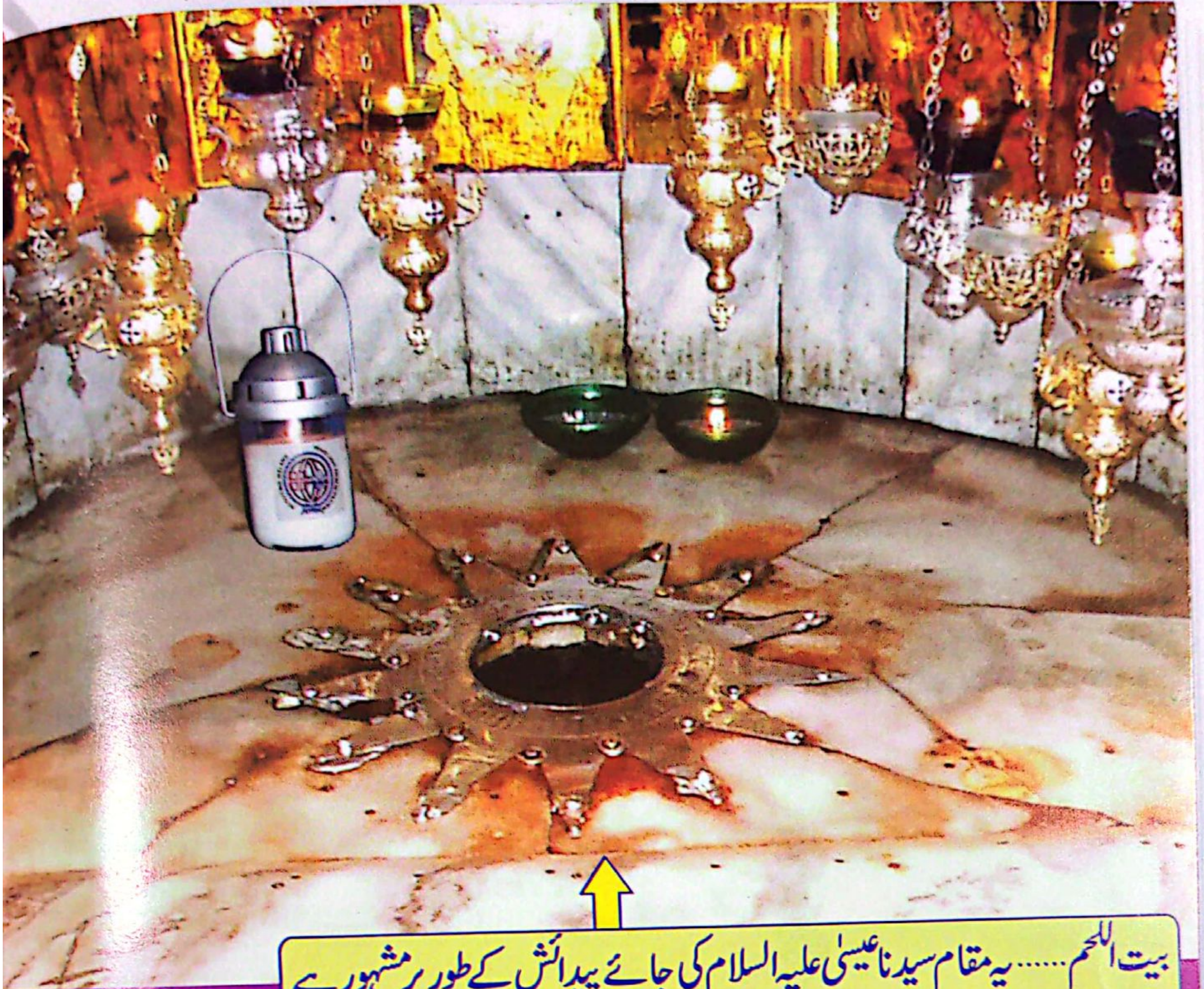




سه الرحم الرحم من محمد عبد الله و ر سو له
الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد
فانى ادعوك بدعايه الاسلام اسلم تسلم يوتك الله
اجرك مرتين فان توليت فعليك اثم الاريسين و يا اهل
الكتاب تعالوا الى كلمه سوا بيننا و بينكم ا لا نعبد الا الله
و لا نشرك به شيا و لا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من
دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مس
لمون

قیصر روم ''ہرقل'' کے نام لکھا گیا امام المرسلین ﷺ کا خط مبارک، یہ خط بیت المقدس میں پڑھا گیا
''دیوار براق'' یہودی اس کو ''دیوار گریہ'' کہتے ہیں اور یہاں آ کر آہ و زاری و گریہ کرتے ہیں

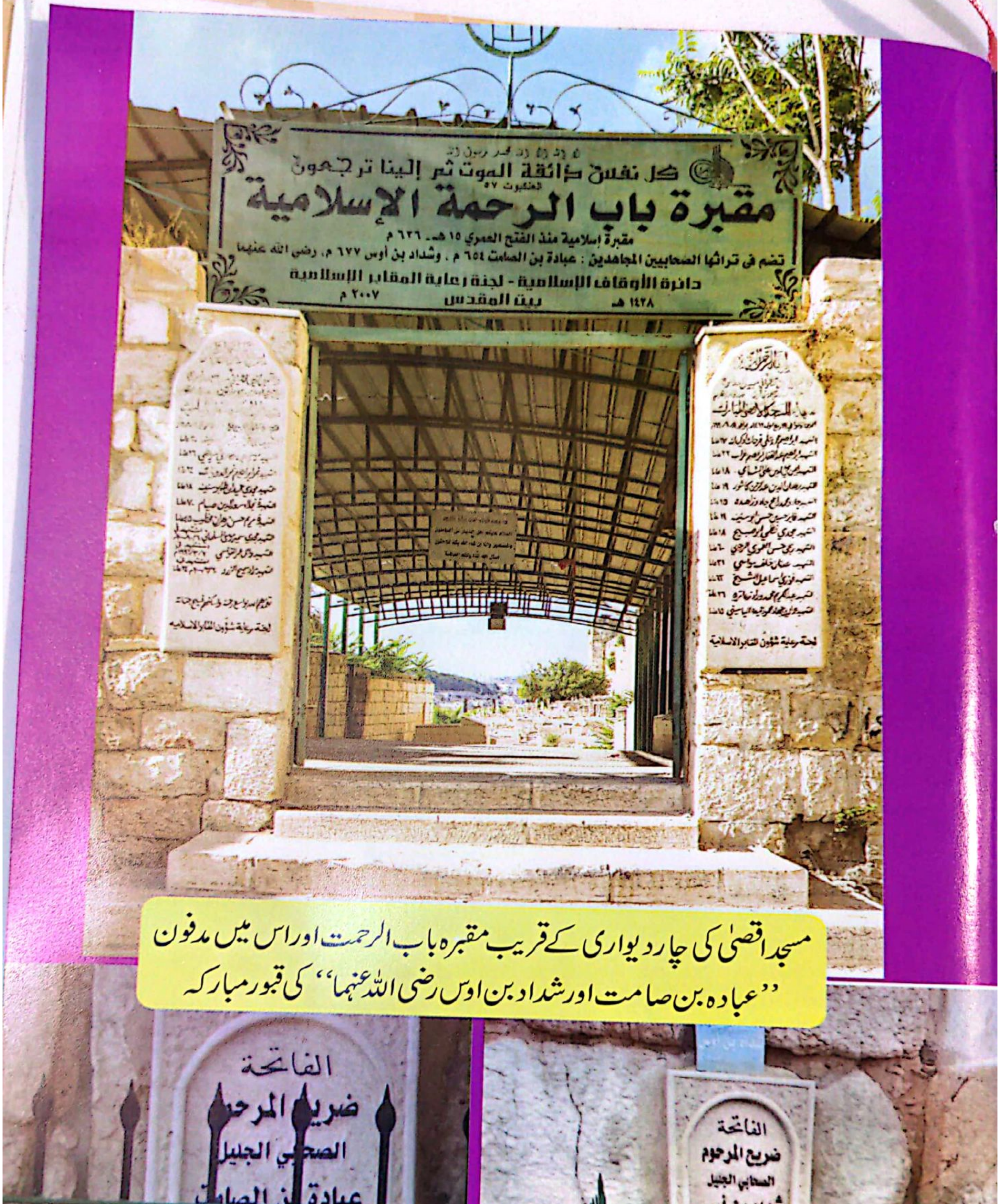




بیت اللحم ...... یہ مقام سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کے طور پر مشہور ہے

فلسطین کی زینت ''سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ'' کی قبر مبارک اس حجرہ میں ہے





مسجد اقصیٰ کی چار دیواری کے قریب مقبرہ باب الرحمت اور اس میں مدفون
''عبادہ بن صامت اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہما'' کی قبور مبارکہ







دجال ”باب لد“ پر مارا جائے گا (الحدیث) اسرائیلی دارالحکومت تل ابیب کے قریب ”لُد“ شہر میں ”بن گوریان انٹرنیشنل ایئرپورٹ“۔ ایئرپورٹ، کسی شہر کا ”باب“ دروازہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کو مقتل دجال کہا جا سکتا ہے۔ بعض حضرات کے یہ مقام باب لد، مقتل دجال سے مشہور ہے۔





"غزہ" (فلسطین) میں رسول اکرم ﷺ کے جد امجد ہاشم بن عبد مناف مدفون ہیں
غزہ میں اُن کی یاد میں قائم کی گئی "مسجد السید ہاشم بن عبد مناف"



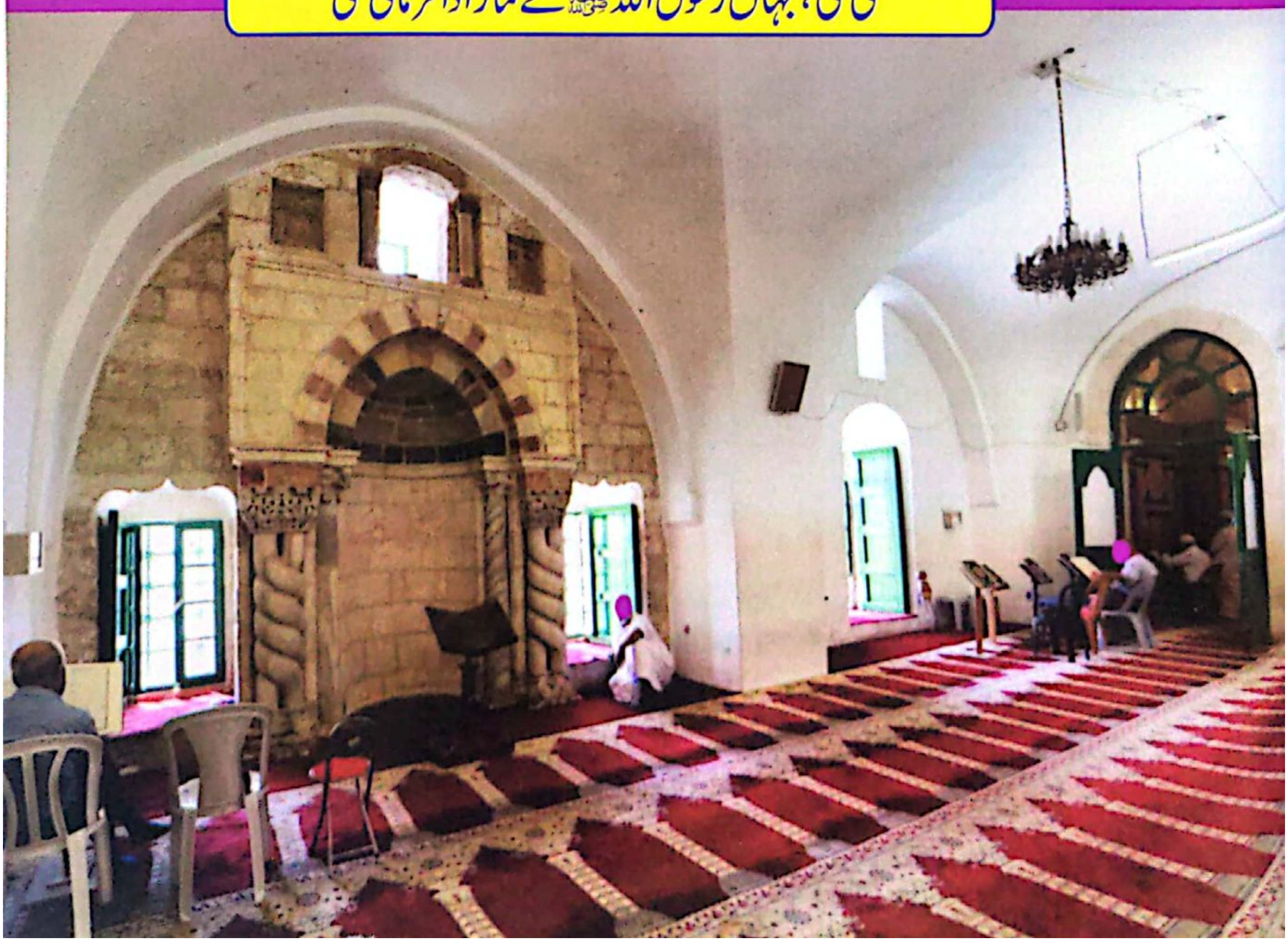


''مسجد اقصیٰ''......محبتوں کا محور، عقیدتوں کا مرکز

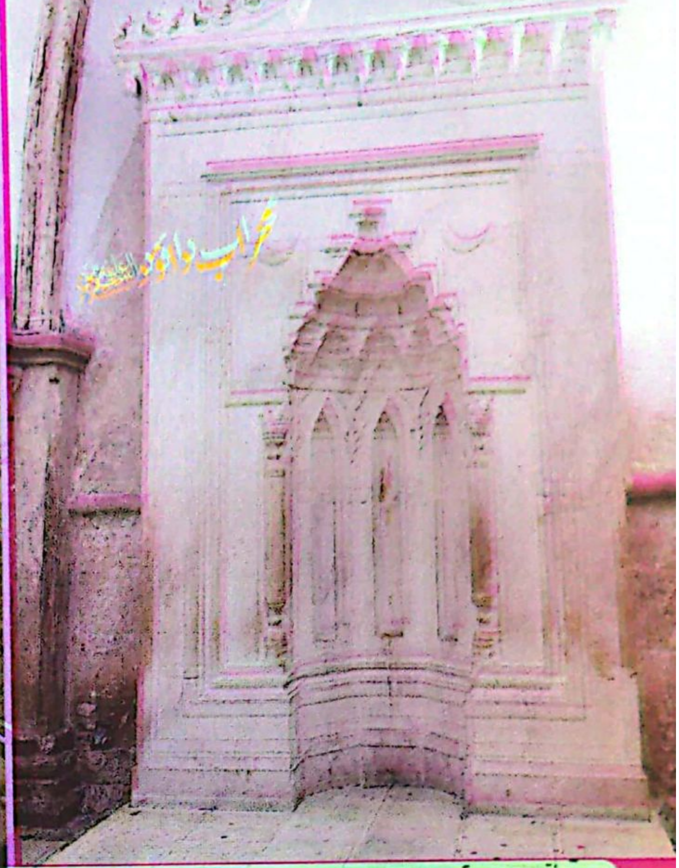




مسجد اقصیٰ کا ایک حصہ ''مسجد عمر رضی اللہ عنہ'' ...... یہ مسجد اس مقام پر تعمیر کی گئی، جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی



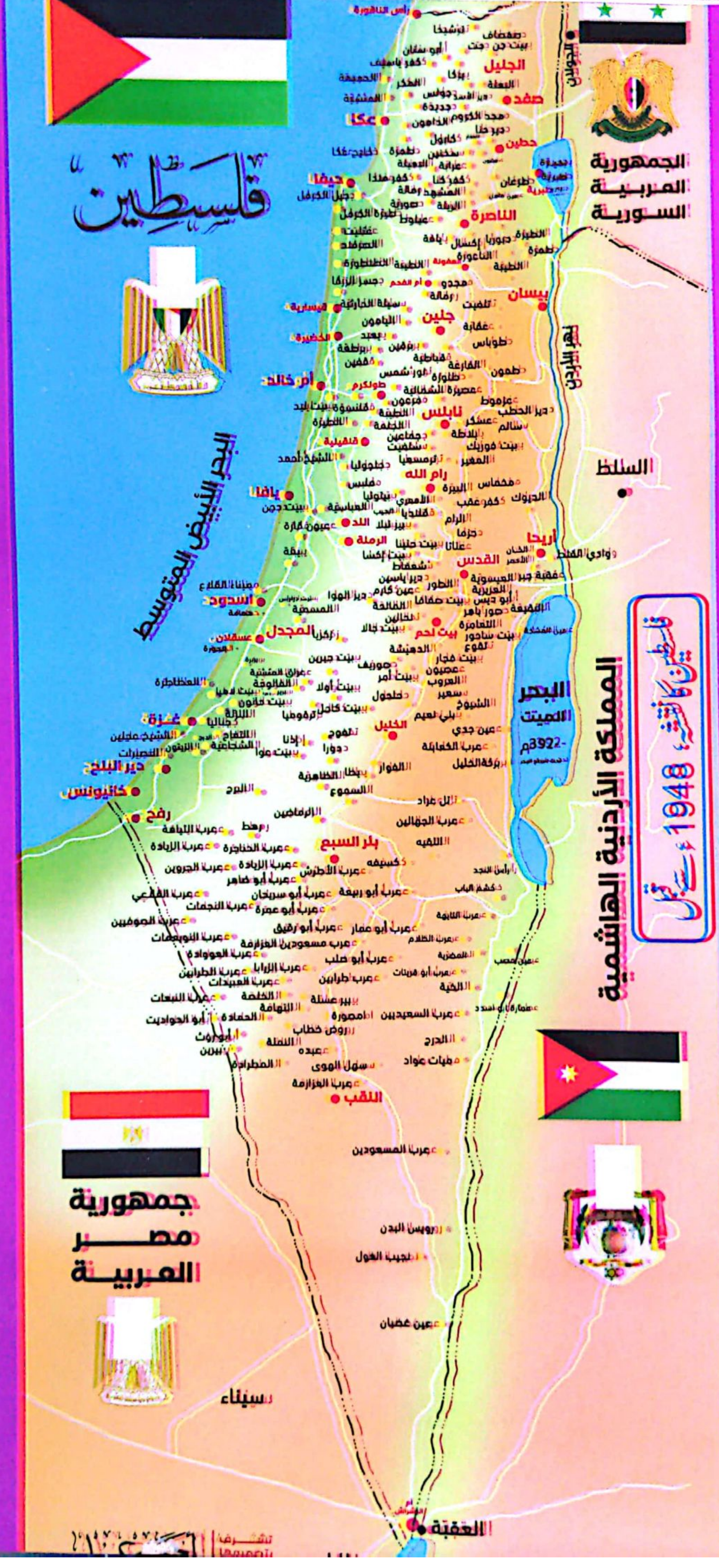




القدس کے قریب کوہِ صہیون پر سیدنا داؤد علیہ السلام سے منسوب محراب داؤد اور مسجد داؤد علیہ السلام

مقام نبی اللہ سیدنا لوط علیہ السلام......اس مسجد میں پیغمبر لوط علیہ السلام کی طرف منسوب ایک قبر ہے



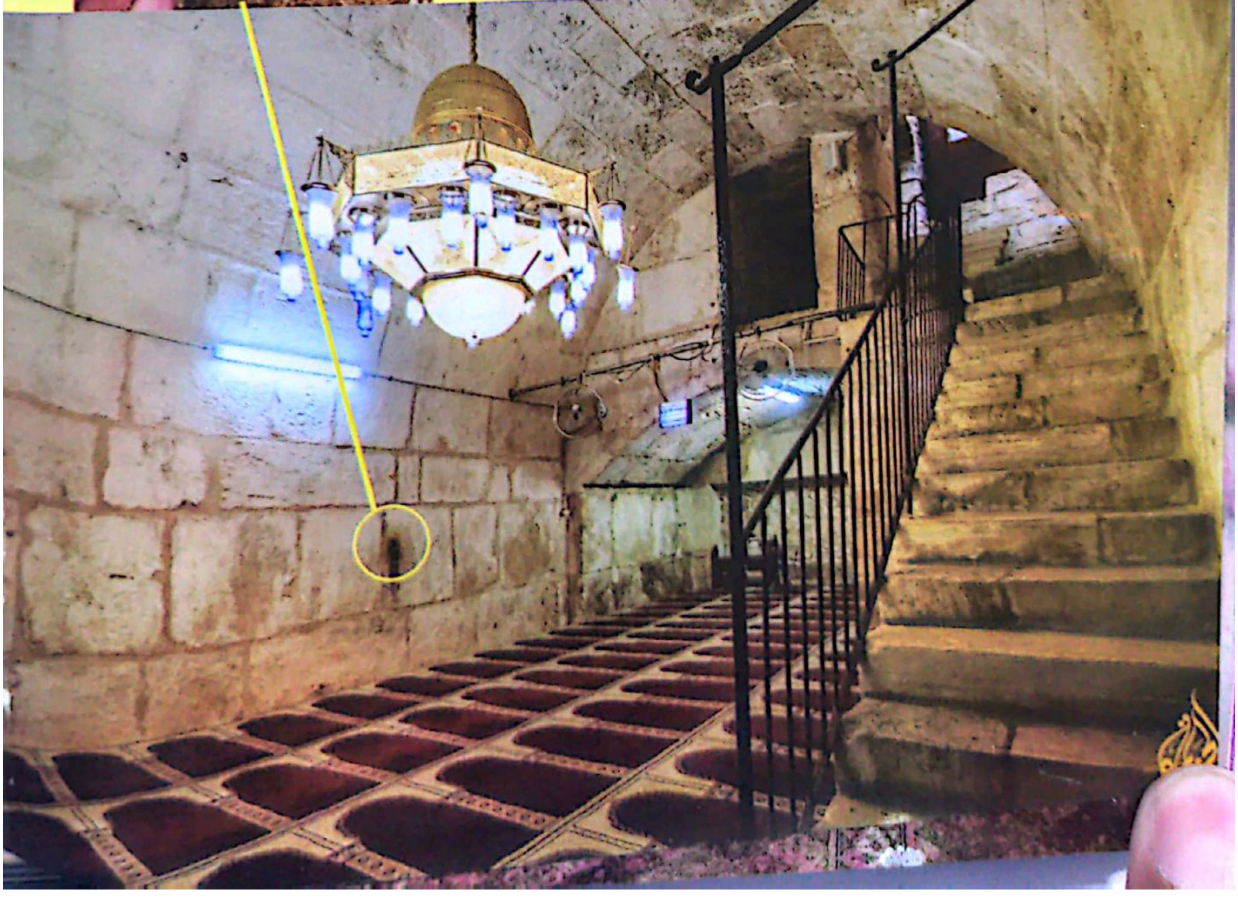

فلسطين
الجمهورية العربية السورية
المملكة الأردنية الهاشمية
جمهورية مصر العربية
البحر الأبيض المتوسط
البحر الميت
الجليل
صفد
عكا
حطين
حيفا
الناصرة
بيسان
جنين
طولكرم
قلقيلية
نابلس
رام الله
يافا
اللد
الرملة
أريحا
القدس
بيت لحم
الخليل
أسدود
المجدل
غزة
دير البلح
خانيونس
رفح
بئر السبع
النقب
العقبة
السلط
سيناء



''مسجد المروانی''......خلیفہ مروان رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب، مسجد اقصیٰ کا زیریں حصہ



دیوارِ براق کے عقب میں 'مسجدِ براق'.. مسجد کی دیوار میں علامت
کے طور پر عہدِ بنو اُمیہ میں ایک کڑا لگایا گیا تھا۔
مشہور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ براق کو باندھا تھا



نقوشِ سیرت سیریز (کتبِ سیرت البم)

Naqoosh e Seerat Series



حجازِ مقدس میں نقوشِ اسلامیہ اور محبوب ﷺ کے یادگار آثار
ومقامات کا تاریخی، تحقیقی اور دلچسپ سفرنامہ
رنگین تصاویر کے ساتھ



سیرت النبی ﷺ قدم بہ قدم......مقاماتِ سیرت کا تعارف
دلکش وخوبصورت طباعت......انوکھی اور منفرد پیشکش
عشق ومحبت کا ایک حسین تحفہ......نادر ونایاب تصاویر ونقشے



روضۂ اقدس کا عہد بہ عہد 1400 سالہ تاریخی جائزہ
بیت نبوی ﷺ کے اندرونی، بیرونی مناظر واحوال پر اُردو
زبان میں انوکھی کاوش......رنگین تصاویر اور نقشے



مسافرانِ طیبہ کی مظلومانہ داستان عاشقانہ اندازِ بیان کے
ساتھ مقاماتِ ہجرت کا تعارف......ہجرت کے موضوع پر
جدید تاریخی وتحقیقی پیشکش......رنگین تصاویر اور نقشے



رسولِ مصطفیٰ ﷺ پر وحی کہاں کہاں نازل ہوئی؟ مقامات
وحی کی تحقیق......علمی وتحقیق کاوش
دیدہ زیب رنگین تصاویر کے ساتھ



نقشہ جات سے مقاماتِ غزوات کی لوکیشن......کیو آر کوڈ اور تعارف
غزوات میں رسول قائد صلی اللہ علیہ وسلم کی جغرافیائی حکمتِ عملی
نادر ونایاب تصاویر ونقشے

ترتیب وتحقیق
مولانا ڈاکٹر عبد المالک
اُستاذ جامعۃ الصفہ، سعید آباد کراچی

مکتبۃ العرب
نزد بلال مسجد دکان نمبر 9......24 مارکیٹ سعید آباد کراچی
0333-0505200

